

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. _____

Author _____

Title _____

Date of issue _____

Last receipt of book _____

حضرت ابو ذر غفاریؓ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ایکٹمس رازدار عاشق زار اور عاشی سادات کے طبردار
صحابی کے متقنا سوانح اور پرکیت ماہات

مولناتید مناظر حسن گیلانی

صدہ شعبہ دینیات جامعہ ضانیہ

اخلاصہ اشاعت الاسلامیہ

میدان دہلی

دعوتیہ ادارہ اسلام آباد

قیمت تین روپیہ چاند کوٹھہ

۱۹۹۰

تعداد طبع ————— ایک ہزار

ستمبر ۱۹۲۵ء



سید عبد الرزاق
پروپرائٹر

ادارہ اشاعت اردو

بھولہ
رزاقی شین پریس حیدرآباد دکن

دیسپاچہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

اقابل بعد۔ واقعات و سوانح پر کچھ بھی اس عنوان کے تحت
 میں درج کئے جائیں گے ان کا زیادہ تر حصہ آقا۔ اہل اتباع
 اشباح اور ابن سعد وغیرہ سے ماخوذ و مستنبط ہوگا کچھ نہیں
 بعض اہل مطاع اور دیگر قتب حدیث سے بھی لی گئی ہیں۔
 مجھے چونکہ اس مضمون میں حدود تاریخی بیانات کے
 خلاف نتائج کا درس دینا بھی منظور ہے۔ اس لئے بعض مہین
 ستاروں میں چند ایسی باتوں کا اسناد کروں گا ممکن ہے کہ
 عام دماغوں کو کتب محولہ میں نہ ملیں کیونکہ اس میں نہایت
 دقیق اور غامض قیاس اور اجتہاد سے کام لیا گیا ہے اسی لئے
 بنائے صدر و اقران کرام سے مجھے امید ہے کہ قبل
 کمی تمہیں واسکان کے وہ الزام اعتراض کی طرف جلت نہ فرمایا
 ع کہ وہ محیط نہ ہر کس شناساوری داند

۴
 آہم میں نے اپنے خاص خاص نتائج کو کہتے ہوئے ایسے مفصل
 کا احوال کیا ہے جو فضلی اور قیاسی بیان میں تیز تر پیش کیے ہیں
 وبالله التوفیق۔

جدید و بیاچہ تصنیف تیس سال بعد

الحمد لله الذی بعزته و جلاله تنقذ الصلوات
 سالکات اور بننے والی باتوں کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے کہ جہاں
 جلال ہے اسی کا جلال ہے اور جہاں عزت ہے اسی کی عزت ہی اس کی
 اجماع طرائقوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔ بڑے اور چھوٹے کاموں پر نہ جائے کہ جو
 چھڑا ہے وہ چھڑا ہی ہے پر جو بڑا ہے ہمارے اور آپ کے کاغذ سے وہ بڑا
 ہی لیکن جو سب سے بڑا ہے، اشد اکبر اس کے سامنے بڑائی کس کے لئے ہی
 اشد اشد میں ان دونوں جیتے ہوئے دونوں کو کتنی حیرت کے ساتھ سوچتا
 ہوں خیال آتا ہے کہ اس وقت جبکہ ہجری سن کے حساب سے عیسوی ۱۹۱۷ء کا
 سال ہے اس سال کا ہی ربیع الاول الاثوار الاقدس کا پاک اور برگزیدہ مہینہ
 تھا لیکن سن آج سے ٹھیک تیس سال پہلے ۱۲۹۷ھ ہجری کا تھا دارالعلوم
 دہلوی کے مجدد شہرہٴ انعام کی ربیع الاول ہی کی اشاعت تھی کہ حضرت
 ابو عبدہ خضاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزائم سے یہی مضمون جو آپ کے سامنے
 کتاب کی شکل میں پیش ہو رہا ہے شائع ہوا شروع ہوا تھا کھنے دانے کے
 شان و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس مضمون کو ایک بھلائی خدائی حیثیت ہے
 وہ کھ رہا ہے وہ کسی زمانے میں کتاب کا قلاب اختیار کرے گا۔ اور پھر تو

یہ ہے کہ معلومات و مواد کے جس محدود ذخیرے کو سامنے رکھ کر مضمون تحریر کیا گیا تھا، اس کے لحاظ سے اس وقت یہ بات سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی لیکن برج اول برج اثنی عشر میں بر آنے والے بیسے بر اعظم کے شماروں پر شمار سے نکلتے پڑتے جاتے تھے اور بالا التزام اس مضمون کا سلسلہ میں ہماری تھا ہی تھا سمجھا جاتا تھا کہ اب ختم ہر جائے گا لیکن واقعہ ہے کہ ہر منزل پر پہنچنے کے بعد ہی دیکھا جاتا تھا کہ جتنا کما ہوا چکا ہے وہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے جو ابھی نہیں لکھا گیا ہے۔

ان مضمون دینے والا دیتا جا۔ اہل تقاریر نے والے رہا تھا خود سے رہا تھا اور دوسروں کو دے رہا تھا اس عرصے میں بعض حوادث بھی پیش آئے کچھ دن سلسلہ ٹوٹ بھی گیا، بہر حال وہی مضمون جو سلسلہ کے برج اول کی اشاعت سے انعام میں چھپنا شروع ہوا تھا، باآخر سلسلہ ہجری کی ماہ برج اثنی عشر میں گویا کامل چار سال ایک ماہ میں ہا کر ختم ہوا۔

اور یہ اجزا تو اس کتاب کے صفائے کی کثرت کا ہے، یہ کیفیت ظاہر ہے کہ مضمون نگار کی مضمون نگاری کی ابتدائی مشق کا وہ زمانہ تھا، اسی قلاب اسلی تو اس کی اب بھی جاری ہے، اور کچھ کو تہہ بنانے سے پہلے انشاء اللہ تعالیٰ وہ جاری ہی رہے گی لیکن اصطلاحی قلابوں کے جرگے سے تقریباً ان ہی دنوں میں وہ قطعہ ہوا تھا زندگی کے جس سفر کی آخری منزل اب سامنے ہے اس وقت تک کل تیس سال

لے کیونکہ سفر امن ناک رہا تاہم نام ہے ۱۳۱۱ء میں کے صدیوں اب تقاریر کے دن صاف کر دیا گئے۔ آج بھی برج اول ہی کا ہیں ہے جس سال اس مضمون کی ابتدا ہوئی وہ بھی برج اول ہی ۱۳۱۰ء مبارک تھا اس نظام کو میں آقا کی اسٹیج میں شریک رہے

اس پر گزرتے تھے ایسی حالت میں کیفیت کے متعلق کسی اہمیت کی جھلک نہ
ہی دیکھا جوسکتی تھی۔

یہ کتاب میں کن الفاظ میں ان تعجب آمیز زبانی اسامات کا اظہار
کروں جب چاکر، امام المذنب، حکیم الامت، سیدی الامام مولانا شرف علی
استاذی قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک گرامی نامہ سے اسی مضمون کے متعلق
پہلی دفعہ چونکا اگیا حضرت دالائے شفا ہی تھا، کی سادہ اس وقت تک
نصیب نہیں ہوئی تھی اس لئے اور بھی تعجب ہو اگر چند سطروں ہی کا وہ
ضایت نامہ تھا۔ لیکن حضرت دالائے شفا کو بھی ایک متغزل نامہ ص
فرمایا تھا، اور جسے عزت بخشی گئی تھی، وہ بھی ایک خاص خطاب سے نوازا
گیا تھا، اسی زمانے میں القاسم کی کسی اشاعت میں اس ”مکتبہ گرامی“
کو شائع بھی کر دیا گیا تھا اور اس وقت بھی مرقہ تھا کہ میں اس نامہ فیض شہا
ہماں بکسرہ راج کرتا، لیکن افسوس ہے کہ باوجود تلاش کے القاسم کے پرانے
فائل میں وہ شمارنامہ تلاش کا شامیری اس آرزو کی تکمیل کوئی صاحب آئندہ
زمانہ میں فرمادیں۔

پھر حال جو کچھ یاد کیا ہے اب اسی پر قضا کر رہا ہوں خط کا
نام بچنے یا عزت نامہ تھا۔

”خطاب من ہذا التفسیر الشافہ“

”الکتاب السید شافہ“

خطہ گزشتہ پہا کیا گیا اس وقت بھی وہی ہیجہ وہ ملک و زمانہ کا تھا جو آغا کی تشریف آوری کا
جہاد و سہولت تھا۔

میں ہیں کہ غالب مکی بشتی میں ست
خطہ کے ساتھ ان کی زندگی کے سادہ کی ایک تصویر فرمادی ہے تاہم وہ کسی من فرما تھا۔

میں لقب سے سرفرازی بخشی گئی تھی وہ یہ تھامینی خطاب کا آغا زان
اضافہ سے فرمایا گیا تھا

”الی سید الکاتبین امن اللہ منظرہ“

مضمون کے جس حصہ کو زندہ کر اس خاص ضابطہ کی مدد حضرت
والا کی جو توجہ ہوئی تھی اس کے بعد اس کا ذکر تھا، ارقام فرمایا گیا تھا کہ
”اس مضمون کا کھنے والا اگر محقق ہو چکا ہے تو“

”یہ مضمون اس کی تحقیقت کی دلیل ہے“ ورنہ

”تحقیقت متوقعہ کی دلیل ضرور ہے“

اس کتب چوکہ سامنے نہیں ہے اس لئے ہر سکتا ہے کہ اضافہ
میں تقدم و آخر کا اختلاف پیدا ہو گیا ہو لیکن اضافہ اللہ ہی تھے
مجھے یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ ”بجاریب و جایل“ جو مسلمانوں کے فقراء کی
ایک عام قسم ہے اس باب میں فقیر نے جن خیالات کا اظہار اور جن مستند
مآخذ کو اس سلسلہ میں پیش کیا تھا اس پر فہرست کے ساتھ زیادہ شائشی
معاذ فرامی گئی تھی بلکہ خیال آتا ہے کہ بطور وصیت کے یہ بھی ارقام فرمایا
گیا تھا کہ آئندہ ان کی مشہور کتاب ”انکشاف“ کو جو صاحب شائع کریں
اس میں مضمون کے اس حصہ کا بھی اضافہ کریں۔ واللہ اعلم اس وصیت کی
تعمیل کی گئی یا نہیں

اور یہ پہلی ضمانت تھی جو اپنے عہد کے ایک مجدد کے دیر سے
اس مضمون کی بحیثیت کے متعلق مجھے تک پہنچی۔

اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا کہ اس زمانہ کے معاصر ہر چہ میں بھی اس
مضمون کی نقیصہ شائع ہونے لگیں۔ مٹی کہ مد اس کے ایک ہند گ نے نوکمان

دیا کہ ابھی مضمون صحت سے کہی شائع ہو سکا تھا، لیکن صبر سے کام نہ
 لے سکے اور تکمیل کا انتظار کے بغیر جلد اول کے مزارع سے شائع شدہ
 مضمون کتاب بنا کر انھوں نے چھاپ بھی دیا۔ مجھے اس کی خبر نہ تھی، لیکن دست
 نے اطلاع دی، تنکا کر دیکھا، کاغذ خصوصاً قسم اول میں تراشوں نے گویا
 آٹے پیسہ ہی کا لگایا تھا۔ لیکن کتابت اور طباعت مد سے زیادہ حاصل
 ممکن تھی۔ تاہم اپنے فطری اقتضائے بنیاد پر خاموش ہو کر رہ گیا۔
 پھر مضمون کی تکمیل کے بعد طبع قاسمی کے ایک اور مشہور منظر نویس
 نے بھی کتاب کی شکل میں دوسری دفعہ اس کو چھاپا، مگر افسوس ہے کہ چھاپنے
 سے پہلے اب کی بھی مجھے مطلع نہ کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا کتابت و
 طباعت کاغذ کے لحاظ سے ترجمہ ہاں شکایت کی کوئی بات نہ تھی، لیکن
 دھاسی نسخہ میں جو نقائص اور غلطیاں، دیکھی تھیں، قریب قریب دوسری
 باتیں طبع دوم میں بھی اتنی ہی رہ گئیں۔ لیکن درویش کا تہرہ ظاہر ہے کہ
 جان درویش کے سوا اور کہاں جا کر ٹوٹ سکتا ہے۔

اس عرصے میں دو نفاذات بعض اہل نظر کی نظر سے یہ کتاب گزرتی
 رہی، نفاذات اور خرابیوں کے باوجود میں نے تبریک و تحسین کے ان
 الفاظ کو ہمیشہ محبت سے پڑھا، اپنے آپ کو جن کا کبھی سنی نہیں خیال کرنا
 تھا، سروی ظفر الملک طوی تو اپنے رسالے نفاذات میں ہمیشہ اس کتاب کا
 اہتمام دیتے ہوئے الزام ان الفاظ کو استعمال کرتے تھے کہ ”زلے اور
 ایسے طوفان تحریر کا ایک عجیب و غریب نمونہ ہے“

اس سلسلے میں کم از کم میری نگاہ میں جس واقعہ کی حیثیت ایک نیا نیا
 واقعہ کی ہے، وہ اس فقیر اور موفنا عبد الماجد صاحب دریا آبادی مدیر صحت

مترجم قرآن کے تفہات کی ابتدا ہے جس مقلد میں فقیر اور سرفراز کے
تفہات کو آج خاص امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا ہے شاید ان حضرات کے
مقلد معلوم نہیں کہ ابتدا ان کی اسی کتاب "الفغاری" سے ہوئی۔
فانکار جاسد عثمانیہ میں "علم البصیاتی" کی خدمت اختصار
لرچکا تھا جاسد ہی میں ایک دن ایک کارڈ ملا ایسے حروف میں لکھا
ہوا جن سے آشنا نہ تھا اور حروف بھی ایسے کہ اپنی خام ٹھوسیتوں کی
وجہ سے ان سے یوں بھی آشنا ہونا مشکل ہی تھا تاہم کوشش کی گئی اور
بجدا شدہ آشنائی میں کامیابی اور کبھی کامیابی! جس کا سلسلہ یہ ترقی ہے
کہ اب تک انشاء اللہ تعالیٰ باقی رہنے کا "الدنیاء کے ساتھ ساتھ
"الآخرة" میں بھی امیدوار ہوں کہ اس کے نتائج سے مستفید ہونے کا
موقعہ بخشا جائے گا۔ وماذا لا علی اللہ بعزیز مرشدنا محمد المہدی صاحب
اپنے اس سب سے پہلے ضایت نامہ میں ارقام فرمایا تھا کہ تمہاری کتاب
جو سورۃ اگرچہ پڑھنے کے قابل نہ تھی۔ لیکن غالباً کسی کے کہنے سے میرے
جب اس کو پڑھ لیا تو مصنف کو اس کی محنت کی داد دینا مجھے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ شاید جرم اور گناہ کی مذکور پہنچ جائے الغرض اسی
تاکہ ازاد کے سلسلے میں اس رفیقہ مودت سے سرفرازی بخشی گئی تھی اس
سبب کچھ ارقام فرمایا گیا تھا کچھ یاد بھی نہ رہا۔ اور ضرورت اعادہ کی باقی ہی
کب ہے "سج" اور "صدق" کے صفحات میں "الحب" فقرے کے زیر اثر ان کے
ظہور نے جوابدہی نقوش ثبت کئے ہیں ظاہر ہے کہ اب اس سے زیادہ
سلسلہ میں اور کیا کھا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان صوری اور معنوی فاضل اور کوتاہیوں کے

۱۰
 اور جو جنگ اس کتاب میں باقی رہ گئی تھیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ
 بچنے والوں نے اگرچہ

اس صنف آسنہد ف من صنف لہ و تازہ بنا باں
 کے فقرے اور ضرب اسل کی حیثیت سے مشہور کر دیا ہے لیکن خدا کے
 فضل و احسان کے سوا اسے اور کیا سمجھوں کہ فقیر کو بالکل اس کے برعکس
 اپنی اس کتاب کے متعلق

من صنف حروف من صنف کی اسی ضرب کی گئی
 مسلسل نثر: ہوتا رہا۔

زبان سدا۔ جنگ بہادر سابق صدر الصدور ملک صفیہ سے
 نیاز مندی کے تعلقات کو بہت قدیم ہر پکے تھے لیکن ان کے سامنے
 اپنے تصنیفی کوششوں کو پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔
 لیکن جیسے انتھاری ان کی نظر سے اتفاقاً جب گزری تو جو اثر اس قلب
 ان کے قلب وانا اور ضمیر روشن نے لیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے
 کہ پچھلے دنوں بیسوں چیزیں فقیر نے لکھیں لیکن ثرواتی صاحب نے سب کو
 بڑھ کر ہی ارقام فرمایا کہ انتھاری مالی بات کسی میں نہیں۔ ایک مہینہ
 قریب ہوتا ہے گلے کے مشہور سیاحی مجاہد سولوی رافب امن ایم لے
 کا شفقت ناسا آیا۔ وہ ایک زائد تک ڈاکٹر اقبال مرحوم کے حلقہ
 نشینوں میں رہ چکے ہیں۔ وہی ارقام فرماتے ہیں تیری کتاب انتھاری کو
 ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی بہت پسند فرماتے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا
 کہ اس کتاب میں حضرت ابوذر کے جس خاص معاشی نظریہ کا ذکر کیا گیا
 ہے اسی کو نصب العین بنا کر ڈاکٹر مرحوم نے سولوی رافب صاحب کے

آئادہ کیا تھا کہ "ابو ذر سوسائٹی" کے نام سے مسلمانوں میں ایک ناس جات
تیار کرنی چاہئے۔

تیس سال کی مدت کے یہ سوانح ہیں۔ جو اس کتاب پر گزر رہے لیکن
میں ان کو نااہلوں کی وجہ سے جو اس میں رہ گئی تھیں ہمیشہ اپنے آپ کو
حق میں پاتا تھا۔ کچھ دن ہوئے "آراء" کے بیٹھ گیا۔ اور نظر ثانی میں
مشغول ہوا "مضامین" شباب کی کھی ہوئی کتاب کو اپنی کہولت بلکہ شرف
کے قریب زمانے میں دیکھنے سے جو کیفیت کسی مصنف پر گزر سکتی ہے
گزری تو وہ مجھ پر بھی "وہ جی چاہا کہ بیانے نظر ثانی کے نئے سرے سے
اسے پھر مرتب کروں۔ اس عرصے میں بعض نئے معلومات بھی مختلف
کتبوں میں مل گئے تھے

لیکن پھر خیال آیا کہ ایک خاص وقت میں جو واقعی بری زندگی
کا خاص وقت ہی تھا اس کے یاد دلانے کی جو کیفیت کتاب کی
موجودہ حالت میں برپا رہتی ہے "بدیہ" ترتیب و تدوین میں وہ بات
باقی رہے گی "ناسب" یہی معلوم ہوا کہ نوشتی کے زمانے میں جس طرح بھی
جہیز پر پڑی تھیں اب اس کو اسی حال میں رہنے دیا جائے بلکہ بعض
جانتے والوں نے تو مجھ سے یہ بھی کہا کہ جس حال میں یہ مضمون تم نے لکھا
ہے، چونکہ اب وہ حال نثارا باقی نہیں رہا ہے اس لئے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ
بدیہ ترتیب و تدوین میں الفاظ اور عبارت کے لحاظ سے کتاب زیادہ

لے یہ رائے میرے بھتیجے جلال بھائی جواد علی سید کا رہی جس نے سوانحہ خال
کی وہ اصرار سے مجھ سے باتیں کر رہے تھے کہ ان کی مختلف نئی نئی باتیں ہیں، انہی، انہی، انہی، انہی
ہو سکتی ہے اسی لئے اس کی اس کے کچھ پر خاص اثر پڑا۔

بہتر اور پختہ بن جائے۔ لیکن تاثیر کی جو کیفیت اس میں تھا اسے اس زمانے کے باطنی واردات اور احساسات کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے وہ یقیناً نہ پیدا ہو سکے گی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس کتاب کے بنیادی اثری نتائج کے معائنہ کرنے کا سرفہ وقتاً فوقتاً مجھے ملتا رہا ہے اپنے قلمی دوستوں نے غمخوارانہ کتاب کے متعلق ان کا تجربہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ کے ایک رئیس داماد مولانا محمد عمر میں نہیں زیادہ تھے حضرت مولانا محمد علی صاحب (مؤرخ) قدس سرہ نے ان کی خانقاہ کی مجلس میں ایک دن ان کو دیکھا کہ چنگ پر روٹ رہے ہیں اور چکیاں بندھی ہوئی ہیں مولانا رحمت اللہ ان کا نام پتا منظر پر دینا تھا ایک شخص عربی مدرسہ کے ناظم دہانی تھے اب انتقال ہو گیا (مدرسہ) ہر حال اس حال میں ان کو پارکرب میں نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ فرمایا کہ کیا ہوا؟ خود تم نے فرج کیا اور پوچھے ہو کہ تڑپتے کیوں ہو؟ دل نے مجھے بھائی! ابھی تھا اسٹریٹن حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا پڑھ رہا تھا بعض مقامات اس کے ایسے تھے کہ دل بے قابو ہو گیا اس وقت دور ہا ہوں اور ایک دن ہی کو نہیں اسٹریٹن حضرت پر اس کتاب کا اثر بھی پایا گیا ہے۔

ان ہی وجوہ و اسباب نے جدید تدوین و ترتیب کے خیال سے زہاد یا صوفی کتابت کی ضحیاں جہاں جہاں رہ گئی تھیں مٹی اور سب ان کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور کچھ جدید معلومات اس عرصے میں جو جمع ہو گئے تھے ان میں سے بعض ناگزیر اہم باتوں کا اضافہ چند موانع پر کر دیا گیا ہے۔

ہمارے برادر عزیز سیدی محمد نعم الدین صاحب (نظام آباد)

میرے تہیج اور اس اضافہ کے بعد وائے محبوبہ نسخہ کو پھر قلم سے فضل
 کر کے میرے حوالہ کر دیا تھا جو کئی سال سے میرے پاس پڑا ہوا تھا اب
 میرے محترم دوست مولوی غلام دستگیر رشید پروفیسر نظام کالج کی
 تحریک کے مولوی اقبال یلیم صاحب (گکا ہندری) تیار ہوئے ہیں۔ کہ
 اس نسخہ و سر نسخہ کو جمع کر کے شائع کریں حق تعالیٰ ان کی امانت فرما
 اور ان کا یہ نیک ارادہ پورا ہو

واللہ یعول الحق وهو یهدی السبیل

فکار

شاہراہ سن گیلانی

کیرہا سہ خانہ شب وینیات

۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۸

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبیلہ غفار کی | کہ کمرہ سے جو کاروانی راستہ پابڑوں کے دروں اور
جائے سکونت | ریگستانی بیابانوں میں ہوتا ہوا شامِ طلیحین کی طرف جاتا
ہے ٹیک اسی شاہراہ کے کسی ایک ست میں غفار بن میل
بن نمیر (جو کنانی النسل عرب تھے) کی اولاد غفار کے نام سے بسی ہوئی تھی وہاں
وہ سے اس لفظ کا تعلق نہیں کے زیر اور ف کے تشدید کے ساتھ کیا جاتا ہے جو
غلط ہے صحیح یہ ہے کہ فین کو کسرہ یعنی زیر اور ف کو بغیر تشدید کے پڑھا جاتا
یعنی غفارس۔

یہ ماحول جو کہ اٹھارے کے دروازے اور مشہور حرکہ کاروانی کے ذکر میں پیش کیا ہے کہ میں غفارس
میں غفارس بن غفار غفاری اور اس کا تعلق ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں صحابہ کی ساری سلسلہ
بنی غفار کے ساتھ درگاہ کا بیان ہے کہ ان کا اولاد ان کا اولاد ان کا اولاد ان کا اولاد ان کا اولاد ان کا اولاد
تھے سال ہی : بھی ہیں ۱۱

یہ کہ نہ حضرت علیؑ شہیدِ کربلا کے بعد عربیہ میں داخل ہوئے ہیں اور انھیں حضرت ابوذر غفاریؓ
نہاں نہ خانہ حضرت علیؑ شہیدِ کربلا کے بعد عربیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ بیانِ تفصیل ۱۱

یہ بخاری، فضائل بنی سدی ۲، ص ۱۱۱

فریشت کے رعد الصیف کا ابلات و شوق انیس پہاڑی
 غفاریوں کے سرکوں کی پشت پر پورا ہوتا تھا آئے دن فریشتی اجموں
 اخلاق و عادات وہی سا ہو کاروں کے ہزاروں اونٹ عرب کی ٹھوس پیدا

واروں سے لہے ہوئے شام کی طرف جاتے تھے۔ وہاں سے شامی نئے
 رومی دونوں کے اخبار عرب لانے تھے خیال کیا جاتا ہے کہ جوں جوں بدیع
 حکومت شام میں اپنے قدم عام ہی تھی عربی تجارت کو خاص ترقی ہوتی رہی۔
 فسانوں کی پشت پناہی میں رومی جہازوں تکس عرب کی بخوبی گزر ہوتی تھی۔
 ان کے لئے ان گھروں میں ہر طرح کی آسانیاں پیدا ہوتی رہیں تا آنکہ آخر زمانہ
 میں زعمرب تجارت سے رومی حکومت نے ٹھکی کا حصول بھی اٹھا دیا تھا۔

نباس کا متقاضی ہے کہ عرب کی ان تجارتی ترقیوں پر سامنے کے قبائل
 و عرب کی چھائی ہو گئیں پڑنے لگیں اور رفت رفتہ اس معاملے نے یہ صورت
 اختیار کی کہ فخر کے جو شے بھاؤ زبور انوں سے نہ رہا گیا۔ پھر جیسا کہ چہات
 و انھوں اور تجارت لے بخوبی جذبات و ترقی کا تقاضہ ہے۔ فخریوں کے
 انھوں سے سامن مبر جھڑ گیا۔ گزرنے والے فاطمہ پر انھوں نے ڈاک
 زنی شروع کر دی۔ چہاڑے راہ گیر و غریب مسافروں کو روکنے لگے
 اس کے بعد یہ ناگھن تھا کہ ان کی فارت گری اسی حد تک اگر ٹھیر

جاتی۔ ہر جرم و دہر سے جرم کا مقدمہ ہے علم النفس کا ایک مشہور و مسلم
 ہے فریب اپنے ملک سے تجارت کی دوسری دوسری میں لگا کھٹنے کہہ رہیں ان کا سفر خد
 و سرحد عرب و انھوں کا نام رعد حبیب یعنی گری کا سفر خد و سرحد میں رہیں کہ لڑائی ٹھہروں
 میں لگوتے رہتے۔ علانیہ طرف پہل جاتے تھے وہ اس کا نام رعد انشا یعنی مردی کا سفر خد
 تھا کہ بعد ان کے دونوں صوبہ کا ڈاکو خاص خاصیت کے ساتھ کیا ہے ۱۲

فانون ہے۔ منیر کے خلاف جس وقت ایک کمرہ ہی بھی سرزد ہو جاتی ہے تو
 آئینہ اب اس کا انداد و شکل ہو جاتا ہے۔ بااوقات بے باکی بہت زیادہ
 دہزاگ ہو جاتی ہے۔ خنایوں کو کیا سلوم خاک راہزنی کے بعد نہیں برد
 گرد کے فیلوں کے ریوڑ بھی آفت و تاراج کی دعوت دیں گے مٹی کر ایسا ہی
 ہوا۔ خناری ناکوؤں کی ایک جماعت بھی جو صبح کی اندھیریوں میں اکثر
 قبیلوں پر چھا ہے، مرنی۔ چراگا ہوں یہ وحادے کر کے ان کے انڈوں کو
 ہکا بھاتا۔

خنسار کا شہر حرام کی تکلیل | آتا کہ اگر اسی پر بس ہو جاتا تو بابت تک
 قیمت تھانین یہ نہیں رہ سکتا تاکہ جب میٹل پستی اور مال اندازی کے
 ناپاک جذبات کا دھون اور دھون پر تھوڑا ہر جات ہے تو انسان پھر انسان باقی
 نہیں رہتا۔ اس کے دل و دماغ پر جبرگم باقی ہے۔ پھر وہ نہ حقوق اللہ
 کی پرواہ کرتا ہے اور نہ حق اللہ کی زبان عامت اسے روک سکتی ہے جس
 دہرا کے دیوناؤں نے ہمیشہ روحانیت کی دیواروں کو مسمرہ دل سے دھکا
 بڑا دیا ہے مٹی کہ اس میں عزت و خود داری بھی محفل ہو جاتے ہیں۔

جی آدم اپنی ہستی آپ فراموش کر بیٹھا ہے۔ اسے بالکل خیال نہیں
 ہوتا کہ بری حرکتوں پر دنیا کیا کہے گی۔ خدا کو کیا جواب دوں گا۔

پی بد حالی ہی ابر کا خنایوں پر آفریں جاری ہوئی کہ اب تک
 وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے عرب کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایک
 صد تک ایام جاہلیت کی بین الاقوامی فانون کے اعتبار سے یہ امر خفاں

مگر ان دنیا پرستوں نے جسے خیال میں محض اس لئے کہ ان چار ہیزوں کے قافلے انہوں سے بھاو جہ سانح ہو جاتے ہیں متفق ہو کر یہ قانون پاس کر دیا کہ اشہر حرم کی تمام احکام و رعایات ایک بے سنی مذہبی و حکمرانوں میں ہیں۔ علاوہ مذمت پرستی کے بڑی غرابی یہ ہے کہ ایک ضمیمہ ساشی نقصان دہ کسی طرح قابل برداشت نہیں خضاریوں کو اخلاقیات پر تکیہ ہے اور بہت ممکن ہے کہ محض اس مقصد کی وجہ سے ہماری رعایت تریہ افلاس و شکست کی شکار بن جائے۔

انفرض قبیہ خضار نے اشہر حرم کی حرمت کو عدال کر کے پھر وہ گھل بھلا کر عیب کی سب سے بھاو۔ قوم قریش بھی ان کی ترک تازیروں سے دہنے لگی انہیں ہر سرفہ پر باوجود سید الاقوام ہونے کے ان کی رعایت کرنی پڑتی تھی۔

آپ کی ولادت
اور نام و نسب
خضاریوں پر اسی قسم کے ضعیفان و ترو کے بادل چھا رہے تھے لیکن میں انہیں انوں میں جتاؤں کہتے
بن سعید بن اوس بن اوس بن سعید بن عامر بن خضار
کے گھر آ کر بنت ربیعہ کے بطن سے جو ایک خضار یہ خاتون تھیں وہ سید
لاکھ پیدا ہوا جس سے زیادہ سچی زبان والے انسان کو زمین نے اپنی پشت پر
بیٹھ کر کھینچا۔ قرآن مجید نے بھی ان ہیزوں میں نہ انہیں سے بھاوے مگر ان خضار خضار یہ
لان ہیزوں میں از کتاب جہانم میں زیادہ برائی ہے وہ بعد از گناہ گناہ ہے ۱۱۔ ہزاروں میں
۱۲۔ بھنبہ وہ ہے جس کو زمین حرم کا ایک سو خاص خاص ضمیمہ ہے کہ گناہ کی پائی
اس میں زیادہ نہ ہو جاتی ہے ۱۱

کبھی نہیں اٹھایا تھا اور نہ آسازوں نے اس سے زیادہ اصدق ترین لہجے والے کو اپنے آغوشِ حلال میں پالا تھا اور جو اپنے میری تعریفی دورِ حکی وجہ سے اخیر میں مسیح الامتہ کے نام سے لقب کیا جانے کا بجا طور پر مستحق قرار پایا۔

اں باپ نے آپ کا نام جندب رکھا اور اسی نام کی وہ پیاری تفسیر ہے جسے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "یا جندب" کے مشتقاقِ خطاب میں استعمال فرمایا ہے۔ ابو ذر آپ کی کنیت ہے عام محمد آپ اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے۔

ایامِ جاہلیت کے : بالکل ناممکن ہے کہ انسان جس قوم میں پیدا ہو اُن کے عادات و اطوار کے پرتوئیں پر ابتدائی حالات و سیر نہ پڑیں۔ إلا ما شاء اللہ غدار ایک غارت پیشہ، اہلِ قوم تھی۔ تو کوئی عقب نہیں اگر حضرت ابو ذر غفاریؓ میں بھی اُن کے عادات و خصائل پیدا ہوتے۔ بالآخر یہی ہوا۔ جب کچھ جوان ہوئے تیرہکان سنبھالنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ دست و بازوئے توار کے قبضہ کی طرف اشارہ کیا۔ اُٹھے اور جا کر قافلوں کو روٹے دیا۔ ریوڑوں کو بھگلا لائے فطری شجاعت نے اُن کو اور بھی زیادہ نہ بھر جی رہا کہ حضرت آپ کے نائب میں اس کی خیل آتی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں رہی گامِ سیاقی ۱۱

میں بعضوں نے آپ کا اصل نام برہ بنایا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی ہو گیا ہو۔ لیکن دو نام نہیں ہوتے ۱۱

جری بنا دیا تھا۔ کبھی کبھی زیادہ دور اُٹھتا تو تنہا راتوں کو قبیلوں پر
 چاہتے، اور عرب کے بہادر گھوڑا سواروں کو ہلاک کر تہ تیغ کرتے جوئے
 اونٹوں کو بھگا کر اکیلے اپنے قبیلے تک لے آتے۔ کبھی خیال گزرتا تو
 گھوڑے کی پیٹھ پر بلا کسی زمین کے کا۔ وائوں کو باکروٹ کھسٹ دیتے
 ایچنے والوں کا بیان ہے ان کا علا پیاوہ پاہر اتو عجیب چستی و جاہ کی ہے
 غافروں میں گھسٹتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بھرا ہوا شیر بکریوں پر
 جا پڑا ہے۔

ایسا معلوم ہوا ہے کہ انھیں اپنی اس قزاقانہ مسامی پر قوم کے
 بزرگوں سے خوب خوب دادیں ملیں اور چونکہ جو ان جہیتوں کی اشتعال
 پذیری کے لئے اس سے زیادہ موثر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے
 انھوں نے راہزنی میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا ہو گا اور اس معاملہ میں
 نسبت اور درگوں کے ان کی دست درازیاں مدت گذر گئیں ہوں گی۔
 اور یہ نزدیک یہی زیادتی شاید ان کے لئے
 راہزنی سے توجہ مفید رہی۔ غالباً ان کی سلیم فطرت بچوں کے
 مسلسل شور و بکا، عورتوں کی گریہ و زاری سے اخیر میں متاثر ہوئی۔ تا مکن
 ہے کہ ڈھانڈیں مارا کر بیچاری عورتیں ان کے قدموں پر روز و شب
 تراپتیں۔ اور وہ دل جو قدرت نے ان کے سینے میں ودیعت فرما دیا
 حقان سے نہ چھٹتا۔

آخر کچھلا پیجا کہ آپ پر اسلی فطرت غالب آگئی۔ اور صحبت
 کے بسے آثار جو طبیعت نے غمے منہر ہو گئے۔ آپ کو اپنی خالانہ حرکتوں
 پر سخت مذمت ہوئی عقل نے بھی اندرون دل میں رافت اور محبت کی

بازیں پٹکائیں۔ اور اخیر میں یوں بکھو کہ وہ جو ہمیشہ گرتوں کو سنبھالتا اور ڈوبتوں کو تڑا آپت ٹروے سے زندوں کو اٹھاتا ہے۔ اُسی کا دست کرم ظاہر ہوا اور کھل گیا کہ یہ جو کچھ ہے حرص کی فلاحی اور ہر اہوس کی پرستاری ہے۔

اور خیالات میں یہ انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ شرفیہ کے دریا کو جنسٹ میں لے آیا کہ اس کے بعد ہی جیسا کہ ہر نائب کو توبہ کے بعد ہوتا ہے کہ جہانم و مہاسمی کی مصل فہرست آنکھوں کے سامنے کھل گئی۔ گزشتہ قندیلوں خونریزیوں کے خیال نے ہوش اُڑا دئے۔ آخرت کے خیال نے دل میں بل پل ڈال دی

عرب مشرک نہ تھے دیوتاؤں اور دیویوں پر اسلام سے پہلے انہیں یقیناً بھروسہ تھا اور بنی خدا بھی تمام عبادت خدا کا خیمہ اعمال منکرات و جنسٹ میں اُن کے دوش بند تھے لیکن قرآن و حدیثِ پیام و اشعار کی تہج سے ایسا صدمہ ہوا ہے کہ خدا کو اُنہوں نے سرے سے جلا نہیں دیا تھا اگر ہم کہیں کہ وہ اپنے تمام مجہودوں میں خداوند تعالیٰ کو سب سے بڑا سب سے زیادہ قدرت و حکمت والا مانتے تھے تو کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ بتوں کو اُنہوں نے محض سفارت و شفاعت کا جہد دے رکھا تھا اپنی معمولی مامات یا فخر دینی ضروریات کو ان کے آگے پیش کرتے تھے ورنہ اگر کوئی امر ہمہ پیش آجا تو اس وقت اُن کی پیشانی بھی خدا سے واحد ہی کے آگے جھک جاتی تھی۔

فاذا ركبوا في الفلاح عروا جب کشتیوں پہ سوار ہونے پہ تو

اللہ مخلصین لہ الدین
فلما انجاہرا الی البرکات
مشہر سکون۔

خاکر جے اوں سے بچاتے ہیں ہر
بے رادہ صبر ٹکڑوں کا رہنا ہے
نہیں ترک کرنے والے رہتے ہیں۔

جے بھی اسی خیال کی تاکید ہوتی ہے۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ سب سے پہلے
اور میں تو ان بتوں کی چنداں وقت بھی نہ تھی کھجوروں کے بت کو
نکال کے ایام میں عرب کا پٹ کر جانا ان کی دلی کریم کی پوری تسبیح کر آ
ہم کیف وہ خداوند تعالیٰ کو ضرور مانتے تھے اور سب سے
بڑا جہود مانتے تھے۔ اپنے اہم معاملات میں اس کی حوث رجوع کیا کرتے
تھے علی الخصوص صوبہ کوئی افرادی ضرورت ہر۔

اور اسی بنا پر میرا قیاس ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو چونکہ اپنی ماقبیلہ کی بد انجالی کا خوف روز بروز بہت زیادہ
شدت پذیر ہوا۔ مضطرب ہو کر انہوں نے بجائے اساتذہ الکرامات
و اعزائی کے یہی۔ اسے قافلہ کی کہ میرا جرم عظیم ہے میں نے سیکڑوں بکیوں
مسافروں بچوں اور مردوں کو بے دردی کے ساتھ سنا ہے۔ اس لئے
اب مجھے اپنی عمر کا باقی حصہ کبھی خدا کی عبادت و پرستش میں گزار دینا
چاہئے۔ لیکن ہے کہ یہی عبادت گزشتہ ستمیوں کی کفارہ ہو جائے اس
خیال کا رنگ آپ پر اس قدر گہرا ہو کر چڑھا کہ بغیر کسی تعلیم و ارشاد کے
خود اپنے ہی سے عبادت کی کچھ صورت مقرر کر لی کہ صرف دل کی پشیمانی
سے آہستہ خیال گزاروں میں روجہ خواہش تک روٹس نہاں صفحہ خارجہ پر نہیں کہ
سجود و بیس (چوں کی داستانیں) اور آنگ خدیم (پرنا محبت) کہ کہ غرض سے اور
دیے کی کوشش کرنا خواہ۔

اور افراد اور ہمت سے عبادت کی حقیقت مکمل نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ
فطرت سیر بشریہ کا تقاضا ہے۔
خود فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَلَّيْتُ بَابْنِ اَسَى	برسہ ضعیفہ میں رسول اللہ صلی
قَبْلَ اَنْ اَتَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ	عید، سو کی زیادت سے مشرف ہوئے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سَنَيْنَ	تین سال پہلے سے برسہ
وَطَبَفَاتٍ وَصَحْرٍ مَّسْلُورٍ	بڑھاتا تھا۔

راوی نے پوچھا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے کہ عرب کی فک و مشاغل
کو دیکھتے ہوئے اس کو نماز کا نام سن کر تعجب ہوا آپ نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ کے لئے

اس نے پھر پوچھا کہ تو کس وقت رخ کر کے پڑھتے تھے جواب میں فرمایا۔
حبیب بوجھنی اللہ

اور اخیر میں تو گزشتہ اعمال و افعال کی فراوانی دیکھ کر
اس پر آپ پر غشیت سلا ہوئی کہ تعجب ہوا ہے۔ خود بیان کرتے
ہیں۔

اصلي عشاء حتى اذا كان	اصلی عشاء تک کہ جب کلہا اور کلہا پہنچا
اخرا السحر الغيب کافی	آخر السحر یعنی غیب سے کافی
خفاء حتى تغلظ الشمس	خفاء تک کہ سورج غلظت
صبح سحر صفات	

افرنس چندی دنوں میں حضرت ابو ذر غفاری کا رنگ ہی «سرا

ہو گیا۔ راہزنی کے تمام دوسے اہل سنت و جماعت کے جوش و خروش کا ایک نمونہ
 چمکے جیسے شادابی و صحت میں نمودار ہوتے۔

ایسا خیال ہوتا ہے کہ بی فناء پر آپ کی اس ایضی حالت
ترک وطن کاں میں نہ ہوا ہر گاہ۔ دنیا تو ان باتوں کو کہ ایک جنم
 دہرے کی کھینچے ہوئے آبیائیں کو اپنے فرم کے ایک نئے جہاد کی ہی کہ
 جہاد بہت کچھ کہنا ہر گاہ ساتھ ہی اس کے جیسا کہ نفس انسانی کی
 سیر فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اندھے کوسروں کی حوت جاتا دیکھ لڑ جاتا
 خستہ اور کوشش کر رہے کہ وہ اس میں گر نہ جائے اسی طرح یقیناً
 محنت بولہ فضا کی یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل میں جیروں کو اپنے روحانی مقام
 کے ذریعہ سے نہ سمجھ پٹتے تھے ان سے اپنی نرم اور پادری کے لوگوں کو
 روکتے ہوں گے خصوصاً جب کہ ان کو اپنی قوت فیصلہ کی طاقت پر اس
 درجہ اعتماد و اعتماد تھا کہ وہ ایم اسلام میں صحابہ کی راہوں کی بھی پروا
 نہیں کرنے تھے جس کی نفیس ان کے آتی ہے تو غالباً اس روک ٹوک کا
 قصد اپنے بڑھتے زیادہ دل کشی ہر گاہ نفیس تو نہ مل سکی گمان ہے کہ
 کمال شہر فرم ہی کے سلسلہ ہوئی اور معاملہ زیادہ نازک ہوا۔ بنی فزار
 زادہ اذیت و پیکار ہوئے مگر کہ جب یہ ہو کر آپ نے اس وقت ترک وطن
 مناسب سمجھا فرماتے ہیں۔

خدیجہ من قومنا عفار و کلابا
 جو نرم حدت بنی قریظہ ہوں روک

یصلون الحرم رحمۃ ربی علی
 عوام میرا کہ وہاں بکھنے

اپنی جہاد ہی کے قصے و بیان میں شہر فرم (عوام جیسوں کی) نفیس کہ
 آتا ہے کہ آپ کی زیادہ براہ فرادگی اسی مسئلہ پر تھی۔

خلفہ کے غیروں پر جو ان کے بچنے کے جھیلنے کی جگہ تھی۔ ان صحراؤں پر جو ان کی شہساری کے بازیگوار تھے۔ آہ کہ ان سب پر بھگواہ مسرتی الم ڈالنے ہوتے وہ رفعت ہو رہے ہوں گے۔ مگر اُسید نہیں کہ خدا کا کوئی آدمی ان کو روکنے کے لئے اُٹھا ہو گا۔ اور فخری کیا روکتے کہ وہ زہا ہوں تھے اُجیب جب تعلیم یافتہوں کا یہی حال ہے تو نا بجا ہوں پر رسد۔ غصہ ضابطہ ضعیف روایتوں سے جب یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو ذرؓ جس سال اپنے وطن سے اہرنکھے وہ قحط کا سال تھا بلکہ داروں نے "مس" کی اس کمی کو جہاں کی پاکی قرار دی ہو گی۔

ماموں کے یہاں آنا ہی ہر آپ نے فخر کو چھوڑا۔ قریب کے رشتہ داروں میں آپ کے ایک ہر بان ماسوں نجد کے اُلاتی علاقہ میں اقامت گزریں تھے۔ وہیں کا ارا او کیا۔

فتح شازل کے بعد اس قبیلہ میں پہنچے آپ کے ماسوں نے جو اپنی بھینڑی ہوئی ہیں (یعنی آپ کی والدہ) کو اس غربت کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا ہی بھڑایا۔ بھانوں کی تسلی کی بجائے خالی کردے غرض ایک ماس ہے جس ہمدہ دی کی اُسید ہو سکتی تھی وہاں آپ کو میرا آئی۔ نہایت چین و امنیوں کے ساتھ رہنے لگے۔ یہاں ان کو اپنے منٹھ سے کوئی روکنے بھی والا نہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ خبروں نے آپ کو سکوت و صبر کی تعلیم بھی دے دی تھی کوئی نہافت بھی نہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دن اسی طرح آرام و سکون کے ساتھ گزرے۔

لے جتہ ۱۰۰ ہا۔ ۱۰۰ نیم سوئے کو مد کتب خدا صہ ۱۰

ماسوں کے پاس سے روانگی | ماسوں نے بھی آپ کی منہربیب اور
جو ہر ذاتی کو پہچان یا روز بروز ان
کی توجہ نیا دہوتی جاتی تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ماسوں کے
ہاں آنے جانے اسے لوگوں کے دل میں رشک کا مادہ پیدا ہوا۔ ان
ادوں جائیوں نے بہت سے حاشیہ نشینوں کی جگہ لے لی۔ ان کے
گھر کے کام جواب تک دوسروں کے ساتھ مشفق تھے۔ ان لوگوں کے
سیر و ہر گئے۔ ان غرض مختلف اسباب و محل نے اس مادہ کو تیسرے کیا۔
بیان تک کہ رشک نے مسلکی صورت اختیار کی غافلوں کی ایک طاقت
تیار ہوئی جو ان کے خلاف ہر مکانی کوشش کرنے کی فکر میں مصروف
رہتی تھی۔

آپ کے ماسوں کبھی کبھی سیر و رشک کی غرض سے گھر سے باہر بھی
جایا کرتے تھے۔ غافلوں نے اس کو ضیقت سمجھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے
کہ بھروسہ نے مل کر آکر کہا کہ

جناب مہربیب آپ باہر جاتے ہیں اور گھر میں کوئی نہیں
ہوتا تو آپ کے بدلے انیس گھر والوں پر انیس لکھتے
ہیں اور ہر قسم کی ابتری پیدا دیتے ہیں ان کی وجہ سے
لوگوں کی ناک میں دم ہے۔

آپ کے ماسوں کی عنایات کو آپ کے بھائی پر بہت زیادہ بڑھی
ہوتی تھیں اور شاید اسی وجہ سے شکایت کا ان پر کوئی غیر معمولی اثر بھی
نہ ہوا تاہم وہ آدمی تھے۔ ایک دن سرتہ پا کر انہوں نے پوچھ یا کہ بھائی
انیس ایسا کیوں کرتا ہے۔

اس جگہ کا سننا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 پتے سے باہر ہو گئے ایک تو اس لئے کہ وہ غری حرم پر ایک کمرے
 مرنے کے آدمی تھے۔ دوسرے غربت و مسافرت میں انسان کا دل پہنچتا
 چھڑا ہوا ہوتا ہے۔ وہ کسی کی عمری بات کی بھی آب نہیں دیکھتا۔ پھر
 واقعہ بھی۔۔۔ سے متعلق اور ممکن ہے کہ انجام کا بھی خیال آیا ہو۔
 کہ اگر اسی طرح ہم لوگوں کی شکایتیں ہونے لگیں تو کراچی میں سالہ زیادہ
 غمناک و تنگ نہیں رہتا ہے۔ لیکن ہر سکتا ہے کہ آئندہ وہیں اپنے
 اس کے گھر سے بے عزت ہو کر نکلتا ہو۔

اس پر کیا تھا۔ مدت بھر سے بیک میں آپ نے اپنے اس
 مخالف کرتے ہوئے کہا۔

آپ نے تمام کوششیں مساوات کی جہاں کو کہ ماکر دیا
 بس اس کے بعد ہمارا اجتماع آپ کے ساتھ ممکن نہیں۔
 اور اپنے اونٹوں پر لہ کر باکسی رفعت کے مدعا ہو۔

پھر اسے اس کو کیا خبر تھی کہ نفس اتنی سی بات پر چھینے اور ذکا
 بہ مال ہو گا۔ تو ہکا بکا ہو کر۔۔۔ کے۔۔۔ کے۔۔۔ تئیں دیکھتے تھے کہ
 یہاں کو سننا ہے وہ وقت بھی نہایت دردناک تھا جب ان لوگوں کے
 اونٹ اس قبیلے کے کل رہے تھے خود حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کا بیان ہے۔

فخطہ خالنا بشوبہ وجعل منی اس لئے کہ کہینہ طماک کہ منبتہ

ان مرض مالی چار تئیں اور آپ کو یہاں سے بھی نصرت ہوا ہوا۔

لے ہم تمام وہ خاتمہ جو سلم۔ جنت ہے اور وہی

کہ سحر و جادو کا مشہور شہر تھا۔ اپنے انہوں کو
 کہ کی طرف رخ کرنا اسی طرف پھر دیا غاص شہر میں تو جانا آپ نے
 مناسب نہ سمجھا لیکن اسی کے اور اگر کسی قریب کے گاؤں میں تو رہے
 اور وہیں بروہا باش اختیار کر لی۔ اس پر کچھ دن گزار گئے کہ اسی عرصہ میں
 آپ کے بھائی انیس کا جو ایک زبردست شاعر تھے کسی دوسرے شاعر
 سے شاہد ہو گیا۔ انیس اپنے اشعار کی تعریف کرتے اور اُسے بلند پایہ
 بتاتے اور دوسرا اپنی شاعری کی مدح سرائی کرتا اور اسے بڑھانا العرش
 اسی ناک جھٹک میں شرہ کی نوبت لگئی۔ بات اس پارچے ہوئی کہ وہاں
 وہ اپنے برا بھینٹے کو اس کے گدڑ کے ایک کاہن ملو مضر ہوا اور وہ
 اس کے پاس حاضر ہوئے۔ خوش قسمت سے کاہن نے حضرت انیس کے مرنے
 فیصلہ کیا۔ ان کے اشارہ کو غصے شعروں سے چھڑتا یا حضرت انیس خوش
 خوش اپنی ریوڑ کے ساتھ اس کے ریوڑ بھی قیام گاؤں پر ہٹا لائے۔ حضرت
 بروہا غصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس تاہید بھی یہیت مسرت ہوئی
 اور بارہوی تک بروہا زمانہ تھا کہ افسانہ سادہ یہ کہ ابابلیب کے
 نام و امیاء کے لئے غار انبیہ پہلی شہید و سلم
 باریابی کے اسباب کی حقیقت قدیہ کا انتخاب کر چکی تھی قرآن کا اثر
 نزول الہی بملت کے حوادث گزار چکے تھے۔ اسلام کی تبلیغ کی آواز وسیع
 تھیں نہ تو انیس و صحیح طرہ فصاحت کا جوہر نہ کی شہرت اور انہوں کو ہی کی
 ان کے حوالہ کی ہے۔

یہ کہ انہوں میں عربت شاعری کا دار و آسہ ہر حال میں کے تھا ہے۔
 کہ عرب کی مشہور شاعر تھا۔ رضی

رہے ہیں سے گزرا۔ کرام انصاری میں کوئی پکلی تھی۔ مگر کھرا اس نئے دین ظاہر
 لڑ غالب کا چرچا تھا کھادوں میں اسوت پرستی کے جذبات سر جڑت تھے۔
 بہوں سے بوز محسن تک اپنے خود تراشیدہ سہرودوں کی تابیدوں میں
 سرشار ہوا تھا۔

ادھیروں اور مکہ میں آکر بازار کرنے والے اعراب و مسافر بچ
 کان کھڑے ہر پچھنے کت جو باہر جا آو اس خبر کو ہر اپنے شناسا
 خنبے والے کو غیب سے سنا تھا۔

اسی عرصہ میں کہ سے کوئی مسافر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے پڑاؤ کی حوت گزرا۔ آرام بیٹے کے لئے کچھ دیر شاید وہاں ٹھہرا
 ہر گاہ بات میں بات پیدا ہوئی۔ معلوم نہیں حضرت ابو ذرؓ کے خیالات
 سے اسے قبل سے واقفیت تھی یا اسی وقت ان کی گفتگو سے اسے معلوم
 ہوا کہ آپ بھی ایک ہی خدا کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ ہر کیفیت
 اس نے کہا۔ ابو ذرؓ! یہ تم جو کچھ کہتے ہو کہ کا ایک شخص مجھ سے اسی کامی
 ہے۔ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حکام نازل فرمایا اور اسے
 اپنا پیغمبر بنا دیا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی مجبور سے
 کوئی واسطہ نہ رکھو۔ اس نے تو رادوی میں یہ خبر سنائی۔ لیکن ادھر حضرت
 ابو ذرؓ کا دل بیروں اچھل پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہر تصور کی بجائے
 نے ان کے دل و داغ کو روشن کر دیا۔ جگہ بجا کہ وقت قریب ہے۔ دل کی
 بجھ چکی۔ آسمان سے اتر چکی ہے۔

خنبے ہی خنبیل کر بیٹھ گئے۔ نہایت منہrab کے ساتھ ہر مکاشفہ

خدا جانے حضرت ابو ذرؓ نے کیا دیکھا سنا ہے کہ کیا چیز تڑپ کر بھل گئی مگر
 فرما لکھ سوچ کر آپؐ کا ایک قسم گئے خود ساختہ حمایت و سکون جاری
 کہتے ہوئے مجھ سے اس طرح جب کہ ایک بدنام واکام کر رہا محبوب سے
 دیکھا گیا ہو اور آنے والے سے کسی کی غیریت و مسلح اپنی افاد
 کے ساتھ پرچھتا ہے انہیں تو آپؐ نے اجازت دی اور اصل مقصد کر
 میں بے غرضانہ اسلوب مکرول اور تقویٰ میں اور کیا ہے میں اسے مجھ
 جاری سے نقل کرتا ہوں۔

ارکب الی هذا النوادی وعلو	سید الی دروہا اور حاضر ہیں
لی علم هذا الرجل الہدی	لو کہیں بیٹھے دیکھتے تھے وہ اپنے
یونعم الہی یا نبیہ الخیر	یہ ہیں انہی کے کہتے کہ تمہارے
من السماء وسمعہ من قولہ	میں کہ اس طرح تو میں دعا کرتا
سلا مشنی	میرے کہ سارا کیا کہنا دیکھ جوتا

اور حضرت انہیں ذکر و دعا ہر شے اور ایک شے انفرادی خواجوں کے
 نصرت جوتے ہوئے حضرت ابو ذرؓ کے دل و جگر میں بھڑکنے لگا رہا کہ اس کی
 شدت بڑھ رہی تھی۔ معنی کہ اس سختی کو آپؐ اسلام کے بعد بھی نہ جوتے تھے
 اپنی داستان سناتے ہوئے فرمادیتے

فراہات علو لے

بہر کیف دیر ہوئی تھی! نہیں لیکن حضرت ام ذہرؓ پر یقین
 بیت گراں گزرا اور شاید اس سے زیادہ شکایت کسی زانی کی نہ ہوئی
 بھی نہیں کی۔

حضرت انیسؑ واپس ہوئے ایک معمولی انداز کے ساتھ ملے اور پھر چپکا کہ اتنی دیر تم نے کہاں لگاں۔ حضرت انیسؑ نے فرمایا کہ اُسی آدمی سے ملنے میں دیر ہوئی۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو آپؐ کا ہے اور وہ اچھی مادوں کی تعلیم دیتا ہے اور یہ سمیج ہے کہ وہ اپنے آپ کو رمال گمان کرتا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ چپکا کہ اسے ان کو کیا کہتے ہیں کیسا آدمی سمجھتے ہیں۔ انیسؑ نے کہا کہ اسے ان کی شاعر کہتا ہے اور ان کی کاہن کہتا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر غایت نشاء و مسرت کے ساتھ اپنے اسلام کی حالت بیان کرتے ہوئے خاک اس مقام پر ڈال دیا کرتے تھے۔

”انیسؑ ماما کہ ایک اچھا شاعر تھا مگر اس نے پی بپا کہ صاحب میں نے شعر کے اور ان پر ان کے شعروں کو خوب بانچا شعر تو وہ یقیناً نہیں ہیں۔ ہا کہ ان تو میں بیکڑھن کا ہنوں سے بھی ماہوں ان کی باتیں سنی ہیں لیکن اس شخص کے کلام کو ان کی گفتگو سے کوئی واسطہ نہ تھا تم خدا کی وہ سب کے سب جھوٹے ہیں یقیناً وہ چپکا ہے وہ کلام اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں یہی سے دہکتے ہیں نہ“

حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہوا۔ پوچھنے کی ضرورت

نہیں۔ نامحجب دل گرفتوں کا ہم خیال و ہم دم بن جائے تو اس وقت
الطہان کی جو خلی دوں میں محسوس ہوتی ہے حضرت ابو ذر کے سینہ پر لگا
اسی سے محسوس ہوتا ہے۔

حضرت انیس کے خیال کے اس انقلاب نے ان کے تمام غم غلط
کرائے اور ایک مسرورانہ پہلے میں فرمایا۔

ما شقیبتنی معاودت	جو میں مرض و صدمہ پہنے ہیں تو اس کی
(۵۰)	شکایتیں آج صدمہ و کسالت کٹنے لگیں

ان کے بعد کہا کہ انیس :	خیر ہی ہو کہ کھڑے ہو جاؤں نہ کہ
اکھنی اذہب فالظفر	جو بھی تو مجھ کو کان نہ (دکھائی) توپ
(مضامین)	اس کے بھی اسی باب کے لئے تھی اور تار

کہ اس وقت تک گھٹنوں کا ہے

سفر مکہ :- تو نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت ابو ذر بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اس وقت کیا کر رہے تھے لیکن شہزاد کے بل نے صدیوں کے بعد اس اشتیاق
و بے بسی کی تصویر ان نظروں میں کھینچی ہے جس کا نقل کرنا اس موقع پر ناموزون
نہیں۔

خوم آن روز کزین منزل ویراں بزم	راحت جاں طعم ز پئے جاناں بزم
پوں صبا دل و بیار و تن بی طاقت	پیر اور کجی آن سر و فرماں بزم
دم از وحشت زمان شکستہ گرفت	رفتہ بر بندم واکہ بیلان بزم

سہ شکستہ کی ۱۱ اور اعزہاں سر پر باد ۱۱ کی ۱۱ ناؤں کی ۱۱ بج تھیں اور صرف یہیں جہاد
خلقت تھا، سکون و آسائش کے لئے نہ تھا، اس وقت ان کا حال یہی۔

دہرہ اوچو غم گر بزم باید رفت بادل در و کش و دیدہ گریاں بر دم
 نذر کردم کہ گریاں غم بسر آمد رنہ آہ بیکہ شاواں و غزل خواں بر دم
 بہرہ دہی او ذرہ صفت نفساں آب مشک و خورشید در خفاں بر دم
 آفرودہ ذرہ آزار و خضار کے غار وادہ میں چشمہ خورشید سے
 طے کے لئے پیدا کیا گیا تھا محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن سعد کا تب
 اور اندی راوی ہیں کہ اس کی چیمہ پر ایک پھرتی سی سیاہ مشک پانی سے
 بھری دی ہوئی تھی اور زنبیل میں تھوڑے سے مقل کے دانے تھے
 فاش مہرب میں نہ تنہا مجاز کے رجحانوں کو طے کرتے ہوئے وہاں
 جا بہت تھے جہاں جانے کے بعد پھر انھیں کسی جگہ جانے کی ضرورت
 نہیں ہوئی۔

بندہ شوق نے منزل کو آسان کیا اور سامنے لکھ کا سرا د نظر آیا۔
 نہیں بتایا جاسکتا کہ حضرت ابو ذر جباری نے اس سے پہلے بھی کسی اُفق
 سے امید کی صبح کو اس طرح طوع ہوتے ہوئے دیکھا تھا یا نہیں آج وہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں لیکن جگر سوزنوں سے اب بھی پوچھ سکتے ہیں
 بن کے سامنے تہ خضار اپنے مکرانے ہوئے نامید جمال سے بجا یک
 فہر ہوتا ہے اور شدت داسے ٹپ ٹپ کر کبھی اپنی بازوں کو بھی
 کھینچے ہیں فاللحیوة حیونہم واللمعات عا نہر۔

سے سطر کے عام سن کر لکھی گئی ہیں اور احسن اور احسن کے ہوتے ہیں لیکن یہ
 وہ سن بھی صاحب آہ اس میں لکھے ہیں کہ دم کے چل کر ہی لکھے ہیں جو کچھ
 ملے ہیں۔ بنط نے بعد کے شام بنایا ہے اور یہ چاہا ہے۔

اس کا مستحق مجھے نہ ہو چھوڑو کہ میری ایسی قسمت کہاں

[illegible]

تعرض حسن

میں نے اس سے پہلے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

اسماء

1949-1950

— بهر چه در این باب

برئیت، در صفت
و الممد والمخر

۱- بنی زمر ملاکر والہ

بسم الله الرحمن الرحيم

۱- در صورتی که

امیدت

[illegible]

4-14-68

ہاں وہ بتا سکتے ہیں جو "روضۃ من ریاض الجنۃ" کی کل بیڑیوں
سے واقف ہر کر۔

ابن مسکوتہ - آرزو صبا نے

بازیگر بن جانے

آدمیت بگر

نے فرسائے جاہ

صفت صفا نے

نے فضل رسا نے

ارغیاں ویرا نے

ارکس وادے نے

آدمیت بگر

لاچار و المعطر

اباک گر بنا نے

ادبہ گر بنا نے

ادبہ صفا نے

ادبہ جوا نے

ادبہ صفا نے

ادبہ صفا نے

ادبہ صفا نے

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| برہم گروہ و برہم گروہ | لے دیشیمہ۔ مابین جینا و محمدی |
| دہانہ مت کے اندر میں عینک غلط | روضۃ من ریاض الجنۃ |

و اخذ کن نصیحت اشرف یہاں کا
 باغک کوئی دست ہندو میں بکرم
 چلتے ہیں۔ آہ! کہ میں کی آخری تنہا۔

نیمہ سطرگوش

آہ بدت بکر

ایمان میں واقعہ

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

آہ بدت بکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

نہ از ہم سے سکر

ہر صحت مثبت اور بد و کا کہ میں داغد ہر اس دیا میں آپ کی کسی
 ہے جان پہچان کب تھی سامنے حرم نظر آیا سید سے اسی طرف تشریف
 لے گئے اور ایک بے کس سا فری طرح نہ جانے کس کے اختیار میں وہیں
 نہیں کہنے میں بڑا ہے۔

مکہ مکرمہ کے حرم میں قریش کے لوگ مکرنا اکثر ہی آتے جاتے رہتے
 تھے اور ہر سنا خا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
 بہت جلدی سے دریافت کر کے اس آستانے تک پہنچ جاتے جس کے لئے
 قبیلہ غفار سے لکھی کر دادی جلی اور وہاں سے حرم تک وکے گئے لیکن
 منع فیروز کر کرانہ تھا کہ اس احسان کو اس سے زیادہ گرانبار احسان ممکن نہیں
 بت پرستوں کے دہلے سے سرچو رکھا جائے بخاری میں ہے۔

واللہم انہی علیہ | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وسلم وکرمہ ان یسال عنہ | ابے کہتے تھے کہ کس سے کہیں۔
 آپ کو بغیر غفار وہ جگہ سے حبس نہیں کئے، لکھا ہیں تاثریں گی
 دل پہچانے گا اسی تلاش میں دن گزارنے جاتے تھے لیکن کوئی پروا نہیں
 حتیٰ کہ حق کے دانے جو کچھ ساتھ تھے وہ بھی اسی کے پاس نہیں رہے بلکہ
 خالی تھی گروہ میں وھیلا تک نہیں تھا۔ جبرک نے حضرت ابوذر کو بے ہوش

بند کر دیا | یہ وہی حدیث ہے جس کی حدیث میں آیا ہے کہ وہی حدیث ہے

یہی حدیث اس سے ہے کہ ان اور ان کے ساتھ خالی آئندہ اس کی دفعہ

بروز ابے کہ کہ ایک حدیث میں شاعر اس حدیث کے ہم دریاہی ہیں، بلکہ

اس حدیث کے ہر اثر میں ہلکے نظر آتے ہیں۔ حدیث کی یہ داستان خوب ہے بلکہ

بلکہ اس حدیث کی یہ کہ وہاں بھی کے لئے حضرت ابوذر تھا۔ حدیث کا یہاں

کر دیا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ اشغول کے پاؤں اس وقت دھمکے جاتے
آپ کی آن ٹوٹ جاتی لیکن یہ سہ سستی ایسی نہ تھی جو ہرک کی ترشی سے
انز جاتی آپ ہنایت احسان کے ساتھ اُٹھتے اور نہ کم چند چہر اُس سے
تھری دی دیر کے لئے اس ہرک کو بجا دیتے پھر اگر ستانی تو اس سے زیادہ
جواب آپ کی حرف ۲۰ دن کے عرصے میں اس اشغول فی حلاجے کو کبھی نہیں
راجا لکھو ڈال کیسی در چند گھنٹہ ملنے کے بار کوٹے گئے اور میں ۔

غرض کہ اسی طرح جب صبح کا آفتاب طلوع ہوتا تھا تو حضرت ابو ذرؓ کی نگاہیں اس کی روشنی میں صرف اسی آفتاب کو تلاش کرتی تھیں۔ جس سے راتوں کی رات وہ ہر نئی تھی اور رات ہر نئی قرآن کی اندھیروں میں بھی آپؐ کی نظریں اسی نور سے کوڑھنڈتیں جس نے دنیا کے سیکڑوں جیسے ہوئے فاعلوں کو سیدھی پکڑ لیا۔ یہ ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔ انتہائی بدقسمت نہیں ہوا تھا۔ فرق تھا جس کی جگہ سوزی آفتابا برہم ہی نہیں رہتی تھی۔

قریش کا ظالمہ برتاؤ | ایک دن اسی درمیان میں آپ کو خیال گزرا کہ میں کوڑھنڈہ تھا ہوں اگر وہ نہیں مٹے تو چلو! اس کے کسی ظالم ہی سے پتہ پر ہمیں عبرت کا تقاضہ اگر ہے تو صرف خداوں تک محدود ہے۔ لیکن اگر ان کی جماعت کا کوئی آدمی مل جائے تو اس سے پرہیز میں کیا مضائقہ؟

فرض یہ سوچ کر تاک میں کیجئے، اخلاقی سے ایک مبہول الحال
شکستہ آدمی حرم میں داخل ہوا۔ چونکہ شوکت زود تھا سرفراز قریشی نے شاید

اس کی طرف سے ہے اتفاقی برائی ہرگز۔

آپ نے قیاس کیا کہ اس جماعت کا جو مال بیان کیا جا رہا ہے وہ اس شخص سے بہت مطابق ہے۔ اسی سے دریافت کرنا چاہئے۔ قریب پیچھے اور پرچھا۔

ابن ہذا الدی تدعوہ
الصافی

لیکن یہ اسل آپ کو دھوکہ دہا وہ واقعہ میں کھانا کے گردہ کا آدمی تھا۔ اس دھشت ناک سوال کے سننے ہی اس کا اتھاٹھٹکا، بلکہ یقین ہو گیا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کا آدمی ہے جو اب تو کیا دیتا کا ایک اس نے پیچھا رہی۔

ہذا صابی | ۔۔۔ یہ ساری ہے
 قریش اس وقت مسلمانوں کی حوث بھرے ہوئے تھے ہر شخص گوش
 بر آواز رہتا تھا اس کی آواز بکلی بن کر کافروں میں گزندی۔ پھر جو کچھ
 ہوا وہ حضرت ابو ذرؓ ہی کے زبانی سنئے۔

| | |
|---|---|
| فما لاهل الوادی بکل
مدبره و عظم فخرت
مغشیا علی (جنت سبحه) | نہ جیسے ہیں اُنھیں کہ اے
محمد پر ثناء ہے (اور اس قدر ادا)
کہ میں بکرا کر گر جاؤں۔ |
|---|---|

مہبت کی استخوان کا وہیں فشار کا ایک رئیس و بہادر سردار بصد نظر ملی
 دیکھی خدا کے سامنے حرم میں بت پرستوں کی لاقوں سے روز
 جاری تھا لیکن مٹن کے فرشتے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کو کھلے
 ہوئے تھے ہوش آیا۔ خدا جانے کس وقت آیا اور کتنے مظالم کے بدلے

گرمیہ آیا تو آشفۃ سری بحال تھی۔ بلکہ وہں بسنا چاہیے کہ اور زیادہ
تیز ہو گئی تھی۔ خود فرماتے تھے اور نہایت شکستگی سے فرماتے ہیں۔

| | |
|------------------------|---------------------------------------|
| فارتفعت حین ارتفعت | پھر میں اٹھا جس وقت اٹھا کہ میں |
| کالی نصب احمد فانت | ایک سرعۃ بت خوار میں خون میں جاتے ہیں |
| مزمزم فشربت ما کھا | تھا اسی وقت مزمزم پو آیا پانی پیا |
| غسلت عنی الدما (مذکور) | خون دھوا۔ |

دن سے خون نکل رہا ہے۔ کپڑے ہر جس وقت پت ہو گئے ہیں لیکن
بھی کی شکایت ہے اور نہ گوارہ۔ نہایت اطمینان سے مزمزم پر آئے
پانی پیا۔ خون دھوا۔ ارادہ کی مضبوطی میں کوئی تغیر نہیں کہ ان خیال
ہی اور تھا۔

ما فظ چورہ بکسرہ کف و منیت باغاک آستانہ این دہ بصرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دخنداری کا ایک وہ زمانہ تھا کہ ماموں کی مسمولی سے شکایت
پتا پنے ہمیشہ کے لئے اُن سے قطع تعلق کر لیا اور آج محبت کی کرشمہ
سازوں کا نظارہ اسی آسمان کے نیچے کھینچے کہ پتھر مارے جاتے ہیں،
بڑیاں پڑتی ہیں ہر پہنچا، دھکے دئے جاتے ہیں لیکن پاؤں نہیں ہٹا
مزم کے دروازے سے چنداں مرمی کی امید میں کھلا انتظار نہیں ہٹتی
اسان تک نہیں کیا ہوا اور کیا گذری۔

| | |
|-----------------------|-----------------------------------|
| او ملک یجن دن الغرفۃ | یہ دگ ہیں میں کہ مرم کے ساتھ |
| بما صبروا ویلقون فیہا | (مذکور میں) وہ دوا جاتے گا اور وہ |
| خیمۃ وسلا ما | ہیں کے ساتھ دینے۔ |

کہا جاتا ہے کہ مہاجرات کی کوئی اصل نہیں تھی کہ میں نے بعض سے
یہ بھی سنا کہ صدرۃ ثلثہ میں فتوح و خضوع کی بھی ضرورت نہیں اور دلیل
بیان کی جاتی ہے کہ صحابہ سے یہ باتیں منقول نہیں۔

حالانکہ اذکار و دعا یہ سب اس خط سے آثار و حدیث سے ہم قطع نظر بھی
کریں تو قرآن کا یہ آئینہ

| | |
|------------------------------------|------------------------------|
| والذین یسبغون لہم | جو اس لحجہ کے لئے نہایت |
| عجلدا و قبا | کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے۔ |
| من لاق ہے اگر صحابہ اس کے صدق نہیں | تھے تو اللہ کن دعویٰ کر سکتا |
| ہے باطل | |

| | |
|----------------------------|---------------------------------------|
| انہم کا نواقل و ملت محسنین | اس سے پہلے اپنے اہل کرامت |
| کا و اقلیل من اللیل | ساتھ والے تھے نہایت قریبی رات سہا |
| وبالاصحار صرینہم | کرتھے اور بچے کو آٹھ کوٹا ہوں کی کھیل |
| وفی اموالہم حق للسائل | ہب بیکرتھے ان کے، ان میں |
| والمجروم | مٹنے والے اور مجرم کے لئے تھے۔ |

والذین جاہدا و اقبیاس کے مجاہد کی یہ تفصیل ایسی نہیں
زاہد کیا ہے، صحیح ہے کہ جو خضوع کے بھی غار کا روبرو کر دے تو جانتے
لیکن میں نے کہا کہ آخرت کی مصیبت بھی ایسی غاروں سے ملنے والی ہے۔
حالانکہ مذاہب دینے والا تو فرماتا ہے۔

| | |
|-------------------------|---------------------------------------|
| فدا علیہ المومنون الذین | کامیاب ہونے والے مومنین جو اپنی غاروں |
| ہم فی صلاتہم خاصو | میں شروع کرتے رہے ہیں۔ |

تو کیا اس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نہیں ڈھونڈ سکتے تھے

حضرت اگر ان بھی یا جائے (حالا کہ نہیں مانا جاسکتا) کہ صحابہ میں مجاہد کا رواج نہ تھا تو حق یہ ہے کہ جن سر باندوں نے اسلام سے پہلے ہی اپنے آپ کو اس طرح شامایا تھا جس کی ایک ادنیٰ تظہیر ہی واقعہ ہے اور ابھی حضرت ابو نہ کی سوانح میں آنے والے ہیں ان کے لئے کسی دوسرے مجاہدہ اور ریاضت کی شاید ضرورت بھی نہ تھی۔

یہاں جو ابتدائے اسلام سے اس وقت تک سبیل اللہ کے کسی شعبہ میں آزمایا نہیں گیا۔ نیز مکران و حوض کر زبان تک لاسکتا ہے جس کو میں سنتا ہوں اور ان کی عقل پر عقیدہ اور اپنی عقل پر عقلا جنتا ہوں۔ ہم حال تیس دن کی اس طویل مدت میں علاوہ اس واقعہ کے اور کیا حادثہ وقوع پذیر ہوئے تھے اس کی تحصیل زیادہ نہ مسلم ہر سنی اور مجتہد ہیں بھی ان میں خاطر اسخت قرار ہے معنی کہ مقررہ می کر مجتہد ہر کر کھٹا پڑا۔

و فی التطبیق بین الروایین دون رواہوں میں نہیں یہ ہیں
تکلف شداید سے سخت تکلف ہے

ماخذ ابن حجر کے مشرور سے بار روایات کے نمین سے جس نتیجہ تک میں پہنچا ہوں۔ ترتیب ذیل اسے وضع کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ | حرم محترم کو نہیں چھڑا جو دھن تخت بندھی رہی ایسا معلوم ہوتا ہے انھیں دونوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادھر گزرا ہوا اگرچہ آپ کی عمر بہت نوجوانی تھی لیکن قیمت کی بہتری میں اس وقت بھی کیا حکام

ہو سکتا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک طرف ایک ٹکٹے مال مسافر ڈھرا
ہے آپ کو رحم آیا قریب آ کر وہ یافت فرمایا۔

ممن الوحل | کہاں کے آدمی ہو

حضرت ابوذر نے کہا۔

من غفاس | غبد خا سے ہوں۔

فسدایا کہ

فسدایا مذبذب | ابھی وہ وہاں کو تشریف لے گئے ہیں۔

مقصود یہ تھا کہ میرے گھر نہیں مسجد میں تکلیف ہوگی۔

حضرت ابوذرؓ چونکہ دھوکا اٹھا چکے تھے انہماک ماز شاہ

نہاں اٹھے اور چپ چاپ حضرت علیؓ کے ساتھ گھڑ تک
پہنچے خود فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے کچھ پوچھا اور نہ میں نے کہا۔

صبح ہوئی اور سیدے حرم پہنچے اپنی زبیل اور مشک رکھ کر مکہ کے
کوچہ بازار میں شام تک معروف مجرہ سے لیکن کاسیابی نہیں ہوئی۔

مغرب کے بعد پھر حضرت مرتضیٰ علیہ السلام پھر تشریف لائے دیکھا کہ
مسافر اب تک موجود ہے آپ نے پھر فرمایا۔

اما ان للوحل ان یعرف منزله | کیا آدمی کہے اپنی منزل کا پتہ نہ دے سکا!

آپ اٹھے اور مجھ سے اسی عارضی کے ساتھ آج کی رات بھی گورگئی ایک دوسرے
کو کیا سلام کہ وہ اب ایک ہی فرما کہ کے پتہ میں

حضرت ابوذرؓ پھر صبح ہوتے ہی حرم میں آ گئے اور دن بھر گھومنے

لے لیکن قسمت چٹا سی نکلی جا رہا وہیں حرم میں بیٹھ دیکھا کہ پھر
کیا ہوا ہے۔

دوسرا واقعہ قیاس کا متقاضی ہے کہ آج کسی خاص ضرورت نے
یا دولت بیدار حضرت مرتضیٰ علیہ السلام کو حرم کی طرف آنے کی
فرست نہ دی۔ حضرت ابو ذرؓ نے منتظر کیا ہوگا، لیکن جب ایسے ہوئے
تو ہیں کہیں پڑا ہے سونے کے امام سے بیٹے مگر فیہ نہیں آتی تھی بے چین
آج زیادہ تھے حتیٰ کہ جب رات بجیک گئی اور شہر میں شام ہر گیا لوگ
سہ پڑ رہے۔ اس وقت رحمت سادہ بجلی اور حضرت ابو ذرؓ کے ٹٹے
ہونے دل کو بوجہ میں نہیں ڈٹا تھا اس نے اپنے آغوش میں اٹھایا۔
مسافروں کے ہنگامہ آہ و بکا بچوں کی ناروا زاری نے جس بندہ کو خدا کی
شرک پر پیدا کیے حضرت ابو ذرؓ کی تہمت فرما کر یہ کہ کاروانوں سے
پیر کر خود ان کی آسائش و لذت ایدار مان اور دوسلوں کے مافوق کی کثرت
منہجہ کر دیا تھا نہ جانے کتنی دراز مدت کے بعد اس کی خبر آج بھیجتی ہے:
اس رات کے منظر کو خود آپ ہی کی زبانی سننا چاہئے فرماتے ہیں۔

بہ نمانہ خوب سے شامی کو شیک
بہ اشہ شامی سے (کہا) (لوں کو)
خیلیاں دے کر دیا (شام) (پہنایا)
معاہدہ اشہ کے حرات کو سفارشی
معاہدہ اشہ کے حرات کو سفارشی

فبینا اهل مکہ فی لیلة
قمرہ اصحابنا اذ ضرب الله
اصمجتهم فما يطوف
بالبيت احدا منهم
خیر امرائین

خدا

(بجسم و جنت)

یہ عورتیں کہہ کے گرد گھم گھم کر اسات نامہ سے کچھ لگ رہی تھیں خدا جانے

اسات نامہ حاجت کے دو مشہور بت ہیں۔ مشہور تھا کہ دراصل یہ دونوں پہلے
آدھے اسات نامہ تھا بعد ازاں حضرت خدیجہؓ نے یہ دونوں قید جرم میں پھنسا رکھے تھے۔ (دیکھنا)

حضرت ابوذرؓ کا کیا سوچھی کہ میں کہنے میں پڑا ہوں گے وہیں سے کہو لڑکی
 اٹکھا احد ہما الاخر ۱ ایک وہ سر سے نکال کر دو
 خضدہ خاک اور سے ان جنوں سے بکرا لگتی ہو بڑھم تم لوگوں کے
 وہ خود زنانہ میں پڑپ سہم میں۔ اں اگر دونوں کا بیاہ کر دو گی تو اکلن ہے
 کہ تمہاری نہیں۔

بہرے مند گشت میں ان کا دھن خا جا ہا نہ کہ سنا سنا کے من پر دینے ہو کر
 ہا نہ ہے بھی یہ س کے من وہاں رو دینا تو ان سے بھی سوت حال دونوں کو
 بریں سے سے ایچھی تھو کہ مٹو کیٹ جڈ سے لے ماہی ورون کا خیدہ خاک
 ایک دن مدناں کو حرم میں نکالی گئی تھی اور وہی سرشت کے مڑک پر ہے اس پر
 خا کا صبا اں ہا دونوں بھڑک ہو گئے حرکت کے لے ان کے لے ایک کھنڈا بنا
 پر اور دوسرے اور مدینا پر لے دیا خا خوں علی حرمی سے یہ عرب میں
 بت پرستی جیدائی فرما میں کرانہ اور ان اس کے بہت بہت ہی ٹھیکے پنے
 رہا میں ان کو بیادوں سے انار کر ایک کو کہتے لگا دیا اور دوسرے کو ہا زور
 پر کھڑ کر با خا خا لے سے عرب پہلی انکی پر سن کہنے سے فرسودہ کا کتا سے ہی نہ
 عید و طے خج کر لے ان سے خا کے کھرا پاک کیا اکلن ہے کہ حرموں کے
 اس پیوہ خا ہا پر غیب ہر یکین داف بیہ کہ بت پرستوں کے اں یہ باتیں عام ہیں
 ہندو میں بھی اس قسم کے قصے اکثر باتے جاتے ہیں مثلاً رانی میں ایسا اور اندر کا دھن
 فریب فریب اسی کہ ہے ایک جانا ہے کہ کو تم شی بڑا حرم خاص سے اندر بنا دیا
 پڑھے آنا خا انکی بری ایسا کر دیکھ کر مائن پر گیا حرم ہٹا نہ کیا خا کہہنے اس سے خدگی
 کہ خد کر دیکھا زہر دھا... اس کے ہم میں ہزار جگہ رختا ہٹا بیہ خا تو یہ بھی لکھتے

اس طنز آمیز آواز کو خاص کبر سے سن کر حضرت رکیں اور کبیر
 مکر با آواز بانگ کی آواز بلند ہوتی ہی رہی آخر جب حوان کرتے
 کرتے حضرت ابو ذر کے قریب پہنچیں آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند
 کر لیں اور انہیں سہا ہوا دیکھ کر اور کچھ اس دُک سے بھی کہ مر رہے
 اگر چیزتی ہوں تو ممکن ہے کہ بری طرح غیبے صرف گایاں دیتیں
 لو کان مہنما من القارنا کان ہر دھت کاہی آوی بان
 احد۔ مہناؤں کی ہر دھت

بڑ بڑاتی ہوئی روانہ ہوئیں دونوں آپس میں بھی ذکر کرتی ہوئیں ایک
 چٹائی پر چڑھیں اس سے اتر ہی تھیں کہ سامنے سے حضرت رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم
 کی طرف تشریف لارہے تھے۔ یہ عورتیں بھی کہ انہیں پہچانتی تھیں لیکن
 منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش اقدس تک ان کی گفتگو کے چند محنت
 اخفا پہنچی پتے تھے آپ نے بڑھ کر دریا سے فرمایا

سألکم۔ تم دونوں کیا حال ہے کیا دعاؤں

کیا کہوں صابئی کبر اور اُس نے چاروں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔
 آپ نے فرمایا پھر اس نے کیا کہا۔

کیا کہا زبان تک لانے کی بات ہے میں بُری بات کہہ رہا تھا۔
 اس گفتگو کے بعد وہ تو گھر کی طرف روانہ ہوئیں۔ آپ اور حضرت صدیق
 دونوں کبر کی طرف متوجہ ہوئے۔

یہ کہنا۔ فریق صحابہ کو اور تم و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جا رہی تھی
 یہی وہی ہے پھر ہوا۔

حضرت ابو ذرؓ بنی نینہ عورتوں کی اس طرافت سے اور بھی اُپٹ
گئی تھی چپ چاپ ایک گوشے میں منتظر تھے کہ دیکھیں یہ عورتیں کیا
کل کھلائی ہیں کہ یکایک سامنے سے دو جسم متحرک نظر آئے۔

حضرت ابو ذرؓ کی نگاہ جم گئی پھر مجھے معلوم نہیں کہ کب تک
جمی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حواف بھی کیا۔ پھر اسود کو
برسے بھی دئے۔ نازیں بھی پڑھیں۔ لیکن کچھ خبر نہیں کہ اس وقت
ابو ذرؓ کی شدہ و حیران آنکھوں نے کیا دیکھا، دماغ نے کیا سمجھا، اپنے
بب آپ ناز سے غایب ہوئے تو نیازِ عقیدت کا ایک پیکر جسم سامنے
نظر اہر اکبر رہا تھا۔

اتسلام بیکم یا رسول اللہ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرا کر پڑھا۔

ممن انت | | | | |
نہیں فیصلے آوی ہو

حضرت ابو ذرؓ

من غفار | | | | |
بنی نینہ غار سے ہیں

یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پکڑ لیا۔

رأیں مختلف ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ ایک روایت سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس آفتاب کو ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ خود حضرت
ابو ذرؓ سے اس کی شریح میں مروی ہے۔

قلت فی نفسی صکرہ انی | | | | |
برئے اپنے دل میں کہا کہ شاہِ خلیفہ

انفسیت الی غفار ریشہ | | | | |
وہ بہت غائب / اپنے اپنے فرمایا۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ سن کر غضب ہوئے اور

یہ منہ منہ انہارِ عجب کے لئے تھا۔ جنات کی ایک دوسری روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہر یقطعون الطريق
فجعل النبی صلعم یرفع
بصرہ فیہ ویصوبہ تعجا
من ذالک لما حکان یعلم
منہم ۱۰۵

آپ کو عجب ہوا کہ غارِ نور میں
ہیں اوس میں، باطن کبریا پہنچا
اس کے بعد آپ نے ہر عجب ہوا کو
ان پر ڈالی اور کسی جگہ کو کچھ نہ
غاریوں کے ساتھ سے روکتا
تھے

اس صورت میں جلد

نا ہوئی بیدار الی جہنہ
۷۷ قصود یہ ہوا کہ آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے بنور ان کو دیکھنے لگے
'اللہ اعلم' ایک صاحب ال کا خیال ہے کہ حضور نے نظر ادا ہی میاں کئے
چہاں یا تھا لیکن حسرت کی نگاہ سے دیکھا کہ ابھی مراحل سرک میں اس
فنائی فرار کو شبِ حیر کا ایک بے ستون کا ثنا اور بھی مانی ہے 'اللہ اعلم'
اور کچھ رہی ہو ابھی کہ اس رات میں 'اسلام' ایمان کا کوئی ذکر نہیں آیا
بلکہ ایسا مسودہ ہوا ہے کہ قصداً یہ سالہا سال دیا گیا۔ جنات میں ہے کہ
حضرت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے کہ دستِ مبارک
پر کمرہ پڑھیں لیکن حضرت صدیقؓ نے ان کو اپنی طرف متوجہ کر دیا خود ان کا
بیان ہے۔

۷۸ جنات میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا ان اللہ یجلی من بشاء
خدا جس کو چاہے روایت کرے۔

عصا صبت اخذ بیدافقد
عسی صاحبہ وکان اعلم به
مستی صفت و م

میں پہلے کہ مصر کا دست مدد کے پڑوں
بکین کے مافیہ کے ہر دیک یا پہنچے
بہرہ کی صبت ہے۔ اور اور افستے۔

ہادی نظر میں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں کہ
ابھی تک ان سے ظہن نہ تھے اس نے ایسا کیا۔ لیکن کسی اور پہلو کی پیش
نظر کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کے اشارے سے
ایسا کیا گیا کہ سنا زل کی ایک بیٹھی یہ بھی غمی تو کیا سنا تھا ہے
حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف
کی ضیافت میں آپ نے فرمایا انقرضائیں رائیں یہاں کر گئیں
حضرت صدیق شے فرمایا کہ تمیں لکھنا آکرں تھا۔

ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں صرف سونے کے لئے کچھ
رات گزرتے ہوئے دو دن سے جایا کرتے تھے اور آپس میں کبھی قسم کی
گفتگو بھی نہیں ہوتی تھی اس لئے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے یہاں کھانے کی یہاں داری نہیں ہوتی تھی یہ کیفیت حضرت
ابو ذر نے جواب میں فرمایا کہ ایک زمانہ سے میری گزرتی صرف نغمہ کے
پانی پر ہے اور اس پانی کی ایک عجیب خاصیت بیان کی فرماتے ہیں۔

لے صاحب ان کا خیال ہے کہ یہ یوں نہیں ہو گا کہ یہاں کس نے آئے ہو۔ یہ کیا
کہے ہو اس سے طور ہونا ہے کہ اسی مقصد کو اس وقت در بیان میں لانا ہے۔ نہیں ع
ہو نہ ہو جس زمانہ میں نہت کو نہت

لعمنت حتی تکسرت عنک
بطنی فما وجدت علی کبدک
حصۃ جوع - (مسلم)
مضر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔

انہا مبارکۃ انہا طعام طعم
حضرت صدیقؓ نے اس کے بعد مضر صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب کرتے ہوئے
فرمایا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آج کی رات انیس اپنا ہمان بناؤں
آپ نے اجازت دے دی حضرت صدیقؓ ان کو ساتھ لئے ہوئے
گھر لئے دروازہ کھولا اور حائض کی کچھ کشمیشیں ان کے حوالے کیں
حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا کھانا تھا جو حضرت ابو بکرؓ
گھر میں مجھے نصیب ہوا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صبح ہوتے ہی پھر حرم میں آگئے
اسلام لانا جب رات ہوئی تو آج حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ تشریف
ہوئے اور اپنے ساتھ لے کر گھر پہنچے مگر یہ اسی طرح سکت و مسات ہیں
آخر حضرت علیؓ نے نہ راگیا اور فرمایا۔

ما الذی افسد صلتک
اخرم ذلیا پیر میں دل لہرہ دیکھتے
گزشتہ رات باوجود اور سب کچھ ہو جانے کے چون کہ ان کے لئے کچھ نہیں تھا
اس لئے دل بڑا ہوا تھا پیادہ صبر جھٹک پڑا ہوئے کہ اگر جہد کرتے ہو تو
میں بتاؤں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ تشریف نے جہد کیا آپ نے کہا "اگر تم میری
دہائی کر سکو جب کہوں گا" انھوں نے حتی اوتار اس کا بھی وعدہ کیا

آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا تھا کہ کہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ یہ سن کر میں نے اپنے بھائی کو دریافت حال کے لئے پوچھا، لیکن اس نے کچھ تشفی بخش خبر مجھے نہیں سنائی۔ آخر میں خود اس شخص سے ملنے کے لئے آیا ہوں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باپ جس کھل گئیں۔ خدا ہانے کیا

کیا کہا، تاہم بخاری میں اس قدر موجود ہے

| | |
|------------------------------|---|
| قال فان دعوتی و هو رسول الله | یہ اکل بک ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہے |
| فاذا اصبحنا فاتبعنی فانی | صبح ہوا تو ہم سب سے ساتھ چلو، راتے جس اگر |
| ان رايت شيئا يخاف عليه | ابن داؤد نے نظر آئے (خدا کوئی کار شایعہ) |
| فلمت مكانی اريق الماء فان | کہ جس جگہ صلو سلم ہوا وہ جگہ جاؤ گا |
| مضيت فاتبعنی حتى ندخل | گوئی یہ کہ کر (ہوں) (تم چلے جانا) پھر صحر |
| مدخلی۔ (بخاری) | میں ہوں چلے جانا حتیٰ کہ جہاں داخل ہوں |
| | تم بھی وہاں آ جاؤ۔ |

صبح ہوئی دو دنوں ساتھ چلے آگے آگے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیچھے پیچھے ان کے حضرت ابوذرؓ اس آستانے کی طرف جا رہے تھے جس کی خرابی کا تب ازل نے ان کی پیشانی میں کھدی تھی۔ راستہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ حتیٰ کہ وہ دروازہ سامنے آگیا۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں داخل ہو گئے۔ ایک چوتھے پر سرور

لے جنات بن سعد صفحہ ۱۱۵

لے جنات کی ایک روایت ہے مسلم ہوتا ہے کہ اپنے رشتہ خندے کو کاہر کیا

لے بخاری ۱۱ لے جنات ۱۱

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صفت قدسی پر ایک چادر ڈالے ہوئے تھیں
 غدار ہے تھے حضرت علیؑ نے اشارہ کیا آپ بیتا باندہ دوڑ پڑے اور سلام
 عرض کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی فرمایا وہیکم
 انتظام حضرت ابوذرؓ عترت کے واقعہ سے متاثر ہو چکے تھے جانتے تھے
 کہ کیسے معاملہ پھر نہ مل جائے قبل اُس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اور کچھ فرامیں آپ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ مجھے سناؤ پچھا
 فرمایا میں نہیں کہتا خدا فرماتا ہے حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تو ہی سناؤ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورۃ زام پڑھ
 (صحیح: ہر سکی تلاوت فرمائی) اور سورۃ فتم ہوئی اور اُدھر حضرت
 ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبداً ورسولہ
 کے ساتھ ایک پیغمبر ماری اور جو کچھ ہوا تھا ہو گیا۔ نہ دلیل تھی اور نہ حجت
 صرف حضرت ابوذرؓ کی حکمت سینہ میں ایک تبدیلی تھی جس کے اندر ایک
 سادہ رویہ دفن چھل رہا تھا۔ قریب تھا کہ جھسک اُٹھے آخر ہنر کا کہ چھر
 کبھی نہ بچھا۔ اور اس طبعِ سنانوں کے اند میں کی تعداد کرہ زمین پر کل پانچ
 تھی ایک کا اور اضافہ ہو گیا۔

خود ہی دیر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کی خوشخبری دی۔ حضرت
 ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وعدہ کیا تو پہچان کر فرمایا۔

الیس ضیفی بالامس کہا جی نہیں ہے جو کہ یہاں نے

اور جھک کر فرمایا۔

الطریق صحیح | باب ما فہی

ایک زمانہ گزر چکا تھا کہ حضرت ابو ذرؓ نے اپنا گھر چھوڑا تھا کپڑے بالکل
بیٹا ہو گئے تھے۔ اس وقت حضرت صدیقؓ نے دو کپڑے زنجیں اور خوبصورت
نگال کر دیے۔ آپؓ نے غسل کیا کپڑے پہنے اور جب تک کہ منظر میں
آپ کا قیام رہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تقیم رہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | انہیں ہی کہ آپؓ تک حضرت
عنا کے یہاں قیام کا زمانہ | صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست

پہنچاؤ کر رہے۔ لیکن قرآن اور بعض روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
عمرؓ اس عرصہ میں کہ وہ ان سے آپؓ کی ملاقات ہر چکی تھی۔ لوگوں کو
معلوم ہو گیا تھا کہ آپؓ قید بخار کے کوئی نشانہ آدمی ہیں مثلاً یکسٹ
واقعہ بھی جو انہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
معاذ اللہ کہ اس زمانہ میں شرف اسلام نہ تھے) آپؓ کو جانتے تھے بخار کو
مخاطب کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا تھا۔

استمر فاعلمون انہ من عفار | کلام میں جہنم پر کرنا قید خدا کا آدمی
طریق بخار و کفر الی الشام | یہ خاصہ شایعہ انہوں کا ماننا ہے

یہ کہیں اگر تمام قومیں سے آپؓ کی شناسائی نہیں ہوئی تھی تو خاندان
عبد المطلب میں رک آپؓ کو ضرور پہانتے تھے۔ آپؓ کے نیاہ شہرت کی
وجہ سے نزدیک اور اصل وہ واقعہ ہے جس کے وہی صرف محمدؐ و
بھائی ہیں لیکن یہ کہ آپؓ کے خندہی ہونے کا حکم حضرت عباسؓ کو بھی

اسی کے بعد ہوا جو وہ راوی ہیں کہ جن ایام میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمارے اسی زمانہ میں آپ سیر کرنے جوئے حرم میں آئے دیکھا کہ پھر ایک عورت طواف کر رہی ہے اور گھوم کر نہایت فصاحت و بلاغت

و ما جزی و خاکساری کے ساتھ دھائیں کر رہی ہے ایسا سلوم ہوتا ہے کہ دما بھی نیک بہم تھی۔ اس کا پتہ نہیں چلتا خاکسار کس کو فلاح کر کے مانگ بھی ہے درہ چڑک بیت شد تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے ہر گاہ کہ انداکو پکارا ہی ہے اور اس پر خوش چمکے ہوں گے لیکن یہ ختم کر چکی تو اس کے بعد پھر ای۔

نامہ

چینی مکی۔ آپ نے ہی مجھے اُٹے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے دہی
الکھی احد ہما صاحبہ ایک کادو سے سب سے عام کردے
جلی پڑا۔ چونکہ دن کا وقت تھا، عورت بلا خوف و خطر شور مچاتی ہوئی
آپ کے ساتھ پیٹ پڑی اور جلانا شروع کیا۔

انت مہابی

خمار قریش کی ایک جماعت وہیں سرحد تھی انت صابی کتھار نختی ای
 صاب عادت دوز پٹے اور جس طرح پٹے مارا تھا انا شروع کیا۔
 اتفاق سے بنی بکری کے قبیلے میں اس کی خبر پہنچی کہ قریش ایک بکری کے مسافر
 کو بری طرح مار رہے ہیں۔ چونکہ ان دونوں قبیلوں میں ایک دوسرے سے
 دیرینہ تعلق تھا فوراً کچھ جوان آئے جو ہم پہنچے اور نہایت خدشہ
 کے ساتھ قریش کو ڈانٹا کہ وہ! خمار سے قبیلے میں جو "صابی" ہیں ان کو

نہیں دانتے ایک بچہ سافر آگیا بس سارا نزلہ اسی کی طرف جمع ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا یہ کہتے ہوئے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان ظالموں سے نجات دلائی آپ اسی صہرت و محبت کے ساتھ دوبارہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔

| | |
|-------------------------|---------------------------|
| یا رسول اللہ اما قریش | بارہوں اللہ فرمیں گے جبکہ |
| فلا اذعہم حتی اثار منہم | دو برسوں کا جس میں ہر ایک |
| ضربونی | انہوں نے مجھے مارا ہے۔ |

اسلام کی دعوت پر پہنچنے والے تھے جن میں پانچویں حضرت محمد ﷺ تھے۔ سر فرازی ایسے ضعف کے وقت میں آپ کی بپاداری شہادت مردانہ بہت کم دیکھ کر ایسا سلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سرد ہوئے اسی وقت خیال گہرا کہ جس کا تبلیغ کا ارادہ کیا گیا ہے اس کا وقت آپ پہنچا ہے اسی کے بعد سب سے پہلے پہل اسلام میں جس عاصی پر اس خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کا طرہ نصب کیا گیا وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

| | |
|-----------------------|--|
| انی وجہت الی ارض ذات | میں مجھوں والی زمین کی طرف متوجہ کیا |
| خل ولا احبھا الا یثرب | عجاہوں اور میں اسے مدینہ کے عہدہ کی |
| فل انت مبلغ محنی قومک | شہر کو خیال نہیں کرنا تو کیا پہنچا تو تم کو میرا |
| عی اللہ ان ینفعہم بن | بچے کو نفع دے گا انہیں خدا تعالیٰ سے |

و یا جسرک فیہم۔ | اور جس اجروے

جس آستانے پر اتنی تلک و دو کے بعد پہنچے تھے انصاف کر سکتے ہو کہ
اس کی دوری ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا ہو سکتی تھی لیکن کیا کرتے جب کہ
ظہر خود رائے خود اور عالم زندگی سے کفرست میں مذہب! بنی و خودائی
آخر یہی ہوا کہ آپ دعوت و تبلیغ کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن پھر بھی
ہلی ہوئی زبان سے فرمایا۔

انی منصور فالی اہلی ذناب | "ہاں ایسا ہے مگر ہاں اگر اللہ نوازا
مقی جوہر بالقتال فالحق باک | رچکے کب کم دیا ناہ پہاں ہاں ہاں ہاں

مقصود یہ تھا کہ فراق کی گھڑیوں کو کسی خاص زمانہ تک محدود کر دیا
ہائے کم از کم اسی امید پر بیروں کا اس کے بعد بچا ایک آپ کو خیال گزرا
کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کی ایذاؤں کو بچ کر
بہرے لئے یہ حکم تو صادر نہیں فرمایا کہ اس ترکیب سے میں کہ محفل کو چھوڑ
دوں گا۔ سنا اس خیال کے آتے ہی تہاہل مارنا نہ کرتے ہوئے آپ نے
فرمایا۔

فالی اری قومک علیک | اور آپ کی قوم میں کو سخت ہر کر آپ کے
جمیعنا۔ | وہ بیدار ہے اس نے ہی بیدار ہاں ہاں ہاں

اور واقعہ بھی یہی تھا کہ جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو
آپ کے روانہ کرنے سے تبلیغ و ارشاد کا کام مینا مستلزم تھا ساتھ ہی۔ یہ
بھی مد نظر تھا کہ ابوذرؓ ایک سخت آدمی ہیں خواہ نواہ اسی طرح دشمنان
اسلام کے اتھ ان کو تحیف، اٹھا ہٹے گی۔ جس کی چند تہیریں گند چکی تھیں
ان کے اس پہل کو سن کر ارشاد فرمایا۔

اصبت
یہ سننے ہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی شکل منکسر ہو گئی۔ یہ سننے کا خون
پیشانی پر جوش مارنے لگا۔ کفار قریش پر آگ ہو گئے۔ جوش و خروش کیا
اس وقت آپ کے یہ الفاظ تھے

لا ارجع حتی اصرخ باسلفا
میں میں باسلفا کہ دو، اسام
فی المسجد
میں مسجد میں ہوں۔

حتی کہ فیض میں آکر قسم کھا بیٹھے۔ بکری کا جلد ہے۔

والذی نفسی بیدار
صرخن بجا بین ظہرا بنہو
یہ کہتے ہوئے یہ سب سجدہ مرم میں داخل ہوئے قریش واقع ہو جو تھلیل
ان کے در بیان گھس کر نہایت اونچی آواز میں

اشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا رسول الله
میں کہہ رہی دیتوں کہ خدا کے علاوہ کوئی
سید اس اور محمد اسے اللہ کے پیغمبر ہیں۔

کافرو ہند کیا قریش میں اس کے سننے کی کب تاب تھی صیوت صیوت کہتے
ہوئے ان پر جھک پڑے اور بی کھوں کر انا شروع کیا۔ مگر ان کی زبان پر
بہ ستورہ شہادت جاری تھا۔ لات گھرنے دھیسے کھڑیاں پڑ رہی تھیں
لیکن کوئی پرواہ نہیں کہ یہاں صرف دکھانا ہی تھا کہ قریشوں کے ان زمانہ
حرکات سے ابو ذر کا دل کبھی نہیں کانپ سکتا ہر جن سر کی زبان حال سے
آواز آرہی تھی۔

کن ایترے کہ دارم دوق پیکانے دگر
خدا جانے اس مار پیٹ کا سلسلہ کب تک جاری رہا مگر من اتفاق سے

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار گزر ہوا آپ نے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”ارے کیا کرتے ہو انہیں پہچانتے ہو یہ قبیلہ فہار کا آدمی ہے بدھرت تھا سہ شامی تاجروں کا راستہ ہے“ چونکہ حضرت عباسؓ قبیلہ کے مستدر وگوں میں سے تھے کہ اے آپ کا خیال کرتے تھے لوگوں نے ہاتھ کیسے کیا حضرت ابوذر فہاریؓ اُنھے خوش تھے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کا جواب میں نے ملائے ہا ہے مگر پھر بھی دل کو تسلی نہیں ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ دوسرے دن اسی طرح پھر حرم پہنچے اور کھڑے شہادت کو یاد دلائے بند پڑنا شروع کیا۔ قریش اس وقت حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہ کے خیال سے باز آئے تھے آج پھر وہی معاملہ دیکھ کر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا حضرت عباسؓ کو خدشہ لگا ہوا تھا اُسے توکل ہی کا واقعہ پیش نظر تھا پھر آپ نے لوگوں کو سمجھایا فرمایا کہ

کیا فہار اراۓہ ہے کہ قریش کے قافلے لوٹنے جاہیں آؤں گے کیا کرتے ہو۔

بدستور سابق آپ کو دیکھ کر بخار رک گئے یہ کہ جب حضرت ابوذرؓ نے اپنی طرح علیؓ طہرۃ النضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن اقدس پر ثبات کر دیا کہ ابوذرؓ اس لئے نہیں جاتا کہ وہ کہہ دالوں کے مظالم سے ڈر گیا ہے بلکہ صرف اس لئے اس آفات کو چھوڑنا ہے جس کا چھوڑنا اس کی کسی طرف متوجہ نہیں کہ حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل اور اللہ کے دین کی مشامت و فشر کے اہم فریضہ کی انجام دہی اس کا طمع نظر ہے۔

اس کے بعد آپ کے مغلطہ سے بہت حسرت و اس رخصت ہوئے۔

کہ مغلطہ سے روٹا بھی | میں نے بہت غاش کیا کہ دیارِ یار سے الگ ہونے
و اے مسافر کا حال اس وقت کیا تھا لیکن آثار
اور دعوت کی ابتدا | کتب سے یارِ ماز جواب ملا: پھڑنے والے
اپنے دل پر اتار رکھیں اور جو کچھ آج سے تیرہ سو برس پیشتر کے کسی آدمی
میں ایک محافلِ دل پر گزر رہا تھا اس کا اندازہ کریں پتے جاتے تھے
اور تبلیغ کا خیال ساتھ تھا۔ جس مقام میں آپ کے بھائی اور والدہ فاضل
خسین چنے حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغلطہ تھے نہایت گرم جوشی
سے تھے اور پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟

پوچھے اور کیا اسلمت و صداقت سنان ہو گیا اور (محمد علی احمد علیہ السلام)
تصدیق کی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی وہ زور کہ ابھی میں چک
چکا تھا دبا دے بیٹھے تھے یہ سننے ہی فرایا

مالی رغبۃ عن دنیا فانی | مجھے آپ کے دین سے کیا پس اور میری
فدا اسلمت و صداقت | سلام ہو محمد و آلہ صلوات اللہ علیہم اجمعین

حضرت ابوذرؓ کے تبلیغی ہم کی یہ پہلی کامیابی تھی۔ جو کچھ مسرت ہوئی
ہو گی وہ ان کا دل بانٹنا تھا۔ وہ جان لگتے ہیں مگر نے کبھی کسی جھگڑے
کراہ انسان کو مراء شتم کی ہدایت کی ہو اور کامیاب ہوئے ہیں ایسا
سہل ہوتا ہے کہ اس کے بعد آپ نے حضرت امیرؓ کے سامنے اس جھگڑا
بھی ذکر کیا جو آپ کو دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے طعنا کیا گیا تھا اور
ابھی کو بھی اس میں شریک کیا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد۔

فانینا امتنا | ہم دونوں جانی مکر والدہ کے سامنے تھے۔

اور اسلام پیش کیا۔ آپ کی والدہ نے سادات سندھ میں ان کو سلطان دیکھ کر فرمایا مجھے بھی اس دین سے کوئی نفرت نہیں (دیکھ) میں سلطان ہوئی اور بن چنبروں کا تم "وزن نے تصدیق کی میں بھی اس کی تصدیق کرتی ہوں۔
 وانذد عشیرتک الاقربین | بخ فحید کے قریب لوگوں کو خدائے ذرا۔
 کا پہلا فرض گواہ ہوا۔ "وزن بھائیوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ روایات کے متبع سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ قریش مجھ کا بہت ظلم کر چکے ہیں اس عرصہ میں انہوں نے مجھے بہت ستایا ہے مجھے غلاموں کا ذوق قینچنا ہے کہ ان سے انتقام لوں اور انشاء اللہ اسی انتقام کے ذریعے سے مقصد میں بھی کامیابی ہوگی۔

عسکان کی گھاسیوں | اے اس پرستار ہو گئی۔ والدہ اور بھائی کے ساتھ آپ مسکان کی ایک گھاسی (جو تھاروٹھ) میں جا کر چھپنا | کے راتے میں واقع تھی | میں جا کر ٹھہر گئے اور رسول کریمؐ کو اس راہ سے جو قافلہ کنار قریش کا گزرے گا اُسے لوٹ پئے۔ جب ان پر قبضہ ہو جاتا تو اس کے بعد فراتے اگر تم خدا کی بھائی کو گواہی دیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرتے ہو تو سارا مال ابھی واپس کر دیا جائے گا اور اگر انکار کر دگے تو یاد رکھو ایک جہ کے سختی نہیں ہو سکتے۔

قریش آپس میں مشورہ کرتے کہ وہی ابو ذرؓ ایسی جگہ میں عام طور سے مشہور ہے اور اس پر وہاں بہت ظلم ہونے لگا ہے (ایسا کہتا ہے) کیا کرنا چاہئے۔

لے جتا بھی سہی اس گھاسی کا نام تینہ خزان بنایا گیا ہے۔

بعض ایان لے آتے تھے اور بعض کفر ہی پر قائم رہتے جو مسلمان ہو جاتا تھا آپ اس کا سارا مال دانہ دانہ رٹی رٹی کر کے واپس فرما دیتے جو انکار کرنا تھا اسے بیک بینی و دو گوشہ روانہ کر دیتے۔

جو لوگ یہاں مسلمان ہوتے تھے کہ سندھ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے اور اس طرح دوز بروز اسلام کی تعداد میں ایک اضافہ کی صورت نکل آتی۔ حضرت ابوذرؓ جس کام پر مقرر کئے گئے تھے مذکورہ فصل سے اس میں غیر متوقع کامیابی ہو۔ اسی قسمی۔ اس واقعہ میں سب سے زیادہ غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ اگر حضرت ابوذرؓ کے ہاتھ پر ایان لانے والے مسلمان کی طرح سے مسلمان ہوتے تھے تو ان کے لئے بالکل ممکن تھا کہ مکہ میں جا کر چہرہ دے لیکن اپنی اس کی ایک نظیر بھی پیش نہیں کرتی جو مسلمان ہوتا تھا جس ہمیشہ کے لئے ہذا تھا کہ حق و صداقت کی روشنی دلوں میں خواہ کسی دھیسے سے بھی ہو بسبب صحیح طور پر اتر جاتی ہے تو دیکھا گیا ہے کہ پھر وہ بہت مشکل سے بچتی ہے۔

انفرض عثمان کی گمانیوں میں آپ ایک زمانہ تک نہایت دیر کے ساتھ اسلام کی اس اہم خدمت کو انجام دیتے رہے باوجود کہ یہ کل نہیں آدمی تھے اور اس میں بھی تیسری آپ کی والدہ ایک بڑی عورت تھیں لیکن متوکل نہیں کہ آپ کو کبھی کفار کے ساتھ عثمان میں کوئی گزند پہنچا کہ منصب تبلیغ پر پہنچنے والوں کے لئے۔

واللہ یعلمک من الناس اعدائہم اہل کثرت سے تھے ان کے گھر

کا مدد بخیرانی موجود ہے۔
وطن کی طرف مراجعت ایک ٹیکہ بریں بن سکا کہ حضرت ابو

صفان میں کب تک رہے لیکن سند احمد منیل کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے خنار میں پہنچ چکے تھے۔ عجیب بات ہے کہ بنو خناریوں نے آپ کو محض غام توحید کی بناء پر اس درجہ پہنچایا تھا کہ آپ ترک و من پر مجبور ہوئے تھے آج حق و صداقت کی کشتی درجہ دیکھو! اگر بغیر کسی مادی کدو کاوش کے بعض تو پہلی ہی تبلیغ میں ایمان سے آئے اور بعضوں نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئیں گے تو ہر لوگ اس وقت پر سے سنان ہو جائیں گے۔ قریب ہی آپ کے سیفِ اسلام کا قبیلہ آباد تھا وہاں بھی آپ پہنچے اور جو کچھ اپنے دل میں لگا کر لائے تھے دوسروں میں بھی اسی کو لگانا شروع کر دیا چونکہ روز بروز کامیابی ہو رہی تھی اس لئے آپ کو اس سے اذیت دہن لگتی ہو گئی۔ اخیر میں ان کا شغف اس درجہ بڑھ گیا کہ ہوا کہ آپ اس وعدہ کو بھی پورا نہ کر سکے جسے پٹنے وقت میں دیا تھا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا یعنی میں دیکھتا ہوں گا کہ آپ کو جنگ کی اجازت کب ملنی ہے۔ جب مل جائے گی فوراً حضور سے آکر مل جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کا حکم بھی ہوا۔ بدر و احد جیسی مشہور و زانیان بھی گزر گئیں لیکن حضرت ابوذر کو اپنے کام سے فرصت نہ مل سکی۔ اخیر میں جب کفار عرب دس ہزار جوار لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے اور فتنہ کی وجہ سے ایک ہفتہ کا محاصرہ ڈال کر مدینہ کے سامنے پھیل گئے یہاں تک کہ آسمانی نزلت نے ہوا میں جنبش پیدا کی جس نے غیصے اٹھانے والے انڈیاں دیکھیں ان دن

فرشتوں نے کافروں کے دل مسل ڈالے۔ دشمنوں میں لا وجہ دشمنی پیدا ہوئی قریش بغیر اُسے مجربے کہ میں آکر چھپ گئے تو اُن اقامے نے تمام عرب میں زلزلہ ڈال دیا یحییٰ و ایان کی ایک بہر تھی جو نام عرب میں روزگنی۔ فغا۔ ی۔ و لایو ہی منتظر بیٹھے تھے اس واقعے نے ان کے شر و اضطراب کو دور بھڑکا دیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بقید مدنیہ منثورہ کا سفر | فغا۔ ی۔ نے درخواست کی کہ ہم لوگ مدینہ کا بیان لانا چاہتے ہیں۔ اسلم داروں نے بھی ساتھ دیا۔

سُتہ کے ابتدائی پہینے تھے کہ فغا۔ ی۔ اور اسلم کی مسیت میں سلام کا کامیاب مبلغ پھر انھیں تدمروں کے نیچے آکر نہانے لگا بس کی یاد نے اُس کو دلی عرصہ میں کبھی مین سے نہیں رکھا تھا کیا کچھ واقعات گزرتے ہجرت و فراق کی داستانوں میں کیا غمت و شغیہ ہوئی۔ زمانہ اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ ہمیں تو صرف اس قدر معلوم ہے کہ دونوں قبیلے آپ کے راہ پر پیش ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دیدار اللہ میں ان کی آنکھوں پر جگہ بازوں کو نوازتے ہوئے فرمایا۔

فغا۔ ی۔ غفر اللہ لہا | اسلم کو نہانے کا غمت
سالمہا اللہ | اسلم کو نہانے کا غمت۔
یہ ایک خاص قسم مسیت تھی جو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے علاوہ آپ نے کسی قبیلے کے لئے ایسے اخفا استعمال نہیں فرمایا اور اسلم پر بھی یہ رحمت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک پھیل گئی

نبائلِ خاندانِ اسلام تو اپنے خیمہ گاہوں کی طرف واپس لوٹے اور
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کا دامن تھام لیا۔ اور اس
منہبھی سے تھا کہ پھر کبھی الگ نہیں ہوئے۔

روز بروز آپ کا اقتدار و اعزاز دربارِ نبوی میں
امارتِ مدینہ بڑھ رہا تھا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
غزوہ ذات الرقاع میں تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کا امام آپ ہی کو
بنایا۔ اور نہ صرف آپ ہی ایسے ہوئے بلکہ آپ کے صدقہ میں خیارِ بونہ
بھی کبھی ایسی یہ جہدہ عاشقِ غزوہ دوست الجھنڈل کے مریض پر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے باع بن عرفہ الغفاری کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔

ردافت کی عزت | عرب میں عام عورت دستور تھا کہ جب اونٹ پر
سوار ہوتے تو اپنے کسی خاص آدمی کو اپنا رویت
بناتے تھے جو سوار کی کمر تمام کر چکے جیٹنا سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وسلم بھی کبھی کبھی کسی کو اپنا رویت بناتے تھے۔ جبہ اوداع میں آپ کے
رویت آپ کے چھاندا و بھائی الفضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی ردافت ایک بڑا عہدہ جلیل تھا جس شخص کو آپ یہ عزت دیتے

تھے ان ملک وادب کے ارتقاء بھی نہیں والی نہ تھی۔ وہ جو شخص کو اس شاندار
عہدہ پر مقرر کیا جس سے کللوں کے پاؤں جھٹ گئے تھے۔ اور لوگ اس کے پاؤں میں
جھانکنے لگے۔ چونکہ ذات الرقاع صحیح روایات کی بنا پر حضور کے بعد ارفع ہے۔ اس
حضرت ابوذر کا امیر بننا تو کوئی جہ نہیں۔ "مختصر فی تاریخ" ص ۱۱۱

گوناور روایت منہی سلی اللہ علیہ وسلم کے عقب سے عقب کیا جانا تھا۔
 ہمارے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس عزت سے
 سرفراز کئے جاتے تھے۔ نہ صرف انہوں پر بلکہ حضور مہرانی سواروں
 میں بھی مثلاً گدھے وغیرہ پر بھی حضرت ابو ذر کو اپنے پیچھے بٹھایا کرتے
 اور آپ سے باتیں کرتے ہوئے راستے فرماتے تھے۔

الغنیۃ منہی سلی اللہ علیہ وسلم ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آپام
 بھی رہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت سے بہت زیادہ خوش
 تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی
 خدمت سے فارغ ہو کر کچھ رات گزرے مسجد نبوی میں سونے لے گئے
 چوں کہ اس دن زیادہ کام کیا تھا اس لئے راستہ مابین صلی اللہ علیہ
 وسلم آپ کی دل دہی کے لئے ضروری دیکھتے ہیں مسجد تشریف لائے۔
 حضرت ابو ذر سو پلے تھے آپ نے انکوٹھے لئے اشارے سے
 بگایا۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھے آپ نے پوچھا ابو ذر کیلے اس دن کیا کرو گے
 جب اس سے مسجد نبوی سے اٹھ نکالے جاوے گے۔ حضرت ابو ذر بھی گتہ
 دوبار نبوت میں بہت زیادہ شرم گئے ہوئے۔

”اچھی خواہش رہی تھی کہ میں سے نکالے گا اس کی کو
 اڑا دوں گا؟“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اٹھایا اور دعا کرنے لگے۔

”اے خدا ابوذرؓ کی سعادت فرما : میں کہہ چکا ہوں، جو شخص اس کے ساتھ ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“
 ”ابوذر! نہیں ایسا نہ کرنا۔ جو بھی تجھ پر حاکم ہو۔ اگر یہ ظالم ہو تو
 میں نہ ہو جس کی ناک کان اکھڑے میں نہیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔
 وہ بدھ کیسے کھینچے اس کی جانتا ہے۔ بدھ کے ہاتھ پلا جاتا ہے۔“

اور ایسا ہی رہا وہ جس کی تفصیل آتی ہے

صاحب سر الفیہ | آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص
 خصوصیت یہ بھی تھی حضورؐ نے بہت سے امراء
 صلی اللہ علیہ وسلم | آپ کو بتاتے تھے لوگ جب آپ سے کوئی
 حدیث پڑھتے تھے تو فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امراء
 بتائے ہیں وہ اگر پڑھتے ہو تو نہیں بتاؤں گا اس کے علاوہ جو کچھ پڑھنا
 چاہتے ہو۔

ورد و محبت | اگرچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیعہ اکثر علماء
 میں تھے مگر وہ اس میں کے کھلے کھلے نشانات لیتے ہیں جس کے بغیر کوئی
 دین نہیں ہوتا۔ لیکن بعض واقعات خاص اور ہجرت اگینہ میں سے جب
 دیکھو بسکی باہمی لگاؤوں کا ایک انصاف مرقع سامنے کھینچی جا رہا ہے۔
 حضرت ابوذرؓ کا یہ حال تھا کہ اکثر بہت بڑے جہاں کا ذکر فرماتے تو کہتے

| | |
|------------------------------|-------------------------------------|
| اور صفائی جیسی بٹلاؤ۔ بصلو | بہت محبت کے سر ابوذرؓ کی بے نیکی ہے |
| مضنی والو تر قبل النور العبد | جنت کی ناک کی مدد اور غصہ ہے نہ کیا |

لے خدا میں جس وجہ سے

لے خدا میں جس وقت جا رہا ہے مصر

مختلفہ ایام میں کل شہریت
اور اخیر میں فراہمیت اگر میں اس کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ایک
دوسری وصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بہت بڑے بچے اور بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت
بہت بڑے بچوں کی وصیت

اور صافی جی بھس ارحم
المساکین واجالسہم الظم
الی ماہو حتی ولا انظالی
ماہو فوقی وان اصل لرحم
وان اقول الحق ولو
سکان مرا وان اقول
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

انفرض یہ خاص آپ کا طرز تھا کہ ان کا نام من کی زندگی کی قسم سازوں
پر بمن منتہر تھا آقا جیسی باغیل کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے تھے کبھی کبھی حالت
بہت غیر ہر جاتی تھی نہ بیٹ بیان نہیں کر سکتے تھے کہ یہ طاری ہو جاؤ تھا
اضف برنج نہیں راہی ہیں کہ جس نے حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
بیٹا لقمہ کی کھد میں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے دیکھا ہوتا ہے ان کو کہ کر کہ
بچے میرے محبوب اور اقام علی اللہ علیہ سلم نے خبر و کلمہ پہنچا دتے تھے پھر مٹاتے
کیجے میرے محبوب اور اقام علی اللہ علیہ سلم نے خبر و کلمہ پہنچا دتے تھے پھر مٹاتے
بچے میرے محبوب اور اقام علی اللہ علیہ سلم نے خبر و کلمہ پہنچا دتے تھے پھر مٹاتے

حدیث بیان کی۔

ایک دن حضرت ابوذر کو خیال گزر کر آج تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آنکھیں खुंदی کر رہے ہیں لیکن جنت میں کیا ہو گا تو فرزند صلی اللہ علیہ وسلم فرمشت میں ہونگے اور میرا وہاں جانا جانا ملے گا جہک جنت کا استحقاق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے ہوتا ہے اور ہم میں یہ کب ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کا خیال اس قدر بڑھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حاضر ہونے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ایک آدمی ہے جو کسی کو پیار کرتا ہے اس سے اُسے محبت ہے لیکن اس میں استکھافت نہیں کرتا اپنے محبوب کے مانند تمام اعمال و افعال کو بکالائے دہر اس کا قیامت میں کیا مال ہو گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذرؓ کے مقصد کو پہنچنے لگے فرمایا اے ابوذرؓ تم قرآسی کے ساتھ ہو گے جس کو پیار کرتے ہو حضرت ابوذرؓ بیٹاب ہو کر چلائے کہ یا رسول اللہ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو پیار کرتا ہوں اور انہیں کو دوست رکھتا ہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”قرآسی کے ساتھ رہو گے جسے چاہتے ہو
تم اس کے ساتھ ہو گے جسے چاہتے ہو۔ تم اُسی کے ساتھ
رہو گے جسے چاہتے ہو“

شہیدانِ محبت کے لئے حضرت ابوذرؓ کا یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔
امتِ انور و صلوات اللہ علیہ اجمعین کی زبانوں پر یہ سوال آج بھی جاری ہے۔

یقیناً ایسا ہے لیکن

انکنت مع من احببت ان کے ساتھ ہے میں کو دوست رکھتا ہے۔

جی ایسی ہی زبان صلوات شہیدہ اعلیٰ اصحابہ و صلوات کے اعلیٰ صاحبہ
ہیں جس کی سچائی کی امید نہ کہیں اور ہے تم محبت کر کے دیکھو! دیکھنا کہ
ابنہ کے لئے جو جہیز بند بندہ ظاہر و باطن خود مضطر ہو گا۔

اب شان بھری کے جہیز فرانیوں کا بھی نفاذ کر دیا جائے گا
ساتھ کیا ازائیس تیس کیا کچھ نہ رہیں تیس۔ حضرت ابوذر خود فرماتے
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لعل یلینی فہذا لعل بیدار کسی بیری عادت ایسی تیس ہی کہ اپنے
یہ سہ اہل بیت ہیں ایسی بیٹیاں
کی سرکاری سبب ہوتی تھیں

ہر بار سات میں بیس لکھ زبان نہیں کھل سکتی تھی کسی کی کہ بہانے
فرادوں نے ابوذر کو گستاخ کر دیا تھا کہ جرجی میں آنا تھا پوچھنے سے
خود فرماتے ہیں۔

انا کنت اسال عنہا بغنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پتہ پڑا
اشدا مسئلة (سرسیمتی) کرتا تھا وہ بچے میں سخت تھا۔
سوال کی اسی شدت و کثرت کا نتیجہ تھا کہ آخر دونوں میں حضرت ابوذر
فرما کر گئے۔

لقد ترکنا محمد بنی اللہ علیہ وسلم و ما بصرک طائر جنت
میں شہیدہ اعلیٰ اس وقت ہم کو نہ بچتا
جب نقاب اس لئے اے ہند کے حق

فی السماء الا ذکر منہ علما | جس میں کوئی اور کوئی حرف نہ آیا
(سنہ احد)

صحبت و خدمت کی اس طویل مدت اور ساتوں کے پورے گھم کے اس دور
کے میں شاید ہی کبھی اپنے نیا نہ کر بارگاہ سراپا مانعے بھڑکی ملی البتہ
ایک دفعہ جب حضرت ابو ذر اپنے سردار سے بیت آگے بڑھ گئے تو
پھر قباب ہوا۔ اور ایسا عتاب ہوا کہ حضرت ابو ذر بھی اس کو ہیشہ
کہتے ہوئے فراتے۔

| | |
|-----------------------|------------------------------|
| فغضب علی رسول اللہ | پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم |
| صلی اللہ علیہ وسلم | اور اس کے بعد اس کے |
| ما غضب علی من قبل | آپ کو کبھی اس سے پہلے یا بعد |
| ولا من بعد (سنہ پہلی) | اس کے بعد کبھی آیا۔ |

نقص یہ تھا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "یلک القدر"
کی بڑی تلاش رہتی تھی ایک دن عرقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھنے گئے کہ یا رسول اللہ کیا قدر کی رات مدت رمضان کے پہنچنے
کے ساتھ ٹھہر رہی ہے یا وہ سرے ہیوں میں بھی واقع ہو سکتی ہے آپ نے
فرمایا نہیں مدت رمضان میں میں نے عرض کیا کہ کیا یہ رات ٹھہر اس
وقت تک رہے گی جب تک اللہ کے پیغمبر ہم میں ہیں یا ان کے بعد
بھی اس کا سلسلہ باقی رہتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں
نہی کے بعد بھی یہ رات باقی رہتی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی
میں نے عرض کیا کہ آخر رمضان کے کس مشرہ میں اس رات کو تلاش کیا
جائے۔ آپ نے فرمایا "آخر مشرہ میں اور اول مشرہ میں اسے احوال دیکھو"

حضرت علیؓ مد علیہ وسلم اس کے بعد کسی اور گفتگو میں معروف ہو گئے
لیکن میں موقع کی تاک میں۔ اذرا خلعت پا کر پھر پھپکا کہ آفران دو مشرو
میں سے کس مشرو میں واقع ہوتی ہے فرمایا کہ آخر مشرو میں اور اس کے بعد
ارشاد ہوا کہ بس اب آئندہ کچھ نہ پوچھنا پھر آپ دو سری اڑوں میں شمول
ہو گئے مگر میں تاک ہی میں لگا رہا موقع پاتے ہی باوجود حاضرت کے جسے
یہ کہتے رہے۔

| | |
|--------------------------|--|
| اقتسمت علیک یا رسول اللہ | میں پیر و پوج بھی نہیں ہیں کی قسم |
| بحق علیک لتحدثنی فی | میں تو میں کہتا ہوں کہ مجھے بنا دیجئے کہنا |
| ای الحشر وہی۔ | بہا کی میں سنت ہیں یہ راتہ راتہ |

میں اس کے بعد علم غلام عیسٰی میں جنبش ہوئی اور ایسی ہوئی جسے تم حضرت ابو
کی زبانی سن چلے کہ اس طاہم کرنا انہوں نے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد کچھ
جگہ میں نہیں آتا کہ در ایسے محبت کے اس فطری جوش کا نشا کیا تھا
کیا باوجود حاضرت کے حضرت ابو ذرؓ کے پوچھنے پر غصہ آیا۔ شاید اس پر
کہ ابو ذرؓ میں اب تک اپنا اتنا غصہ باقی ہے جس کی تفسیر انہوں نے "حق"
سے کی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو ذرؓ کو جو کچھ بنا چاہتے تھے اس کے
انداز حق کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔ ہر حال یہ الفت و محبت کی دائرہ
کی باتیں ہیں ان روز و اسرار تک محب و محبوب کے سوا کسی دوسرے
کی کیا رسائی ہو سکتی ہے۔ میں تو اس وقت ان نواز شوں کا ذکر کرنا چاہتا
تھا ہر مختلف شکلوں میں جاں باز ابو ذرؓ پر دربار نبوت سے منبعل ہوتی تھا
نہیں واقعات بکثرت ہیں۔ لیکن سب سے نمایاں سرو کا ثبات علیؓ ہمارے
علیہ وسلم کے بین مرض کا ایک واقعہ ہے۔ حضور صاحب فراش سر پہ

مرض شدت پذیر ہے مین اسی حال میں علم ہوتا ہے کہ ابو ذر کو بلاؤ، دو گ
 دوزخے ہیں لیکن وہ دارفت جمال نبوی خدا جانے کہ فرسکل گیا تھا تھری
 دہ میں جب واپس ہوئے اور معلوم ہوا کہ علی ہوئی تھی بانچے کا پتے
 آسانے پر پہنچے باریابی ہوئی۔

حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ آپ بیٹے ہرے تھے ضعف سے
 اٹھ نہ سکے میں آپ کی طرف جبکہ اس وقت آپ کے دونوں ہاتھ بٹے
 اور مجھے اپنے صدر فشرع سے پھٹایا پھر اس کے بعد کیا ہوا اس کا پورا
 علم تو حضرت ابو ذر کہہ گاتا ہم تنا تو دنیا کو بھی معلوم ہوا کہ اس کے بعد
 ابو ذر اٹھے ہند اور غوی آرزو خواہش کے جس و غاشاک جل کر کچھ اس
 طرح جسم ہوئے کہ پھر کبھی نہیں اٹھے۔

مطلع سینہ نبوی سے ابو ذر کے چلو میں دو نہ داتا جس کے بعد
 انسان ہمیشہ مجنون و دیوانہ مشہور ہوا ہے۔

صحبت نبویہ کے آثار | محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ
 نہ تھے پر آپ کے زمانہ میں تھے) کے باہمی تعلقات کو ذہن نشین کرنے کے
 لئے ہمارے سامنے حضرت محمد صالح مانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تشلی
 بیان سے غالباً زیادہ موثر کوئی چیز نہیں ہے اپنے کتبہ بات میں ایک مقام
 میں ارقام فرماتے ہیں۔

”آفتاب بگڑا آسان پر تھرا ہوا جلوہ افروز ہوتا ہے دھولی اپنے
 پونے صاف کر کے اس کی گرم گرم شاخوں کے سامنے ان کپڑوں کو پھیلا کر
 محمد احمد بن عبد اللہ الامام“

ظہر ہوا ہے ؛ مگر ناپاکی پر غمری کس درجہ مجموعہ پر دوازہ ہے کہ کہتے آنا
 نانا سفید ہوتے جاتے ہیں اور دھوبی کا چہرہ اسی دھوپ میں اسی وقت
 ایک ہی ہوا میں اسی بسنت کے ساتھ سیاہ پڑا جاتا ہے ۔

نرم دیتے ہو کہ وہ ب کے ایک ساحلی شہر حبیب میں ایک بڑی آفتاب
 چمک رہا ہے ۔ اس کے ارد گرد بیکڑوں والی بڑی ریں ، دھوپ کا اجتماع
 لیکن وہ جنھیں دیکھ کر افضل ابٹلہ بعد الانبیاء کہتے ہیں صد بقیہ کے
 رنگ کو اپنے اندر اس کی کڑوں سے پختہ کر رہا ہے کسی میں غار و قیوت
 باقی ، باطل کی قوت میں وہ شدت پذیر ہو رہا ہے ۔ کئی ہے جو اپنے بدن
 و جسم میں میا کے تمام شعبوں کی تکمیل میں مصروف ہے کسی کا سینہ علم و
 معارف کے لئے یونانیو فیاض شریں ہوا ہے ۔ اور جہان یہ ہے وہیں
 چند اشقیاء غم ایسے بھی ہیں جن کے قدم میں دیر و دور کی سیاہ
 میخڑوں میں دھنسل رہے ہیں ۔ گراہی و شرارت کے سب اشلوں میں
 گھسے جاتے ہیں ۔

| | |
|-----------------------------|--|
| تبرک الذی بیدہ الملائک | سبحانہ و تعالیٰ اس کے وہ ہیں برکت مند |
| وہو علی کل شئی قدا یرئ الذی | کہ ہے وہ ہر چیز خواہ شہر و جاہ و رعایا |
| خلق الموت والحیوۃ ۔ | وہ پیدا کرے مرگ و زندگی |

انھیں دونوں میں ایک وہ بھی تھا جس پر خدایوں کی خانہ دانی و زندگی کے
 پردے پڑے ہوئے تھے اور جس پر شیروں کی قنات و ہوشاکی کا بادل
 محیط تھا لیکن ان تنہاے مار کے اندر ایک مادہ سا کہ بھی پہاں تھا جو
 اسی دنی آفتاب کے نیچے خوش قسمتی سے آگیا ہے ۔

سرخ فیر (آفتاب و رخشاں) کی تیز کرنیں اس پر بھی پڑ رہی ہیں

پر ہٹ رہے ہیں پر وہ پاک ہو۔ باہے منی کہ جب ان کی بائبل دجیاں
 اور گئیں تو میں نے بعد کو اور مجھ سے صدیوں پہلے دنیا کی بہترین جماعت
 نے وحی یوحنا کی مدد سے اب آوازوں میں سنا۔

بن مسلمان بنی یسویٰ الی وھل | حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ہاں کوئی اور
 عیسیٰ بن مریم علیہ السلام الی وھل | ہانا ہے میں وہ روز کو رہے۔
 منی کہ جب دیکھنے والوں نے دیکھا تو بنی اسرائیل کے اس نبی میں جو آئندہ
 روح القدس کے پرورش یافتہ تھے اور محمد (صلوات اللہ علیہ وسلم) کے
 کی ادنیٰ فیض پذیر نہ ہو سکے کہ میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ یہ ہمارے حضرت
 بروز غاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بنی فہرت میں بھن ام (علم ہوا)
 سے وہ دیکھی کا نظم موجود تھا اور وہ کائنات مسلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ
 صحبت کی بدولت وہ آگاہ چہ چہ اور آئینہ میں آئینہ بزرگ و بار بایا کہ
 اس کی شادابی دیکھ کر حضور مسلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حقیقت کا نقشہ
 کی شمع بجھنے کا اسے ایک کھل کر نہ قرار دیا۔

باب آٹھ حضرت مسلی اللہ علیہ وسلم کی نفس صحبت پاک کا ہی اثر
 تھا لیکن اسباب ہل کی تلاش کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت
 بڑا دخل سرور کائنات مسلی اللہ علیہ وسلم کی توت انتخاب اور طریقہ تعلیم
 بھی تھا آپ جس شخص میں جس چیز کی مناسبت دیکھا کرتے اس کو اسی قسم کی
 حضرت مسلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی شان پاک میں لے لیا ہے۔

انیت علم الاولین والآخرین | انہوں نے پچھون کے نام صمد و سات لکھنے لگے
 اسی لکھنے آپ کی ذات نام انیا جہم اسم کے خدائی ذات حق سے جو ان شخصوں پر
 کھایا کہ ہر وہ آقا خدا اسی میں بہت اس کاں پر مانتے تھے۔

تسلیم دیتے تھے جیسا کہ انشاء اللہ کچھ تحریری پت تفصیل اس کی آئندہ
 پڑھ کر گئے۔ تم کو وہیں سلف صالح کی ان آراء، مستفید کی صداقت بھی معلوم
 ہو گی جو فرماتے آتے کہ حدیث و قرآن سے تکمیل روح انسانی کے لئے ضرورت
 ہے کہ کسی شیخ حریت کی حلقہ مجرثی بھی اختیار کی جائے اور جب یہ ہے کہ
 کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلیم بصورت قرآن و آثار و حدیث
 ہمارے سامنے ہے لیکن آج وہ قوت اتنی یہ کہاں ہے جو باطل کو کٹا
 شخص کے لئے خدا کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

حضرات صرفیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں خدا اس قوت کو پیدا
 فرماتا ہے اور وہ اپنے وابستہ کی جبلت کا اندازہ کر کے ان کے سامنے
 انشاء و تسلیم فرماتے ہیں۔

طریقہ تسلیم نبوی

میں استیجاب تو نہیں کر سکتا تاہم مختصر مختصر طور پر اس کا ایک ضلع
 ماننا کہ پیش کرنے کی گنجائش بھی پاتا ہوں۔
 محبت دنیا ایمان اب ہم میں سب سے پہلے جس جذبہ کو دانا چاہئے
 وہ محبت دنیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ حضرت
 ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس وقت کی خدمت فرماتے خود
 ابوذر عفراتے ہیں کہ میں کب (غائبانہ) دیکھتا ہوں کہ وہ واقعہ ہے کہ کب
 ایک دن جا رہا تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دیوار کے سامنے
 میں جوں فرماتے دوسرے مجھے دیکھا اور جب قریب ہوا تو آپ فرماتے تھے

ہم الاخسرین ورب الکعبۃ
 ہم الاخسرین ورب الکعبۃ
 حضرت ابوذر کو خیال ہوا کہ شاید میرے سترق آپ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہو اس لئے
 چڑھ گئی دھڑکتے ہوئے آئے اور فرمایا۔

من ہر فلان الی وای
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الکثرین اموالا من قال
 ہکذا او ہکذا او قبیل ما ہر
 حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ نے اپنے دونوں ہاتھ
 کے اصرے بنائے اور آگے دائیں بائیں کی طرف اشارہ فرمایا یعنی جو خوب
 لے دے۔ غریبوں کے کام چلائے

شام کا وقت ہے صحرا مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخیر
 سیر و تفریح تشریف لے جاتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی
 ساتھ ہیں۔ ساتھیانہ کا چاند نظر آیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
 پکارا ابوذر!

حضرت ابوذر۔ لبیک یا رسول اللہ
 آپ نے فرمایا۔

آئے ابوذر! اگر اس آئندہ کے برابر بھی ہمارے پاس سزا ہوتی اس کو
 بالکل پسند نہیں کروں گا کہ وہ ہمارے یہاں تیسرے دن تک رہ جائے۔
 لیکن سوچ اس قدر مصدق قرین داروں کے لئے ہے کہ چھوڑ دوں
 میں سب کو بدھرا دھرا اللہ کے بندوں پر تقسیم کروں۔ اور چھرا دھو ہے

بنانا کر آپ دائیں بائیں اشارہ فرمانے لگے۔
حضرت ابو ذر فرماتے ہیں: ہم پھر آگے چلے آپ نے تھوڑی
دیر کے بعد پھر اشارہ فرمایا۔

”ابو ذر! یہی بات ہے جو اوتارے ہیں مگر صرف وہ
جو ”مردے اور مردے“ سے“

ہیں وہ جنہیں خدا پہلا کرتا ہے۔ ان میں ایک وہ شخص ہے کہ ایک فقیر و ضعیف
میں آتا ہے اور قربت کا واسطہ دے کر نہیں بلکہ خدا کا واسطہ دے کر
ان سے کچھ مانگتا ہے اور قبیلے کے لوگ اسے کچھ نہیں دیتے ہیں لیکن وہی
پوپ چاہا اُٹھتا ہے اور چپا کر اس کے کچھ اس حزن و ادا کر دیتا ہے کہ
اس کی خیرات کا عمل بخند اور بے دینے دے دے کے علاوہ کسی کو نہیں
دے سزا دے کہ جو کسی قافلے کے ساتھ رہتا ہے کہ جتنا ہے متی کہ جب قافلہ پر
نہید کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کسی مقام میں اتر پڑتے ہیں اور انہیں پر سر
رک کر سوجاتے ہیں لیکن وہ تھکا ماندہ سا سفر کیا انداز کے آگے بڑھتا
جاتا ہے اور اس کی خوشامدیں کرتا ہے اس کی آئینیں نکالتا کرتا ہے
نہ سزا دے کہ جو کسی جنگ میں شریک ہے دشمنوں سے سپاہیوں
کی مٹ بھیڑا جاتی ہے انفاق سے مسافروں کو شکست ہوتی ہے۔ اس
وقت جینے والے آگے بڑھتا ہے پھر باقی رہ جاتا ہے یا غلظت و غصہ
واپس ہوتا ہے۔

اور جن سے خدا بغض رکھتا ہے وہ بدعازانی اور قلیغ بانکا اور
ظالم و دغمنند ہے۔

حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہر دو گ آج انہوں بکریوں گائیوں کے مالک ہیں اور اس کی
 زکوٰۃ انہیں کرتے نیامت کے دن ان کی سریشیاں بہت بڑی
 اور سونے پر کر بیس گی اور جب ایک سال کا بیعت ہو گا تو اپنے
 مالک کو بیسوں سے اسے گا تو اپنے تئوں سے کچھ گا
 ایک تھا۔ جب ختم ہر جگہ کی ترہ سری آتے گی اور ان
 رگت بنائے گی بلکہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث تو آخر عمر میں اثر پڑھا
 کرتے تھے کہ مجھ سے میرے محبوب نے عہد کیا کہ جس نے سونے چاندی پر
 گزرے گا تو وہ اس کے مالک پر انکار سے ہیں
 ۔۔۔ سرت یہ حدیثیں بلکہ ایسے سیکڑوں اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتب احادیث میں مذکور ہیں
 جن میں حضرت ابو ذر کی تعلیم کا تصور میت کے ساتھ پتہ چلتا ہے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عہد نبوی میں داخل ہوتے ہیں اور
 رشتہ فرماتے ہیں۔

”ابو ذر! عہد میں جو سب زیادہ بندہ رہے گا وہی ہر دیکھو وہ کون ہے“

لے خدا اس حدیث پر بات توں عادی ہے کہ سریشیوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوئی
 ہے جب کہ وہ زکوٰۃ کی غرض سے دے گئے ہوں یا ان کا اکثر دار براہی میں
 رہنا ہر دیکھو کہ کھلے مالے چاندیوں پر زکوٰۃ نہیں۔

لے اس حدیث کے معنی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص خدا اور سری چنانچہ
 اس کو دیکھیں تمام قیدی اس کے لئے ہے۔

حضرت ابو ذرؓ کہنے میں کہ میں نے ایک آدمی کو جس کے بدن پر نہایت
جھمکی بڑا تھا، دیکھا اور سنا، وہ کیا کہ مضر، وہ بت آپ نے فرمایا اچھا اب
دیکھ! ان میں سب سے زیادہ گرا ہوا کون ہے؟ حضرت ابو ذرؓ کہنے میں کہ
میں نے ایک سکیہ کی طرف جو نہایت چمٹے پرانے ہیمسٹیرن میں
پناہ دیا تھا، سنا، وہ کیا سرور کا انعامات علیہ السلام سے لے
کر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمات کے دن میں وہ اپنی چمٹے پرانے کپڑوں
وہ لے گا، ان کی اہلی اور جدائی میں یوں سے رہی اچھی نہیں
ہے اور میں نے انہیں ان کے دن لے کر انہیں زیادہ ہو گا۔

حضرت ابو ذرؓ نے نبی کریم ﷺ کے ایک دن سانس سے تنگ آ کر
سرور کا انعامات علیہ السلام کے پاس نہایت سے اور اور عورت کی
کہ نہایت کئی سرور کا مال لگا کر، سرور فرمایا آپ نے سرور کا مال
وہ لے کر فرمایا۔

| | |
|------------------------|------------------------|
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |
| وہ لے کر فرمایا، انہیں | وہ لے کر فرمایا، انہیں |

حضرت ابو ذرؓ نے نبی کریم ﷺ کے فرماتے میں کہ میں حضرت کی خدمت میں
رہا کہ حاضر ہوا خداوند صبح تک اسرار کرنا، لیکن آپ نے کئی طرف سے

فرمایا۔ غہ

اس واقعے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طبعیتوں کی فطری بنیاد کا اندازہ
بہت خود ہے۔ نہ مفسر سلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو تو اس عہدہ پر
خود اسے فرماتے تھے لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لئے اسے کیوں ناپسند فرمایا۔

مبطل اللہ کی بنیاد کی بنیاد غار دار شاخ ہے اس کی نشوونما
میں سب سے زیادہ تائید بخشنے والی چیز رگیں اور دوسروں کی دنیاوی
ترقیوں ہیں۔ انسان پر کبھی ہستی ناپائیدار کی اصل حقیقت کا انکشاف
ہوتا ہے اور ہندوؤں کے لئے اکثر جہنم انھوں نے کہ اس سے نصرت ہرانی
ہے مگر جہاں انھوں نے اپنے سے زیادہ دو مقتصدوں پر نظر نہ کی۔ ان کے
اپنے مکان محدود لباس غذائے کھانے کو بھرت پر شکست سوار پاں سلانے
کے گئے ہیں۔ پس اسی وقت ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے اور اسی کے بعد
زہد اعزت کے تمام جذبات کو کم بیٹھتا ہے۔ عانی خیالات سرب
ہو جاتے ہیں اور دنیاوی ہوس دل و داغ پر مسلط ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہی نشوونما
کھانی منہ اس کا بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ اس پر حال
رہے۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھانی منہ راوی ہیں۔

”یہ غفلت زنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

علم دیا ہے:

(۱) سبکدوشی سے محبت کہ انھیں اسی سے متاثر ہوا۔

(۲) اللہ مجھے فرمایا کہ میں اپنے سے کم رتبہ والے آدمی پر ہمیشہ نظر کروں

اپنے سے بلند مرتبہ پر بھی گاؤں ڈالوں وہ اصل میں مرض کا بہترین
 علاج ہے۔ فرض کرو کہ ایک آدمی بے عمل کا کرنا اور لٹھے کا پانچواں
 پینے کو گھیروں لی۔ وہی اور بکری کا گوشت کھانے کو ایک سات ستر
 سنی کا مکان دینے کو مناسب ہے۔ اب اگر یہ اس شخص پر جس کے پاس گائے
 ہوں اور جو لی۔ وہی اور بکری کے جسم پر جس کے علاوہ کچھ نہیں ہے نظر
 کرے گا تو اپنی سات پر فکر کرے گا اور خواہ مخواہ ان فضول مصائب
 متناہ ہو گا جو اسے اپنے سے زیادہ مالدار زیادہ قیمتی لباس سے ملنے
 کھانے والے پر نظر کرنے کے بعد بھیجے پڑتے۔ دنیاوی غایت اور آخر
 خواہی یہ بہترین تدبیر ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں جو آج اس پر عامل ہیں
 بلکہ میں تو کہتا ہوں اگر اس اصول پر انسان عمل کرے تو شاید اسے کبھی کسی
 قسم کی قیمت نہیں پہنچ سکتی دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ یہی وہ منہ پر
 ہے جس کی تسمیریں سعدی نے کہا ہے یہ کلاؤ دیکھ کر پھر کے اس کا ہوش
 نہ ہو اگر میرے پاؤں میں جوتے کیوں نہیں ہیں ؟

مساں کے بعد ب دنیا کا وہ سزا بڑا جادو و قوت کی جست ہے
 یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور ظلم عالم کے فساد کا باعث ہے دنیا میں
 بندگان دولت سے جتنے خاصہ پیار ہے وہ اُن سے بہت ہی کم ہیں
 جو باہر دنیا کی دیوانگیوں سے فہم میں نہ آتے۔

اس مرض کا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ انسان اپنے اندر کبھی
 کمال کو محسوس کرتا ہے تو وہ کمال کا کرنے والی قوت و قدرت کو محسوس
 ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس میں بھی کچھ ہیں اور اسی کے بعد کشش کرتا ہے
 کہ یہاں میں نے اپنے آپ کو کچھ سمجھا ہے کشش کرنی چاہئے کہ ہمارے گرا

وہیں واپس کر بھی میرے وجود باکمال کی اطلاع ہو پھر اس کے لئے جو کچھ خیریں اپنی اپنی پرواز کے موافق سمجھ میں آتی ہیں، کم دیکھا گیا ہے کہ مرنے والا کوئی غلام اس کے لئے کوئی دقیقہ شمار کرتا ہو سنا کے انھما روں سے اپنا سینہ بھر رہا ہے اور حال و عرام مریضوں سے اپنے وجود کی خبر دنیا کے کانوں تک پہنچانے کی فکر میں مصروف رہتا ہے۔

حضرت بروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو کمال پیدا ہونے والا تھا یا ہو چکا تھا، وہ زہد اور تقویٰ کا کمال تھا، ڈر تھا کہ کہیں اس محبوب و خود بینی نہ پیدا ہو، جس کے بعد جاہ و عزت کا سیلاب خود بخود دنیا و آخرت کے بہن کو بہا کرے جاتا ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اس کا بھی اندھا فرما دیا، اور صاف لفظوں میں حضرت بروز کو مخاطب کر کے آپ نے ایک دن فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! تم سب کے سب گنہگار ہو لیکن جسے میں مغفرا رکھوں پس تم سب کے سب مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتے، ہر میں نہیں بخشوں گا، جو مجھے صاحب قدرت جانتا ہے، یعنی جانتا ہے کہ گناہوں کو خدا سنا سکتا ہے، وہ شاکہ اندہ اس نے میری قدرت کے دیدے سے اپنے گناہوں کی ساری گواہی میں نے اس کے گناہ صاف کئے اور مجھے اس کی بھی کوئی پروا نہیں۔“

اے ہمارے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو لیکن

صرف وہ جسے میں راستہ بتاؤں تو تم ہم سے ہی ہدایت کی
استہا کرو۔

تم سب کے سب منادی و فقیر ہو لیکن صرف وہ جسے
میں فقی کروں تم مجھ سے ہی اپنی زبانیں طلب کرو اور یاد
رکھو اگر خدا سے سروے اور زندہ سے الگے پچھلے بندے کے
خلف و ترسب کے سب سے کسی بندے کے انتہائی
پرہیزگار وال پر جمع ہو جائیں تو ان سب سے میرے ملتے
پھرتے ہوئے برابر بھی کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔

اور اگر خدا سے زندہ سے سروے الگے پچھلے بندے
کے ملتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی تمام امیدوں کا لمحہ سے
سوال کرے اور میں سب کے سوال پر سے کروں تو اس سے
بھی پرے ملک میں کچھ کمی نہیں ہوگی لیکن صرف اس خدا کو
ایک شخص ہی اور یا میں اپنی ساری اذیت ہے اور کمال بے انتہا
اور یہ اس لئے کہ میں ہی بخشش والا ہوں کہ بڑے بڑے اور تمام
مسکند پر غائب ہوں کرتا ہوں جو کچھ چاہتا ہوں۔

بڑا بڑا بھی صرف میرا حکام ہے اور میرا خدا اب بھی بڑا
میرا حکام ہے جس میں پیڑ کا اور وہ کرتا ہوں اس سے کہنا چاہو
کہ ہر جا میں وہ ہوتا ہے۔

بڑا بڑا جلاں و جبروت کا جو تقاریر میں اس حکام میں کرتے ہو کیا اس کی
صاف فہمیتیں کرنے کے بعد اپنی ہستی اپنے ملک سب و کمالات پر بھی کئی
نہ کر سکتا ہے کیا اس کے بعد ایک سکنتہ کے لئے خود گھنڈ کی چٹکائیاں کیں

دل میں چمک سکتی ہیں اور کیا اس کے بعد ہر کبھی کوئی کوسن باشد جاوہر
بناؤ دغود کے لئے کرکڑ اورض پر کوئی فتنہ اٹھا سکتا ہے آخر جب کہ ہم
ہر ایک فضا اور ہے تو توغوی و جہالت پر کان دیوانہ مغرور ہو سکتا ہے
مخفی کہ اس کی شہرت و مصیبت کی جد و جہد میں مبتلا ہو۔

جب کہ اگر باب اول کی تمام تر زندگی صرف خدا کے قہر کے
قبضہ اقتدار میں ہیں تو کیا ہائے راز پر سینہ نائنے والا اگر احمق نہیں
تو اور کیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے تمام اکابر اس مغل غلبہ اور
چھوٹے مل کو بھی خدا کی بارگاہ جلال میں پریش کی برابر اسان نہیں کیجئے
نہ ہر انسان شے از خاک انسان کس پر اگر تائب ہے۔

اس کی خارج بے نیازی کا باب یہ حال ہے کہ وہ ہدایت و رشد
کے باب میں بھی صرف توفیق اور اپنے ہاتھ کو کام کرنے والا بنا تائب ہے
تو ایک واقعہ حاصل کس بنا پر اپنے مساعی کو قابل قدر و سستی سمجھ
سکتے ہیں۔

اے اگر سب کچھ اسی کا ہے اور ہر شخص نمان و نقیوس تو
چرنے والا بھی کسی بے رحم و ہندو کیوں ؟
یہی اور کچھ مراعات تھے جس نے انہیں میں روح بوداری پرورد
میرسی کا نقش گھسیٹ دیا ہر کف و سب کچھ خاوار اس سے بھی زیادہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان اطہر و قلب زلی سے حضرت ابوذر رضی
شاہی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو اور بھارتے رہتے تھے۔

لیکن آپ کی تمام نیلر و در شاد میں سب سے زیادہ ضروری شہر
پر ذرا سی چاہئے یہاں اسلام اپنی امتیازی شان کے ساتھ تمام ادیان

دل سے غصہ نظر آتا ہے۔

قرآن و حدیث ہوتا ہو گا کہ اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعلیم قحطی و جہاد اسلام نے، بیانیست کی کیا مخالفت کی اور اسے قیسوں اجاڑوں کی خود تراشیدہ اسرار میں کیوں شمار کیا۔

میں اسی سوال کے جواب کی طرف نہیں متوجہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ عام عربیہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ وہ تعزیری اس کا نام ہے کہ نابادوں کو چھوڑ دینا اور بیابانوں میں کل جانا چاہئے۔ اور وہیں کہیں تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہونا چاہئے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”مرا سون سے ڈباں خالی یہ بھی نکلی ہے کسی بچے کے لئے
راست بنا، بنا بھی صدقہ ہے کسی کو اور آدمی کی عبادت کوئی
یہ بھی صدقہ ہے اور تیر اپنی بوی کی ساتھ ہم بستہ ہونا یہ بھی
صدقہ ہے۔“

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے (عجب سے) پرچہ کہ حضور کی بوی کے ساتھ ہم خدمت ہونے میں صدقہ ہے! حالانکہ اس میں قرآنی ایسے نفس کی خواہش پوری کرنا ہے کیا آدمی اپنی خواہش بھی پوری کرے گا اور اگر بھی پائے گا۔

یہ کیا بیجا جہم اصطلاحات نے فرمایا! چاہا بناؤ اگر تم اس خواہش کو کسی ناجائز اور حرام طریقے سے پوری کرتے ہو کیا یہ عبادت ہونا حضرت ابوذر نے کہا یقیناً

آپ نے فرمایا: تو تم لوگ گناہوں کا دریا بن کر نہ بنو گے۔
 نہیں، عموماً ادا نہ ہو سکتا ہے، اے کسب و حرف کو جو بیٹھے
 ہیں اور سبب انیس دنیوی ضروریات شاقی ہیں تو عاقل و قانی
 بیگ انگھے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
 منہ فرماتے ہیں کہ

”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا کہ ہم
 ایک ایسی بات پر بیعت کر دے کہ اس کے بعد تم لوگ
 مرن جنت ہے۔“

حضرت ابوذر نے کہا: ابی ہاں اور میں نے ہاتھ پھیلا دے۔ اپنے
 فرمایا کہ میں تم سے عہد بنا پا رہا ہوں کہ تم کسی آدمی سے کچھ نہیں مانگو گے۔
 حضرت ابوذر نے کہا: ”یہت جیتر۔“

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مٹی کو وہ کرنا بھی نہیں جو
 تھکے گھر سے تھرپٹ جاتا ہے۔“

ہمارے زمانے میں فقر اور آدیش نے ایک طریقہ بھی اختیار کر لیا
 ہے کہ ہر وقت سب سے بڑا ہوتا ہے کسی نے کوئی بات بھی نہ کہی تو اس کا
 پیشانی پر ہاتھ دیتے ہوئے دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا: ہر کوئی قسم کی نیکی! قبول کر بغیر ہجرت۔ اگر تم سے ہر کسی
 مسلمان کے ساتھ مل کر کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ
 بخندہ پیشانی کر۔

ہم بھی سمجھتے ہیں کہ بعض لوگوں پر زہ کا اتنا پلہ ہوتا ہے کہ
 جو ایک اپنے گھر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ جو یہ والد کے اقربا کی خبر گیری
 کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ حرکت اس مقصد کے بالکل خلاف ہے
 جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان دنیا میں ہندسہ سال
 کے لئے جس کی مدت اس زمانہ میں ساتھ شریعت شریعہ زیادہ نہیں محض
 نو یا بیس کے لئے ہوتا۔ کیا ہے وہ اصل آزمائش یہی ہے کہ تمام فتنوں میں
 مبتلا ہو کر بھی اپنے خالق و مالک کو نہیں بھولتا۔ حضرت ابو ذرؓ کو اپنے بڑے
 دلچسپ ہرے محبوب نے وصیت کی کہ میں اپنے رشتہ داروں کے
 ساتھ سوگ کرنا نہیں اگرچہ اسے ہر سے دور ہے۔ انھیں نہ
 دیکھوں نہ کہ یہ بیت شغل ہے۔ ہر جمعہ میں تہجد پڑھتا
 رہا۔ اسی میں رب کے ساتھ سوگ کرنا ہے۔

جذب و ترسکی خلیفہ و تزکیہ کا یہی زارین سلسلہ قاجار و زبیر حضرت
 اور انکی حقیقت یہ ہے کہ اسے اس جوہر کو چھوڑنا ہوتا تھا۔

سردار کائنات سید محمد مصطفیٰؐ بھی ہر لمحہ ہر وقت حضرت ابو ذرؓ کی
 حرکت و سکون پر نظر رکھتے تھے۔ اور حضرت ابو ذرؓ کا یہ حال تھا کہ ہر کچھ
 کہا جاتا اور میں وقت بھجا جاتا۔ فرشتوں کی روح سے جذب کر ممتی اور اس
 طبعی کے ساتھ اسے قبول کرتی کہ پھر دنیا کی کوئی قوت اس رنگہ کی کسی طرح
 شائیں مکتی تھی۔ یہ لیکن تھا کہ وہ خود اپنی ہستی شائیں مکتی لیکن یہ بالکل نا
 ممکن ہو رہا تھا کہ ہر رنگہ اس پر چڑھا یا گیا تھا۔ وہ زائل ہو گیا۔ یہ بھی پڑا

مثلاً اسی زمانہ میں جب کہ آپ شروع شروع دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے ایک دن قصر میں آکر ایک صحابی (حضرت بلالؓ) کو ان کی غلامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

ہا این الامۃ روزی ہے

کہہ دیا۔ حضرت بلالؓ سیدھے دربارِ نبوت میں پہنچے اور ابوذرؓ پر اصرار کیا کہ انہوں نے مجھے کابیاں دی ہیں۔ اسی وقت حضرت ابوذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت ہوتی ہے حاضرہ نے اس بارگاہِ نبوت سے سوال کیا ہے۔

اس کا جواب تو یہ تھا کہ میں نے کون کون کا
 یہ تو کا زمانہ ضمیرِ جرم کے زہر پے جرم کو اپنے اندر اس صحتِ یابی کے بعد
 جو صحتِ نبویہ سے ماہل ہوئی تھی چھپا نہیں سکتا خاصاتِ عقول پر نہیرِ کمی
 ذویلِ پتھار اسباب کے قرار کر لیا اور برے۔

ہاں ابھی ہوا ہے۔

مراد ثبوتِ واقعاتِ معذات و معاملات کی تشخیصِ بیان میں کن استیلا
 اور ذوقِ خبروں سے کام لیا جاتا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل فیصلہ سادہ فرمانے کے پھر دریافت
 فرمایا۔

افلت من امۃ ہونے لگاں کیوں نہ تھوڑا ہو۔

حضرت ابوذرؓ نے اس کے جواب میں بھی ارہی۔

ہاں

نفس کے ذریعہ قصر کا احراز کیا۔ اس کے بعد ایک کنائی داخلِ عرب کو ایک منہج

باتھنا

حضرت علیؑ نے روئے و طہ کے بعد اپنے کان میں ان غفلتوں کو
زال دیا لیکن اس کے بعد دیکھئے، انہوں نے ان کی برقی تاثیروں کو اس طرح
دیکھا اور بابا، دیکھا کہ حضرت ابوذرؓ سے ابھر گئے ہیں غلام بھی سام
ہے، جو کہنے اپنے بدن پر ڈالے ہوئے ہیں ٹیک اسی قسم کا پیرا ہن
غلام کے اوٹ پر پڑا ہوا ہے، لوگوں نے نو کا بھی کہ حضرت آپؐ نے
جو چادر غلام کو دے دی ہے اگر اسے بھی آپ ہی اوڑھتے تو لباس میں
ہر جا آ، مگر وہی ابوذرؓ جو کبھی ایک آزاد غلام کو بھی نوڈی کہہ دیتے تھے
نہیں سمجھتے تھے اب کہتے ہیں

| | |
|--------------------------|---------------------------------|
| احل اولیٰکن سمعت رسول | ابوذرؓ نے اپنے آپ کو رسول اللہؐ |
| اللہ علیٰ اللہ علیہ وسلم | سوائے خدا کے کوئی اور نہیں ہے |
| بقول اطعموہم ما تاكلون | خدا اپنے پیغمبر کو کھانے سے |
| والبسوہم ما تلبسون | کھانے سے اور پہنانے سے |

یہ کہا جس نے کہا ہے

یہ خبر رکھی آورو متعلقہ خود نہ پریشید
نہیں تاثر قابل و قابل میں جہاں کہیں بھی ایسا مضبوط دستک
قائم ہو، تسلیم و رضا جب کبھی بھی اس شکل میں، وہاں ہر جہان
ابو جان ابوذرؓ کے مد بیان تھا تو آپ یقین کیجئے کہ اس کے بعد تسلیم
نہیں رہتی، اخلاص و خزان برداری کا زینہ بہت اونچا ہو جاتا ہے۔

ہے نہ اس کے بعد ہی دیکھو

دعا اضطرار و مجبوری کے گلاب میں ڈھل کر رفتہ رفتہ عشق اور عشق کے
بندہ جذب و جذبہ اور خلی کی سورت میں عیاں ہر کر باقا خیر بہم دن ابد
سید و قرار عقل و ہوش ثابت ہوتی ہے۔

دنیا نے ہمیشہ اس کیفیت کو خواہ وہ کسی اور سے ہر جنوں و دیوانگی
سے تعبیر کیا ہے اور مذہب و تصرف کے محاورہ میں ایسے نفوس کو مجاذب
و بیابیل کا گلاب و اگیلت۔

مجددوں کی اصل اگر پاتنے اہم مسئلہ کوئی عقلی رائے قائم کرنی
اور ان کا سرچشمہ سایہ ضرور فنا ہے کہ ہر طرف آج اسلام کی
تخلیف ٹانہیں مختلف اصحاب ہی کر یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرستیں
اسی طرح حالت مجاذب و بیابیل و فقرانی مشہور جانتے ہیں اس کے متعلق
نشت اول قرن صاحب میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حالات موجود ہیں اس کی کئی نشانیاں تم اس میں ضرور دیکھ سکتے ہو
اور نہ صرف اس قدر بلکہ مجددوں کی اصل حقیقت پر حضرت ابو ذر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی سوانح میاں سے پوری روشنی پڑتی ہے۔ ایک سیار فنا ہے
جس پر زمانہ حال کے مجددوں کو ماننا پڑتا ہے۔

آپ کی مجدد و بانہ وضع بست پے جو پیر ہا سے سامنے آئی ہے
تہہ آسمانہ و نیزاد سری کتابوں سے سہم ہوتا ہے کہ آپ کے اہل پریشان
رہنے تھے ڈارمی بالکل ابھی ہوئی رہتی تھی خود اس میں کبھی گھسی ذخیر نہیں
فرمانے ہیں کہ کوئی آدمی جب آپ کو اس عمل میں دیکھتا تو پکڑ دیکھتا تھا

پڑے بل دیتا، بال جھاڑ دیتا۔

نیدنی شلب کا ایک شخص آپ کی نسبت کے متعلق راوی ہے۔

| | |
|-------------------------|---|
| مرنا شجاعت ابيض | ایک شجاع آدمی ہمارے سامنے عکس امریکہ |
| المراسم والعبادة فقاوهم | ان کے دین و عبادت میں نے ابو اکر |
| من اصحاب رسول الله | انہوں نے رسول خدا سے ملنے کے لئے کہا کہ |
| صلى الله عليه وسلم | رسول خدا سے ملنا ہے، ہم نے کہا کہ |
| فاستادنا ان نصل راسه | وہ جس طرح اسے شاکر کر رہا ہے |
| فاذن لنا واستاء لس | میں نے حدیث دی، یہ ہے اس کے |
| كتاب الامر بوقت يا ايها | کتاب کا امر بوقت یا ایہا |

ی مسجد میں ایک وفد اسی کے قریب قریب پیش آیا

| | |
|-----------------------------|--|
| آپ کے میلے سے | یہی وجہ ہے کہ ہر گز آپ کا عید بیان کرنے میں وہ |
| سراغ جذب | اس پر متفق ہیں کہ آپ دراز قد تھے، باں والے تھے |
| بک بک ہے کہ آپ گندم گوں تھے | لیکن رنگ میں ان کے اختلاف ہے حقائق میں |
| بک سیاہ شاخ | ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا |

ہم محمد بنین اس تنازع کو جس طرح چاہیں، منع کریں لیکن یہ ہے
 نیاں ہیں تو ہی آج کے کہ اصل رنگ آپ کا گندم گوں تھا گرم اس وجہ
 سرست اور نہ ہر اس کا رنگ بیل بیل کر دھوپ سے اگر سیاہ چاہا
 تو کیا عجیب ہے؟

تھے حقائق اس سے دور سرور ہے

تھے حقائق مسئلہ ہے

سڑکوں پر سجدے کرنا | آپ کے بعض شاگرد سڑکوں اور عام شاہراہوں پر سجدے کیا کرتے تھے جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ شاگردوں کی حرکت اساذہی کی تقلید ہوئی۔ اس لئے نقل کرتا ہوں کہ اس سے بھی آپہ کی ہمدوانہ کیفیتوں کا پتہ چلتا ہے۔

سند احمد میں ہے ابو حوانہ اور سلیمان امش یہ دونوں کسی راستے سے گزر رہے تھے پتے پتے یہ سلسلہ جاری ہوا کہ انہوں نے مجھے قرآن سننا شروع کیا۔ اور میں نے ان کو اس عرصہ میں جہاں سجدہ کی آیت آ جاتی تو وہ سڑک ہی پر سجدہ میں گر جاتے۔ میں نے کہا۔

استبعد فی السکة | کیا سڑک پر ہی سجدے کرتے ہو۔

اس کے جواب میں وہ بولے کہ میں نے ابراہیم تیمی سے سنا وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ زمین کی سب سے پہلی سجدہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا سجدہ حرام اکبر! میں نے عرض کیا پھر کون بنی آپ نے فرمایا سجدہ اقصیٰ (بیت المقدس کی سجدہ) میں نے عرض کیا دونوں کے بغیر میں کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال! اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اینها اقلکتان الصلوة فصل | جو جگہ بھی نہ ہو دفعتاً نہ دوں نماز کو
فہو مسجد | کہ وہی مسجد ہے۔

لے دانا فرض یہ ہے کہ ابراہیم تیمی سے اس مقام نے بیت المقدس کی سجدہ کی بناء و غیر کب کہا میں ہی بعد کی قبل سے بھی یہی سلام ہوتا ہے قبیل کے لئے نایت البراءت اس ہی اچھا چاہئے۔

اس حدیث سے شرکوں پر سجدہ کرنے کی اجازت کا استنباط بہ ظاہر حضرت ابوذر کی افتاد طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شرک تو ہر مال کچھ نہ کچھ صاف ہوتی ہے اور سجدہ کئے زیادہ گنجائش کی ضرورت بھی نہیں۔

حضرت ابوذر کا تو یہ حال تھا کہ بیٹے تک کئے وہ یہ نہیں دیکھنا پہنچتے تھے کہ وہ کہاں لیٹ رہے ہیں کس جگہ لیٹ رہے ہیں۔

نور کے امام اول حضرت ابوالاسود دؤلی سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوذر اپنے ایک تالاب سے کھیتوں کو پانی لے رہے تھے۔ چند مسلمان ادھر سے گزر رہے تھے حضرت ابوذر کو دیکھ کر انہیں خیال آیا کہ کاش! ایسے مقدس بزرگ کے موی سہارک اُتے آجائے تو کیا اچھا ہوتا، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اس کام کو انجام دے۔ ان میں سے کسی ایک نے اس ہم کا بیڑا اُٹھا اور بولا ہاں! میں اس کام کو کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تالاب پر پہنچا لیکن (بقسمتی سے شاید اضطراب میں اس سے کچھ ایسی حرکت سرزد ہوئی) کہ تالاب کا کنارہ اس کی حرکت سے ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں تالاب کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور پھر پیچھے ہی پراگٹھا نہیں فرمایا بلکہ اسی (مرد) بکھڑے بھری ہوئی زمین پر لیٹ گئے۔ اس شخص نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کا ایک بیٹہ کیلئے اور بیٹھنے کے بعد بیٹے کیوں؟ حضرت ابوذر نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ”اے شخص مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وہ کھڑا رہے تو چپے کہ

نونا بیٹہ جائے کہ اس سے قصہ ہمارا ہتلاہ۔ روزِ پھر

یٹ جائے

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر کو ملاح کے توشہ لے
وائے پر کچھ قصہ آگیا تھا۔ اسی کے طالع کے لئے آپ بیٹھے، لیکن مجددانہ
قصہ تھا: "اترا لیکن محمدی جذب کا اثر دیکھو! کہ جذب کے ساتھ اس کا
بھی ہوش باقی ہے کہ ایسے موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہدایت ہے
اس پر عمل کرنے ہوئے آپ اسی زمین پر یٹ جاتے ہیں، خدا جانے
اس کے بعد اس بیچارے نے جس جہم کے سر کرنے کا وعدہ اپنے رفیقوں سے
کیا تھا وہ سر ہوا بھی یا نہیں کہ روایت اس پر ختم ہو گئی ہے مجھے تو اس
روایت سے صرف یہ دکھانا تھا کہ جو آدمی اتنی لاپرواہی کے ساتھ آلا بولا
کنوؤں کے کنارے کی مرعوب زمینوں پر اس طرح لیٹ جاتا ہو کیا سیدھے
کہ مرگوں پر سجدہ کرنے کا طریقہ شاگردوں نے اپنے اسی استاد سے سیکھا ہو
واللہ اعلم بالصواب۔

وارفتگی اور استغراق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلم سفروں میں
سب سے زیادہ دشوار زیادہ مشکل سفر تبوک کا
تھا۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ سے بھی اس کی شرکت میں زلت ہوئی۔ جس کے
واقعات عام طور سے مشہور ہیں۔ پھر حال اس غزوہ میں حضرت ابوذر بھی
شریک تھے۔ عام طور پر چوں کہ استخوان اور ہانچ کا موقع تھا۔ صحابہ ایک
دوسرے پر نظر رکھتے تھے کوئی آنکھیں بچا کر نہ کل تو نہیں ہوتا ہے۔ اختلاف
حضرت ابوذر جب حادث ایک دی قافلہ داروں سے پیچھے نہ گئے تو ایسا
تو بخیر ہی ہوئی نہیں۔ نوراً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کہ ابوذر بھاگ گئے۔

بھاگ گئے :

سہد کائنات سلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ اقدس تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ پر حضرت ابو ذر کی وفا شعار فطرتِ نینہ کی طرح واضح تھی۔ آپ نے مدتوں کے تجربے کے بعد یقین کر لیا تھا کہ ابو ذر کے سینہ میں جو دل ہے وہ کبھی ابو ذر کے پاؤں کو چپے نہ لانا نہیں سکتا۔ لیکن آپ مجبور تھے۔ اس وقت صحابہ کی ان پہلی گرتیوں کا کیا جواب دینے صرف اس قدر فرا کر۔

”چھوڑ دو اس کو چھوڑ دو اگر اس کی ذات میں کوئی بہتر ہوگی
تو خداوند تعالیٰ خود تم لوگوں سے عا دین گے ؟“

اس قدر فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گرواں سہا پہلو تھی۔ لیکن دل میں حضور کے یہ متنازعہ پذیر تھی کہ کاش ابو ذر نے میں جلدی کرتا۔ اور لوگوں کو جو اس کی جانب سے بہ گمانی ہو گئی ہے وہ جلد دور ہو جاتی۔

آخر ہی بھاگ کر ایک ایک آپ کو ہوش آیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو قافلہ غائب ہے۔ نہ صحابہ کرام ہیں نہ وہ ہیں بن کو دیکھ لیتے کے بعد اندازہ۔ پھر کسی چیز کو دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے بھرنے کا انیس ادھر احساس ہوا۔ اور دل تھا کہ جھلت اور تیزی کی آرزوؤں میں ڈوب گیا اونٹ کچھ تو قدرِ آست تھا۔ پھر ٹیکل کو ڈھیلی پا کر پست زیادہ دھیا ہو گیا تھا آپ نے ایڑ لگائی، کوئٹے گلے۔ لیکن دگ میلوں آگے نکل چکے تھے۔ ان کا چھوینا دشوار ہو گیا اور پیاں بے تلمی مدت زیادہ گزر رہی تھی۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیجئے۔ آخر خشک کر آپ اونٹ سے

اتر پٹب جو کچھ سامان سر پر لاد سکے لاد لیا۔ اونٹ کو سب بالان و غیرہ کے
 دیں چمڑ کر دوٹنے ہوئے عکاش محبوب میں قدم بڑھا شروع کیا۔
 انجام کار اپنے کانپتے کانپنے کے قافلہ کے قریب آگئے کسی صحابی کی نظر پر
 کہ کوئی شخص پیادہ پا بجلتا تمام آ رہا ہے۔ لوگوں کو خیال تھا حضرت ابو ذر
 ؓ اونت پر سوار ہیں اس لئے یہ کوئی اور شخص ہے فوراً غل ہوا کہ کوئی
 آ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگوں نے اطلاع دی کہ بھل
 میں کوئی اکیلا تنہا پیادہ پا آ رہا ہے۔ غرض کہ ہر شخص کوئی آ رہا ہے
 کوئی آ رہا ہے کی آواز بلند کر رہا ہے۔
 لیکن حضور نے جب دیکھا تو راساں بھوے دل سے جو آواز نکلی
 اہ باکو وہ یہ تھی۔

کن ابا ذر کن ابا ذر - | ابو ذر ہی ہو - ابو ذر ہی ہو
 ان لفظوں میں کیا بسمائی ہے تم کو کیا سلام، قیامت ان سے پوچھا
 کہ اس کلمہ ایجاد میں کتنے سنے ہوؤں کی ہائیں پوشیدہ ہیں اللہ اللہ سرگشتہ
 ابو ذر کی اس سرت کو دیکھ کر دم آتا ہے۔ اوریوں زندہ کیا جاتا ہے۔ ابو ذر
 اپنی ہستی کو کھ بیٹھے تھے۔ اور جو اس طرح اپنی متلع کھاتا ہے وہ یوں ہی
 پاتا ہی اور لباس وجود دوبارہ اُسے اسی طرح پہنا جاتا ہے۔
 سینہ کا رخ ہے وہ زار و بینک گیا خاک کا منق ہے وہ قطرہ جو میانہ ہوا
 نہیں ہو سکتا خاک اور صر سے ایجاد انہماک نہیں اور دوسری طرف
 کم ہونے والا ابو ذر پھر میانہ ہوا۔ آخر ہی ہوا۔ چند ہی منٹ کے بعد صحابہ میں
 غل ہوا کہ "ابو ذر ہی ہیں ابو ذر ہی ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا یہ سننے ہی آپ حضرت ابو ذر کی

طرف ایک رحم انگیز بھگاہ ڈالتے ہوئے یہ الفاظ فرمانے لگے

رحمہ اللہ ابا ذر عیسیٰ وحدّٰ | اے علی ابو ذر پر رحم فرما: بچا، اکیلہ چٹا
ویموت وحدّٰ ویمبٹ وحدّٰ | اکیلہ بھڑکا، ادا اکیلہ ہی اٹایا جائے گا

آپ کسی خاص لباس کے رہن منت نہ تھے جو جس قسم کا
مجذوبانہ لباس پڑا پسنا دیتا پنہینے۔ کبھی کبھی لوگوں نے مد قہر
کو آپ کے جسم مبارک پر دیکھا ہے۔ جو عرب کے بہترین لباسوں اور جوڑوں
میں خیال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی نہایت ہی نست و شکستہ خرقہ و گروڑ میں
پھرتے۔ نہ آپ کو اس کی خوبصورتی اور شان کی کوئی پروا تھی۔ اور نہ ان
ذیل کپڑوں کی وجہ سے آپ دل تنگ ہوتے تھے۔

کبھی کوئی کپڑا نہ ملتا تو کھل ہی اوڑھ کر باہر نکلتے، ایک دن آپ
بدون کاسا کمل ہی اوڑھے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے کبھی نے
پرچھا کہ آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا؟ جواب میں فرمایا
کہ ہوا تو تم اس کو ضرور میرے بدن پر دیکھتے۔ اس شخص نے کہا ”کل دو
ان ہوتے ہیں کہ آپ پر میں نے نہایت عمدہ جوڑا دیکھا تھا (وہ کیا ہوا)
برے کہ نہ تھا تو! لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا جو اس کا محتاج مجھ سے
بھی زیادہ تھا۔ اس لئے اس کے حوالہ کر دیا۔“

اس شخص نے کہا کہ ہرگز نہیں آپ سے زیادہ محتاج اس کپڑے کا
اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا (یعنی جس شخص کے پاس بجز پٹے پرانے کپڑے کے
اور کچھ نہ ہو اس سے زیادہ اور کون محتاج ہو سکتا تھا)
حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی ضد کو دیکھ کر آگ بگول

۱۰۰
 ہو گئے اور نہایت کثرت پہچ میں فرمانے لگے "خدا تجھے بخشے تو دنیا کو
 خلعت کی عطا ہوں سے دیکھتا ہے" کیا میرے جسم پر یہ چادر نہیں (یہی جمل
 ہی کی ہے، لیکن ہے تو اور اس شخص کے پاس تو یہ بھی نہ تھی۔) اور کیا ایک
 چادر نماز پڑھنے کے لئے میرے پاس نہیں؟ پھر فرمایا۔

"اے شخص! میرے پاس بکراں ہیں جن کا میں دودھ پیتا ہوں
 اور میرے پاس گدھے ہیں جن پر بازار کی چیزیں خرید کر لاتا ہوں غلام
 ہیں جو میری خدمت کرتے ہیں اور کھانے پکانے میں میری مدد کرتے ہیں
 اور ان عید۔ بقرعید کے لئے ایک عبا بھی میرے پاس ضرورت سے زیادہ
 ہے۔ پس تم خود انصاف کرو کہ ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی
 ہے! بلکہ جو عبا میرے پاس زیادہ ہے۔ میں ذرا ہوں کہ کہیں مجھ سے اس کا
 مطالبہ نہ ہو۔"

بستر مبارک عمارتوں کے لئے بیٹھے بیٹھے کے لئے ماث استعمال فرمایا کرتے
 تھے کسی نے عرض کیا کوئی نرم گدہ اپنے لئے کیوں نہیں جڑا
 ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے۔

"خدا یا دنیا میں تو نے جو چیزیں اپنی مرضی سے عطا کی ہیں میں
 اس کے شوق بھی مغفرت کا حلقہ گار ہوں"
 غالباً مطلب یہ تھا کہ نعمتوں کا مینا آسان نہیں۔ نعمت کے بعد اس کے
 حقوق جو مشقوں پر عاید ہوتے ہیں مشکل ہے بھول جانے والے ناقدر انسان کا
 ان حقوق سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے کس حد تک اس کا شکر ادا کر سکا۔ اپنے
 دوسرے ہم جنسوں قربت داروں عزیزوں کے جو حقوق اس میں پیدا ہو گئے۔

کہاں تک سے اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے پہنچا سکا پس چ تو یہ ہے کہ ہر نعمت کے بعد بھی تفصیلات کے ضد بھی اسی قدر کرنے پائیں مہربانی ہماری تفصیلات ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ممکن آپ کی عبادت | کہ وہ نماز روزہ یادگیر شرعی تکلیفات سے پر جذب کا اثر آزاد ہو گئے ہوں گے ان کی کیفیت کو ناقص اور غیر مکمل بنا دیتا ہے۔ نماز کی پابندی تو اور بات ہے یہ بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے وقت سے ٹال کر کوئی نماز پڑھی ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی کے ساتھ ان کو وقت پر نماز پڑھنے کی تاکید کی تھی۔

آپ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ یہی فرماتے کہ وقت پر نماز پڑھنی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ آپ نے تاکید کی تھی کہ ابو ذر! اگر اُمرا نماز میں تاخیر کریں اور وقت سے ٹال کر پڑھیں تو تم اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرو اور پھر ان کے ساتھ مسجد میں آکر شریک ہو جاؤ۔ یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو جائے گی انفرن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابو ذر پر باوجودیکہ جذب کا گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا لیکن آج تک کسی روایت سے باوجود خمس کے مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ سے کسی وقت کی بنا چھوٹی ہو یا اس کے برخلاف البتہ روایتیں ہیں کہ ایک دن حضرت ابو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنانے کی ضرورت ایسے مقام پر ہوئی کہ وہاں پانی

موجود نہ تھا۔ تیمم کا مسئلہ آپ کو چونکہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے دوڑتے ہوئے
 دین کی طرف روانہ ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر چلنے لگے۔

صلوات یا رسول اللہ | میں نبیاء ہر کہا یا رسول اللہ
 آپ نے پوچھا کیوں کیوں؟ بولے کہ میں جہاں تھا وہاں میرے
 ساتھ میری بیوی بھی تھی۔ مجھے پہلنے کی ضرورت ہوئی اب کیا کرتا۔ نماز
 نسا ہوئی اگر کیا اسی کا اپنی ہلاکت سے تعبیر کر رہے تھے یہ سن کر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیمم کا طریقہ بتایا۔

نماز پھڑکتے تو کہاں کہہ رہے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خصوصیت
 کے ساتھ نماز کے مسئلہ میں آپ کا انہماک اس درجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ خود ہی
 فرماتے ہیں۔ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاکی نماز پڑھائی
 اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز کے بعد بھی اٹھنا نہیں چاہتے تو
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اپنی قیام گاہ کی طرف اٹھ کر چلے گئے
 جب آپ نے اچھی طرح اندازہ کر لیا کہ لوگوں کی آنکھیں گھٹاکیں (یعنی
 بند ہو گئیں۔ روک سر گئے) اور سنا ہوا گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم پہلوس مقام پر تشریف لائے جہاں مشاکی نماز پڑھائی تھی اور
 تنہا نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں ناک میں تھا جھپٹ کر آیا اور بیت
 بازہ کر حضور کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پیچھے
 جانب کھڑے ہو جاؤ میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ابن مسعود بھی (جو غائب
 اسی ٹکڑے میں کہیں چھپ بیٹھے تھے) وہاں پہنچے۔ پاؤں کھڑے ہوں۔ حضور نے
 اشارہ فرمایا کہ بائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابو ذر کہتے ہیں
 اس کے بعد ہم دونوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں

صرف ایک ہی آیت کو دہرا شروع کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضور روتے جاتے تھے۔ بہر حال حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ حضور نے اسی ایک آیت کو اتنی بار دہرایا کہ صبح کا سپیدہ طلوع ہو گیا۔ اور لوگوں کے ساتھ آپ نے نماز فجر ادا کی۔ ہم اور ابن مسعود اس کے بعد جب آپس میں ملے تو میں نے ابن مسعود سے کہا کہ حضور سے پہچنے کیوں نہیں کہ رات آپ یہ کیا شغل فرما رہے تھے؟ عبداللہ بن مسعود نے ہاتھ ہلا کر کہا نہیں بھائی میں کوئی بات حضور سے خود نہیں عرض کر سکتا۔ جب تک آپ ہی اس کے متعلق کچھ نہ فرمائیں۔ تب میں نے خود جبرائیل کی (اور صحیح تو یہ ہے کہ حضرت ابوذر کو بارگاہ نبوت میں اس سے زیادہ فراخیاں حاصل تھیں کہ جس طبقہ سے آپ کا تعلق تھا ان معاملات میں ان کے ساتھ عمرائے نبوی ہی کا برتاؤ کیا جاتا ہے)

بہر حال دل مضبوط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جیسکلاں لوگوں کے متعلق شہور ہے کہ ”دکار خویش ہزار“ اس سے نہیں چمکنے۔ بڑے مزے سے تہیہ اٹھاتے ہوئے عرض کرنا بابی انت داعی قمت بایہ | آپ پر یہ ان آپ نہیں ہیں تاکہ ایک من القرآن ومعلک القرآن | آیت کے ساتھ نذر پڑھ لیا کہ تیرے نزدیک ہے اس کے بعد فرماتے ہیں اور کتنے عرصہ انہی سے میں فرماتے ہیں۔

لوفعل هذا بعضنا لوجدنا | اگر ہم میں سے کوئی مرد آدمی نہ کرنا ہم علیہ | اس سے مجرمانے۔

اس کے جواب میں است مرحومہ کے روافد و رحیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرمایا خدا جانے کتنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے کافی ہے۔ ارشاد خدا۔

”اپنی امت کے لئے گروہ قرار ہوتا ہے۔“

حضرت ابو ذر کی زبان کھل چکی تھی اب کیا رکھتی۔ سوال آگے بڑھا۔ پرچھنے لگے کہ

”تو پھر آپ کو کیا جواب ملا؟ اور حق تعالیٰ نے کیا فرمایا؟“
 ”معاذ اللہ۔ دوسرے کے فیض سے آقاؐ کے کرم گستر نے اس کے جواب میں فرمایا
 ”مجھے وہ جواب ملا کہ اگر اس کی ہنک بھی لوگوں کو مل جاتے
 تو لوگ نمازیں پھوڑ بیٹھیں۔“

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت دوسرے حال میں تھے
 جوش سے سینہ سمور تھا۔ عالم سرمستی میں ہوئے۔

”خز کیا دنیا کو یہ بشارت سنا دی جائے؟“

رحمۃ اللعین کا سمندر بھی اپنی انتہائی مد اور چڑھاؤ پر تھا اور اُٹھ
 ہوا کہ بلی۔ کیوں نہیں

بلی کی آوازیں بلا کی طاقت تھی سننا تھا کہ ابو ذر نے اُداس
 ٹوٹے کے اعلان عام کے لئے چل پڑے کہتے ہیں کہ جا ہی رہا تھا وہ
 اتنی دور پہنچا تھا جہاں تک کسی پتھر پھینکے دے کا پتھر پہنچ سکتا ہے کہ
 اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دُعا
 رسالت میں عرض کرنے لگے۔

| | |
|---|------------------------|
| اگر لوگوں کے پاس یہ بشارت بھیجی جائے تو | انما ان تبعث الی الناس |
| دھارت سے دو گرداں ہو جائیں گے۔ | بھذا تکلوا من العبادۃ |

یہ پہنچ کر ایک حدیث میں ہے کہ میں اپنی امت کی شفاعت کر رہا تھا اور میری امت میں جو شخص
 پہلے اس شفاعت کو پا کر ہے گا میں ہی نائلہ لمن لا یشرک باللہ شفاعت ہے۔

اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر کو آواز دی کہ "ما پس ہر جاؤ" وہ واپس ہو گئے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ آیت میں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر تکرار فرماتے رہے وہ یہ تھی۔

| | |
|--|---|
| ان تعالٰی بھم فانیہم عبادک
وان تغفر لھم فانک
انت العزیز الحکیم | اگر آپ ایسے سزا دیں گے تو یہ آپ کا بندہ
ہیں اور اگر نکل رہے تو آپ کا بندہ ہیں
(اگر تپا ہے پچھنے کا وہ ہے) اللہ کے لئے ہیں |
|--|---|

اگرچہ قرآن میں یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی ادا کی گئی ہے۔ لیکن مسیح اگر زمین نہ اڑوں کے لئے، اوروں کے لئے یہ عرض داشت بامگاہ نہایت پیش کر سکتے ہیں تو ظاہر کہ اللہ احد کی پوجنے والی امت کے متعلق رحمت خلیل صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے پیش کرنے کیوں مجھکتے۔

پھر حال حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بشارت کی تبلیغ سے روک دیا گئے۔ لیکن خود ان تک تو یہ بشارت پہنچ چکی تھی پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا خود ہی فرماتے ہیں اور غالباً اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں۔

” رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں محفل ہو گئے۔ بائیسویں کی عصر کا نماز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوئے تو لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہم آج کی رات انشاء اللہ قیام کریں گے پھر تم میں جس کا جی

لے لیجیے وہ جینا دیا جائے گا اور ان کو دیکھا جاتا ہے سونے پہنچ کر لوگ نہایت جلدی بھی ہے کہ نہ صرف قیام ہی بلکہ رات بھر اور صبح کی پہلی تہ میں بھی قیام ہی اللہ علیہ وسلم فرمائی آیت کو پڑھتے۔

چاہے وہ یہے ساتھ قیام کر سکتا ہے۔ اور پیش کی شب تین
 نماز عشاء کے بعد حضور نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی پھر
 تک کہ رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا۔ اس وقت تشریف
 لے گئے۔ پھر چوبیس کی رات آئی اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہ نماز نہیں ادا کی چوبیسویں نماز عصر کے بعد پھر ارشاد فرمایا
 انشاء اللہ میں رات قیام کروں گا۔ تم میں سے جس کا جی چاہے
 وہ قیام کر سکتا ہے۔ یہ پیش کی رات بھی۔ چہاں رات گزرتے
 یہ نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی رہی چوبیس کی رات آئی تو
 آپ نے کچھ نہیں فرمایا لیکن اسی چوبیسویں کی عصر کے بعد پھر فرمایا
 کہ آج شب کو بھی انشاء اللہ میں قیام کروں گا۔ یعنی سانسو بیس کی
 شب میں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا جی چاہے وہ قیام
 کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی

فجلاً نا للقیام | اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک قیام کئے بغیر
 فرماتے ہیں کہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی دو تہائی
 تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے اس قہر میں تشریف
 لے گئے۔ جو سجد ہی میں آپ کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ میں نے جا کر عرض کیا۔
 کناعتاً طمعنا یا رسول اللہ | ہر سال اللہ ہم کو ان کی یہ خواہش بھی کرے کہ آپ
 ان تقوم بنا حتی تصبح | یہی رات سب تک ہم کو رکھنا قیام رکھے۔
 اگرچہ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر
 کی پیشین گوئی۔

| | |
|--|---|
| <p>یا ابا ذر انک اذا اصلیت
مع امامک وانصرفت اذا
انصرفت کتب ملک قنوت لیلک</p> | <p>ابو ذریہ تم ہمارے ساتھ تھے اس نماز میں
کون کرو امام کے ساتھ تم بھی نماز میں
مائل کرو نماز کے لئے شب بھر کے قنوت
ایام اہل اکابر اب لکھا</p> |
|--|---|

لیکن مجھے تو صرف یہ دکھانا ہے وہ جو عبادت حق کو اپنے وجود کا نصب العین اور قیمت قرار دے کر جبراً نہیں بلکہ شکراً اپنی تمام طاقتاً اقرافات کے ساتھ مالک کے آگے کھڑے ہوتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا اثر یقیناً ان اثرات سے مختلف ہوتا ہے اور ہونا چاہئے جو ان پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ جس کی نار سائوں نے اب تک ان کو اس کے پیچھے کا موقع نہیں دیا کہ جب سب کچھ انسان کے لئے ہے تو آخر انسانی وجود بھی اپنے اند کوئی مقصد رکھتا ہے یا نہیں۔ اور آہ! کہ رب کو بھلا دینے والوں میں کیا کیجئے کہ ان ہی کی زیادہ کثرت ہے جنہوں نے خود اپنے آپ کو اپنے مافط سے باہر کر دیا ہے۔ وہ عالم کی ہر چیز کے متعلق پوچھتے ہیں کہ یہ کس لئے ہے۔ ہر اکس لئے ہے۔ پانی کس لئے ہے۔ برق کس لئے ہے اور ایشیئم کس لئے ہے لیکن انہوں نے ان پر کہ انہوں نے کبھی اپنے متعلق نہیں پوچھا کہ خود ہم کس لئے ہیں پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر اس بشارت کی بھینک ہی اٹھ کر مل جائے گی تو وہ عبادت ترک کر بیٹھیں گے۔ یا جس کی تصدیق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی کہ وہ عبادت سے بچ کر رہیں گے۔ یقیناً اس کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے جو انسانی ہستی کو سلسلہ مروجہات کی ایک سدھی اور مبث ترین پہنچی ٹھینا چاہتے ہیں۔ وہ نہ

آپ نے دیکھا کہ ابو ذر ان بشارتوں کو سننے بھی جانتے ہیں اور اس کے ساتھ وہی کہتے بھی جانتے ہیں کہ ہماری آرزو تو یہ تھی کہ آج حضور ہم لوگوں کے ساتھ صبح تک قیام فرماتے۔ یہ ہے جذب کی وہ حقیقی قسم جس پر انسان کھینچتا ہے اپنی تمام آرزوؤں اور خواہشوں سے۔ کھینچتا ہے اور اس طرح کھینچتا ہے کہ بجز مرکز وجود کے اس کے لئے پھر کہیں چین نہیں۔ اور یہی سننے میں مجذوب کے کہ سب سے کھینچ کر صرف ایک ہی کے اندر جذب ہو کر وہ رہ گیا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ۔

پھر مال نماز آپ سے کبھی نہیں چھوٹی۔ اور نہ فرائض میں کسی قسم کی بے اعتدالی آپ سے منقول ہے۔ اِس نوافل میں بھی کبھی جوش و سرستی قلبِ حل کے وقت بعض ایسی باتیں آپ سے سرزد ہو جاتی تھیں۔ جہاں جذب کا رنگ آپ کو تمام صحابہ سے ممتاز کر دیتا تھا۔

دید بنِ مطہر کہتے ہیں کہ ہم ایک قریشی علقہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور نازیں پڑھا شروع کیں میں نے جو غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہوا پھر رکوع میں گیا اور سجدہ کے کھڑا ہو گیا اسی طرح پھر سجدہ میں گیا اور بغیر قعدہ یعنی بیٹھنے کے پھر کھڑا ہو گیا! نظرین وہ صرف رکوع سجدے کر رہے تھے لیکن قعدہ نہیں کرتا (چونکہ ہر دوسری رکعت پر بیٹھا ضروری ہے) اس لئے نرمی نے کہا کہ یہ کون شخص ہے اس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ جنت و کشتوں پر سلام پھیرنا چاہئے! طاق پر۔

لوگوں نے کہا کہ پیادہ اگر غلط پڑے رہا ہے تو تم جا کر بھاؤ۔

نرمی آئے۔ قریب آئے اور کہا

”خدا کے بندے! آپ کو اس کی بھی خبر ہے! نہیں کہ کہاں ہے

سلام پیرا جا ہے اور کہاں بیٹھا پاہئے جنت پر باطل پڑ
اس شخص نے کہا۔

”کہ مجھ کو اگر خبر نہیں ہے تو خدا کو خبر ہے اور میں ان باتوں کو
نہیں جانتا میں نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا
تین کام کر دیتے ہیں۔

(۱) ایک گناہ مٹا کر دیتے ہیں (۲) ایک نیکی لکھ دیتے ہیں (۳) ایک دینہ بند
کر دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ صاحب و کتاب سے ہم واقف نہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی یہ تعریف کی ہے۔ پس ہم سجدے کرتے
رہتے ہیں۔ راگن کرنا بھیجنا کہ اب ہم اتنے کے حصار ہو گئے ہیں اس کا
ضرورت نہیں ہے۔

نوبت کی چوگدایاں بشرط مزدکمن کہ خواجہ خود روش بندہ پروردی داند
زید کو آپ کی اس قسم کی باتوں سے حیرت ہوئی پہچلے گئے کہ آپ ہیں
کون صاحب؟

حضرت نے فرمایا: ابوذر۔

یہ سنا خاک زید کے ہوش اڑ گئے اور اپنی مجلس کے لوگوں کو یہ کہنے

ہوئے واپس ہوتے

”تم لوگ بنائیت برسے مافعی ہر جگہ تم نے اس لئے بھیجا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو تسلیم ہو“

انہیں بھی کبھی داخل میں حضرت ابوذر سے اس قسم کی بیضا بگلیا
 ضرور ثابت ہیں اگرچہ وہ اصل بننے کی سلامیت نہیں رکھتیں۔ تاہم حضرت
 ابوذر کا جو حال تھا، اس کو پیش نظر رکھنے کے بعد ملائے شرع بھی اس کے
 متحمل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر تاج بھی کسی کا وہی حال ہو جائے جو ابوذر کا تھا۔
 اور پھر ایسے شخص سے داخل و فیو میں اس قسم کی باتیں سرزد ہوں تو ان پر تکبر
 نہیں کرنا چاہئے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابوذر کی زندگی میں جس نوعیت کے
 واقعات ملتے ہیں اگر ان کی توجہ اس بنیاد پر نہ کی جائے جو میرا خیال ہے تو
 شرعاً پھر اس کی تصحیح کی کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی

جموعہ کی نماز یا خطبہ میں کلام | نہ صرف نماز بلکہ جمعہ کے خطبہ میں بھی کلام کرنا
 انا ہمارے اور فقط کلام ہی نہیں بلکہ یہاں
 کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز کے متعلق ایک مشہور روایت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس کو سلام ہو جانا
 چاہئے کہ دست الہی اس کے سامنے ہے پھر ٹکری لگ۔“

اسی طرح خطبہ جمعہ کے متعلق بھی مدثر میں آیا ہے کہ آدمی ٹکریوں
 بھی نہ کھیلے لیکن سنئے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال سنئے۔ ابتدائے
 اسلام کا واقعہ نہیں ہے۔ جس وقت نماز و فیو میں کلام اور حرکت کی ایک حد
 تک اجازت تھی بلکہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ سورہ برأت جو قرآن مجید کی
 آخری سورتوں میں ہے اور فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو اس کے نازل ہونے کی بھی خبر نہیں ہوئی تھی گویا اللہ ہی دوزخ

اتری تھی۔ پھر مال اسی ناز کا یہ عجیب واقعہ ہے حضرت ابوذر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے پہنچنے والے اپنے حق میں روایت کیا ہے 'فرماتے ہیں کہ جب کہ
 ان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت غلبہ پڑا رہے تھے میں کچھ
 میں داخل ہوا اور ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سورہ برات پڑھنی شروع کی روایت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آیا حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ ہی میں یہ سورہ پڑھنی شروع کی یا نماز میں حضرت
 ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے ابی سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی یکسر وہ
 خاموش رہے اور کچھ نہ بولے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے
 خارج ہوئے تو میں نے ابی سے پوچھا کہ تم نے بھائی مجھے جواب کیوں نہیں دیا۔
 ابی نے اس کے جواب میں کہا۔

ما لا یمن صلا تک الا ما لتوا | تم کو اپنی ناز سے کوئی کے ساتھ نہ ملا۔
 حضرت ابی کی زبان سے یہ فتویٰ سنتے ہی حضرت ابوذر آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے۔

كنت لجنس ابی وانت تقر | میں ابی کے چلو میں غائب نے سن بات پڑی
 براءة فالتله متی نزلت فبجھنی | میں نے ابی سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی
 ولم یکلنی شرفا مالک من | تم مجھ سے شرف دیا یا ابی مجھ سے نہ بولے پھر
 صلا تک الا ما لتوا۔ | انا کہ جب یہ بات تم کو اپنی ناز سے کوئی کے ساتھ نہ ملا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب سن کر صوف اس قدر فرمایا۔

صدق ابی | ابی نے سچ کہا

سوال یہ ہے کہ حضرت ابوذر جب کہ نماز میں اس وقت سجدہ میں تھے یہی

جب غلبہ شروع ہو چکا ہے مالا کہ تکبیر یعنی سر سے آنے کی جھلکی نمازیں سخت ناکید ہے اور عموماً جہد نبوت بلکہ جہد خلافت راشدہ میں بھی آخر کر لے دلوں سے باز پرس ہوتی تھی۔ اس کے سوا اگرچہ قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت ابوذرؓ کی یہ گفتگو نمازیں ہوتی لیکن حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا۔

مالك من صلاتك الا ما لغوت | تم کراچی نماز سے صرف نگرانی لی۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نگرانی نمازیں واقع ہوتی تھی۔ نیز حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا کہ گفت بجنب الی (میں آپ کے پیلوں میں غائب) خواہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ نماز ہی کا ہے۔ اللہ ناز کا نہ بھی ہو تو غلبہ میں ہوتا تو اس کا قطعی ہے۔ اللہ کلام کے عدم جواز کا حکم جس طرح نمازیں ہے غلبہ میں بھی ہے۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناز جہد کے فضائل بیان کرتے ہوئے مالم یبلغ (نگرانی سے جب تک پر ہیزہ کرتا رہے) کی قید لگاتے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام امور کے مرتکب ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اگرچہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتویٰ کی توثیق ہوتی لیکن ابوذرؓ کو بھی کچھ سمجھایا گیا۔ کوئی سرزنش کی گئی کچھ پوچھا گیا۔ روایت اس سے ساکت ہے۔ ایسی صورت میں بجز ایسے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ابوذرؓ جس حال میں تھے اس میں ان امور کی گنجائش بھی واللہ اعلم بالصواب۔

امامت کیلئے پیش قدمی قطع نظر اس کے کہ شرعاً بھی اس کا حکم ہے کہ کسی دوسرے کی سجد یا دوسروں کے گھر میں بغیر اس

مسجد کے امام اور مالک خانہ کی اجازت کے است کے لئے خود پیش قدمی نہ کرنی چاہئے۔ یہ بھی آدمی دوسرے کے گھر میں است سے شرا آپے خود ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ است کرنے کا خواہ مخواہ شوق بھی تھا ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جب زندہ ہیں گا ذکر آئندہ آتا ہے پہنچے وہ ایک معمولی جگہ تھی۔ انہوں کا چرانے والا ایک صبی فلام چند لوگوں کے ساتھ نماز پڑھا کرتا صاحب دستور وہی است کے لئے آگے بڑھا لیکن حضرت ابوذر کو دیکھ کر پیچھے ہٹا۔ اور اشارہ کیا کہ آپ آگے بڑھیں لیکن آپ نے فرمایا کما انت۔ جس حد تک ہر کھڑے رہ رہی است کراد۔

ایک دن چرانے والے کے ساتھ آپ کا یہ حال ہے۔ اب عالم دارنگی ایک واقعہ سنئے۔ انصاریوں کے ایک آزاد کردہ غلام ابو سعید نامی نے حضرت ابوذر عبد اللہ بن مسعود حضرت نذیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درش کی نماز کا وقت آیا تو مالک خانہ کے بغیر اجازت کے بڑے بڑے صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوذر خود ہی است کے لئے آگے بڑھ گئے۔ حضرت نذیرہ نے ٹوک دیا فرمایا ابوذر پیچھے ہو جاؤ۔ یعنی مالک خانہ کی اجازت کے بغیر تم خود کیسے آگے بڑھ گئے اب ہوش آیا پلٹ کر حضرت ابن مسعود نے پوچھے ہیں اکنال ابن مسعود۔ کیا مسئلہ یہی ہے ابن مسعود انہوں نے فرمایا ہاں۔ سنئے ہی آپ پیچھے ہر گئے (بہشتی ص ۲۵) کیا حضرت ابوذر کے ان حالات کی یہ تاویل نہ کی جائے تو یہ کیا مان لیا جائے وہ بھی اس خانہ کے ان عاملین میں تھے جن کو خواہ مخواہ است کا شوق ہوتا ہے۔

ان قصا ہوش و حواس رکھتے ہوئے اگر کوئی ان اقوال کا ارتکاب کرے گا خواہ نقل ہی کیوں نہ ہو یہ یقیناً اجانتہ ہے کہ دین کے ساتھ صاحب

وہم کے مراد ہے۔

الاصل ان چند اوقات کے درجہ کرنے سے میرا مقصد صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابوذر کو میں نے جو کچھ سمجھا ہے دیکھنے والے فوراً کریں کہ آیا اس کا کوئی منشا ہے بھی نہیں۔

اور اسی لئے میں اپنے دعویٰ کو زیادہ موثق و وزن دار بنانے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت بھی اسی کے تحت جس درجہ کے دیتا ہوں۔ اس سے آپ کی علمی دست و سحر کا بھی اندازہ کیا سکتا ہے۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ | کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ حضرت ابوذر کو کیا خیال کی شہادت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

دعویٰ علما عجیب ہے | امیر المومنین کا یہ دعویٰ ہے کہ ابوذرؓ
عمرنا علمائے حدیث اس جملے کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود تمیز ہیں
اس کا کیا مطلب ہے۔

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ مومنوں کا خیال ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا اس کو ظاہر نہ کر سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس علم کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے اُسے حاصل نہ کر سکے۔ وائشہ علم امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کا دافعی مقصد کیا ہے۔

لیکن میرے نزدیک تو اس جملہ کا مطلب بالکل کھلا ہوا ہے۔

نہ تھا کوئی اور وجہ ابداً کہ اب مجزئی کی کرنی صحیح توجہ نہ سوم ہر کی ذرا غور نہ احتیاج
ہر مجزئی کے خلاف توجہ نہ عہد یا بالکل ہے سلاطین کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہر

مقام پر ہے پیدا ہو گئی ہے۔ احتیاج ۵۵۔ سطورہ جلد آباد

اور انشاء اللہ و اقصیت سے وہ بہت زیادہ قریب ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ لکھتے تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لکھاتے تھے عمر واد معلوم ملے ہوتے تھے جن کو براہ راست محل سے تعلق تھا۔ نیز کہ اعتقاد ایک باب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ احوال و احوال انبیا مضبوط و محفوظ اصول کو پیش نظر رکھا۔ جو کچھ بھی تفصیل کی وہ بعض عیال کی کی۔ ماسوا اس کے عام طور پر صحیحہ کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صرف ماننے اور ایمان لانے کی چیزیں ہیں۔ محل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ ظاہری احوال کی باندی یقیناً ایک بڑی آزمائش اور شریعت کا اہم مطالبہ ہے لیکن قتادہ صیغہ جن کو ہم معلوم صیغہ بھی کہتے ہیں ان کو اپنے اندر دنیوی احساسات یقین و اذعان کے ساتھ وابستہ کرنا اور ان کے مقابل جو باطل اور کاذب معلوم ہیں ان کو مٹانا جہاں تک تجربہ کا تعلق ہے احوال جاری سے یہ زیادہ مشکل ہے۔ بہر حال ضایہ ہوں یا احوال محل کی دونوں میں ضرورت ہے۔

حضرت ابوذر میں قبول وارث پذیری کا ارادہ بننا نیز قتادہ تم جو کچھ اور واقعات سے خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو یہی وجہ ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جو کچھ سنتے تھے ٹھیک اسی طرح اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے۔ بلا کسی چون و چرا جس طرح آپ سے سنتے کرشمہ کرتے کہ اسی طرح ہم اسے الہامی کر دیں وہ چاہتے تھے کہ میرا عملی نقشہ عملی نقشہ پر پورے طور سے متعلق ہو جائے

اس باب میں ان کو اس قدر نظر اور تشدد تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی

وقت بھی اگر اس معاملہ میں آٹھے آجاتی تو آپ کو اس کی بالکل پروا نہ ہوتی تھی۔ وہ افغان مشورے اصحابانہ انداز پر کرتے، دم تک ان کو اس مرکز ثقل سے ہٹانے سعی حتی کہ اپنے اسی امتیاز پر آپ کبھی ناز بھی کرتے فرماتے کہ

”اگر وہاں قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سب سے زیادہ قریب رہوں گا لیکن میں نے سنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن مجھ سے وہ شخص ہو گا جو دنیا سے اسی حال میں رخصت ہو جس حال میں میں اُسے چھوڑ کر جاؤں اور تم خدا کی اب تم میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اپنی پہلی حالت پر قائم ہو۔ اور اس کے ساتھ کوئی نئی چیز نہ پٹ گئی ہو“ بجز میرے“

اور یہ دعویٰ ان کا صرف ذاتی نہ تھا، بلکہ سید عالم رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق کی تھی طبقات میں ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو مجھ سے اُسی طرح آکرے گا جیسا میں اُسے چھوڑ جاؤں گا، حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ ”میں“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی زبان نے اس کے جواب میں فرمایا۔

صلوات
پہنچتے ہو، دین نہ تھی میں کو جس نے نہیں پہنچا
خود حضرت صلی کریم اللہ وجہہ بھی فرمایا کرتے۔

اب دنیا میں کوئی نہیں۔ ۱۔ جو خدا کی باتوں میں حاسن کرنے والوں کی صفہ شامات سے زندہ رہا ہو۔ سوائے ابو ذرؓ کے۔

سما کر یا نثارہ زندا کے آگے پیش کر دو۔ ان دونوں پنوں کو سادی حور پر قائم رکھ کر دنیا میں رہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ دشوار گزار راستہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ابھی گزر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھڑے سے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر اسکا پہاڑ سنا ہر جائے تو اس کی وقعت میرے سامنے اس سے زیادہ نہیں کہ تین دن میں سب کو ٹاؤں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی جاودہ سال کی طرف معلن توجہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اسی کے مقابلہ میں حضرت یوزر بھی کے سامنے آپ حکان سماں سے پرچتے ہیں کیا تمہارے پاس بڑی بھی ہے؟ حکان نے کہا: "جی نہیں۔"

آپ نے فرمایا: اگر گریبی نہیں تو کوئی کینزور (یعنی شری مہم) بھی ہے؟ حکان نے کہا کہ وہ بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم باغ اہال صاحب فراہمی ہیں ہو؟ حکان نے کہا کہ جی میں دنیا کی جانب سے معلن اور خوش ہوں (یعنی مالدار ہوں)

آپ نے فرمایا کہ اب تم شیطان کے بجائیوں میں سے ہو۔ اگر تم نصرانی ہوتے تو ان کے راہبوں میں شمار کئے جاتے۔ کل میرے طریقہ میں داخل ہے تم میں سب سے زیادہ بد روگ ہیں جو مجھ اور کنوا سے ہیں۔ سب سے ذلیل ترین کہنے وہ مرد ہیں جو بحالت تجرد زندگی گزار کر مر جاتے ہیں؛

کیا تم روگ طبعان کے تحت شش بننا چاہتے ہو؟ شیطان کا وہ ہتیار جو اچھے لوگوں میں آسانی اتر جاتا ہے صرف عورت ہے۔ ان جنہوں نے مشایاں کیں وہ روگ پاک دل واسے ہیں۔ سیاہ اعمال سے دور اور کنارہ ہیں۔

حکات نجمہ پرائس ہے! یہی حور تیں تھیں جنہوں نے یوب یوسف کو

کرسف کے ساتھ کیا کیا۔ بشر بن عبد بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ حضور یہ کرسف کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ کسی گزشتہ زمانہ میں اس نام کا ایک جادو تھا جو کسی دیا کے کنارے بیٹھ کر تین سو برس تک عبادت میں مصروف رہا وہ دن پھر دوبارہ آگیا تھا اور رات بھر تازی پڑھا۔

آخر ایک دن کمی حور کے عشق میں مبتلا ہوا اور ساری ریاختوں کو چھوڑ کر اسی کے پیچھے دیران ہو گیا۔ بہر حال انہی میں اس کی حالت درست نہ رہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر متوجہ ہوا اندازہ تعالیٰ اس کے خسر سے مدد کر رہا تھا اس کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عکاف کی طرف پھر متوجہ ہوئے اور سمجھا ان شروع کیا۔

”عکاف تجھ پر انہیں! بھول کر: ورنہ تو ہمیشہ مذذب رہے گا

بنی حاتم و کنت تجھے مائل نہیں ہو سکتی“

عکاف نے اس کے بعد درخواست کی کہ حضور تو آپ ہی میرا خدا ہیں ہاں کر دیں آپ نے فرمایا کہ کہ بہ نسبت کفر و میری سے میں نے تیرا کھل کر کیا اس حدیث سے نکاح کا مسئلہ جس قدر اہم ہو جاتا ہے اُسے کون نہیں سمجھتا۔ اور شادی کے بعد دنیاوی انجمنوں کا جو طوفان اُٹھتا ہے تو اس سے کون واقف نہیں۔

مگر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ای نبوی علوم نے اسی طرح عاجز و لاچار بنا دیا تھا کہ انہوں نے یہ بھی کیا اور وہ بھی کیا۔ غایت احتیاط کے ساتھ نباہ کر ایک عجیب و غریب قوت علیہ کا ثبوت انہوں نے پیش فرمایا۔

۴۔ یعنی خود تہذیب کا وہ ہے ان لوگوں کو جن خنوں میں مبتلا ہوا ہے جس کی تفصیل کتاب تغیر عبادت میں ہے۔

آپ کا اپنی بیوی سا براؤ [شلا تم بڑے بچے کہ آپ میں مجدد بیت بھی تھی
اور نکلی بھی تھی۔ استغراق بھی تھا تب کچھ تھا

مگر باوجود ان تمام باتوں کے آپ ہمیشہ ایک عودت اپنے پاس رکھتے تھے
کسی سہمی سفر میں بھی جاتے تو عموماً آپ کی بیوی ہمراہ ہوتیں۔ اور اس میں آپ
محض مجبور و لاچار تھے آخر مکلف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا
تھا تم مجھ کیلئے ہرگز ابوذر کے دل و دماغ پر اس کا کیا اثر ہوا ہر گز جس قسم کی
تیسری ہذبات حضرت ابوذر کے سینے میں سوجزن تھے حق تو یہ ہے ان کو
دیکھتے ہوئے پھر اس فعل پر کچھ تمبب نہیں ہوتا۔

الفرض ان وجوہ سے تو آپ نکاح کو اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے
مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ آپ کا براؤ کس قسم کا تھا فائدہ
ہے کہ جب عورت انسان کے گھراؤنی ہے تو خواہ حواء فخرنا آدمی کے مردہ
احاسات زندہ ہو جاتے ہیں کسی قسم کا شخص ہو لیکن اس کی خواہش ہوتی ہے
کہ اسے اپنے کپڑے پہنائے۔ عمدہ زیروں سے اسے آراستہ کر کے اپنی
آنکھیں سینکے 'حط' اور پھل سے ہمیشہ اس کے پاس وہ بن کو مسطر رکھے۔ یہ
کوسے وہ کرے۔ الفرض قدرتا اس قسم کے خیالات اوتار خود ہی دماغ
میں ابھرتے ہیں۔ پھر نئی نویلی دہنوں کی فرمائشوں کی بدولت یہ کر لیا اور
بھی نیم پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اس کا آخری انجام اکثر یہی ہوا ہے کہ فنا
اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر ایک قسم کے وسائل و ذرائع
اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور آہ کہ جس فعل کو وہ کبھی کرنا نہیں چاہتا
تھا اس کے کرنے پر نہ صرف آمادہ بلکہ ہوا و قات کر گزرتا ہے۔ ایک
کدھی محض چتا ہوا جان ہے جس کے بعد کم دس سو فی صدی خستوں کے ہونے

آئیروں سے نجات پاسکی ہیں۔

مگر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عاجزی کو دیکھو! انہ
 کر دکھایا کہ نبوی احکام و تعلیموں نے ان کو اپنا کس قدر مقہور و منسوب بنا رکھا
 وہ نکل بھی کرتے ہیں اور جب ان کی بیوی صاحبہ فرامیٹ کرتی ہیں تو آپ
 گھر سے نکل کر مجمع عام میں فرماتے ہیں۔

”مزدگ اس کافی کمزور کو دیکھتے ہو۔ محمد سے کہتی ہے کہ عاق باؤ
 اور جب میں وہاں جاؤں گا تو سمان بیری حرف رو پیے پیے بیکر
 جلیں گے، لیکن ہم کیا کریں۔ ہمارے دوست صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ہم سے عہد کیا ہے کہ ہم سب کے قریب ایک راستہ ہے
 جس پر پاؤں چل جاتے ہیں۔ اس پر میں ہکا پھکا ہوں۔ یہی
 ہمارے لئے بہتر ہے۔ نسبت اس کے کہ وہ پیچھے اور پیوں کے پوچھ
 میں لدا ہوا اگر ان بار ہر کر اسے جبر کر دے۔“

صرف اس قدر کہہ کر آپ ان فرامیٹوں کو ال دیتے جو کچھ حال اور
 پاکیزہ حقیقہ سے آپ کے پاس آتا تھا وہی دیتے اس کے بعد نہ ان کی فکر
 پروا کرتے نہ اپنی نفسانی خواہشوں سے متاثر ہوتے کہ یہاں نفس باقی ہے
 تھا وہ ز شادی بھی کرتے لیکن عکاف کی مجلس کی داستان نے آپ کو مجبور
 و مضبور کر دیا تھا۔

حضرت
 آپ کی بیوی جاسکی حالت
 یہی وجہ تھی کہ آپ کو اپنی حرم محترمہ کی زیارت
 و آراستگی کا کبھی خیال بھی پیدا نہ ہوا۔ اولاً
 آپ کے نکل کے لئے صرف عورت شرط تھی اس کے بعد اس سے بالکل کٹ

نہیں ہوتی تھی کہ وہ کسی ہر کس رنگ کی ہر دفعہ وہ وغیرہ۔
مورنین چیاں آپ کی بیوی کا حال لکھتے ہیں تو ان کی توصیف
ہمیشہ ان نقطوں میں کی جاتی ہے۔

نخستہ امراة صحباء | حضرت ابو ذر کے ساتھ ایک سال عورت پہنچی
عبداللہ بن خراش کہتی کہ میں نے ایک دن آپ سے کہا
بھی کہ آپ نے یہ کیا کالی کھڑی عورت سے نکاح کیا ہے تو فرمانے لگے کہ
بھائی جس بیوی کی وجہ سے لوگ مجھے ذلیل خیال کریں اسے میں ایسی عورت
سے بہتر سمجھتا ہوں جس کی وجہ سے لوگوں میں میری خاص وقعت ہو۔ کہ یہ وہ
شخص ہے جس کی بیوی نہایت پری پکیر اور عالی خانہ ان ہے

ان کی زیر و زینت | اور نہ صرف اس قدر کہ وہ امراة صحباء نہیں بلکہ
مورنین کا بیان ہے کہ آپ کو ان کی زینت
و زیبائش بناؤں گا۔ اسے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ صرف نکاح کر لیا تھا کہ یہ بظاہر
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔

اور اسامہ اور جعی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی بیوی کو ایک دفعہ دیکھا
تھا۔ ان کے کپڑے خوشبو میں بے ہونے تھے اور نہ ان کے بدن پر اور کسی
قسم کی زیر و زینت کا نشان تھا۔

زینہ لور | میں نے بہت تلاش کیا لیکن غایت جستجو کے بعد طبعات سے
اتفاق معلوم ہوا ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ کے کان میں ایاں
پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی زیور کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر یہ بھی نہیں
معلوم کہ یہ ایاں سونے کی تھیں یا چاندی کی۔ یا کسی اور وحالت کی۔

انفرض نبوت سے جو علم ان کو ملا تھا اس سے آپ کی یہی عاجزیاں ہیں
 جس کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا۔ اشد اکبر زہد کا تقاضا
 ہے کہ شادی بھی نہ ہو گھر بھی نہ ہو اور بھی نہ ہو کچھ بھی نہ ہو۔ اور شادی کا تقاضا
 ہے کہ دنیا کے تمام ساز و سامان ہوں یہ بھی ہو وہ بھی ہو
 اور ذہنی کا کلیہ تھا کہ ان چٹانوں کو سینے پر رکھا اور غیر کسی تشویش
 کے دونوں کو جمع کر کے دکھا دیا۔ ع

بر ب کو ثر بد اخ تشنگی غوی کنم
 کا ایک حیرت انگیز نفاذہ حضرت ابوذر کی زندگی میں نظر آتا ہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راہبانہ صحرائہ دیوں سے
 آپ کا گھر | روکا بھی تھا۔ اور اس دنیا کو ایک گز بگاہ اور راستہ سے
 تشبیہ دے کر اپنے آپ کو ایک مسافر بھی قرار دیتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ میری
 مثال دنیا میں اس مسافر کی مانند ہے جو کسی چھاؤں کے نیچے تھوڑی دیر آرام
 کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں ارشادوں میں عملی
 تطبیق اس طرح دی تھی کہ آپ جب تک مدینہ منورہ میں رہے زیادہ تر
 دھڑا دھڑ پڑ رہتے۔ کبھی مسجد میں بھی صف میں سو جاتے اور اس کے بعد آپ
 جہاں کہیں رہے کل کے غیمہ میں رہے۔ شام کے غدار شہر دمشق میں بھی جبکہ
 آپ رہے شہر صوف کے چھوڑے ہی میں رہے۔ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہی
 قسم کے غیمہ میں اپنی زندگی گزار دی۔ حتیٰ کہ جس مکان میں آپ نے اپنی آخری
 سانس پوری کی اس وقت بھی دیکھنے والوں نے یہی دیکھا کہ صوف کے معمولی نمبر کا

حضرت ابو ذر کی لاش پڑی ہوئی تھی مگر وہ پہاڑ کی کھوہ میں نہیں گئے
لیکن شہدوں کے وسط میں ہی آپ نے کھوہ بنایا تھا اور یوں ع

یہ عرصہ تماشہ میں لب تشہ آب اندر

کے خیالی قصہ کی واقعی تصویر۔ اپنی پوری زندگی سے کھینچ کر انہوں نے دکھا دیا تھی

میں کچھ چکا ہوں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پڑے پڑے کے | کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے ابو ذر
میں نے اس کی تدبیر | جس سونے اور چاندی پر گزرا لگائی گئی وہ اس کے ملک

کے لئے اٹھارے ہیں اور تو یہ ارشاد فرمایا جاتا تھا اور میری طرف منہ تھا

”بہترین کاموں میں یہ ہے کہ لوگوں کو کثرت سے سلام کیا کرو۔ بہانوں کی بہان

نوازی کرو اور رات کو نمازیں اس وقت پڑھو جس وقت دنیا کے لوگ سو چکے

ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہاں نوازی کے لئے انہیں ضرور ہے کہ انسان کے پاس

کچھ پس اندازت ہو۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں فرماؤں میں اس طرح

تبلیغ دی تھی کہ آپ کا سالانہ وظیفہ جس وقت بیت المال سے ملتا اٹھتے

اور اپنی زندگی کو ساتھ لے کر سال بھر کا سامان خرید لیتے۔ اس کے بعد سارا

بانتے۔ پھر جو کچھ بچ جاتا اس کے پیسے ہٹا لیتے۔ رگ پرچھے کو تمام روپوں کو

پیسے بنانے کی کیا ضرورت تھی آپ فرماتے کہ چاندی اور سونے کے رکھنے کی

مجھے اجازت نہیں اس لئے میں اسے پیسے بنا دیتا ہوں تاکہ میں ان لوگوں میں

نہ ہوں جن کے لئے حضور نے حکایاں ارشاد فرمائی ہیں۔

انہیں آپ اپنی خدمات سے محض منسوب و متہور رہے تھے جو کچھ

شناختا وہ آپ کو مجبور کر کے اس پر عمل پیرا بناتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ علم کی حکمت فرامیایں اس طرح اور کسی پر شاہ نہ ہوتی ہوں گی۔ امیر کرم اللہ وجہہ نے سچ فرمایا۔ بلاشبہ ہی بعید تھا جس نے آپ کو مجذوب اور پہلوں بنا دیا تھا میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام مباحث پر جو اس وقت تک پیش ہو چکے ہیں غور کرنے کے بعد حضرت مرتضیٰ علیہ السلام کے قول "عجز فیہ" کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی مجذوبیت کی شہادت دی ہے اس سے مراد وہی تھی۔

اخیر میں ہم ان چند خاصہ مہبتوں کو بھی درج کرتے ہیں جو عائشہ مجذوبہ کے ساتھ مخصوص ہے اور شیوہ جذب و سرستی کے ساز و سامان میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک حضرت ابوذر کے جتنے حالات تم بڑے بچے

ظرافت اس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ کے مزاج میں خوش طبعی اور طبیعت کا مادہ موجود نہ تھا۔ حالانکہ مجذوبوں کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ گونا گونا گویا ہر وقت ہر چیز میں جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ دنیا نے ان ہی مجذوبوں کے ان قہقروں کو بھی ہمیشہ سنا ہے جس کا سلسلہ اگر شروع ہوا تو پھر کبھی نہیں رکا۔ اور ان کی سادگی میں کبھی اور کبھی میں سادگی کو سمجھنے والے تو کسی نے نہیں دیکھا۔ قصہ میں مسکراہٹ اور مسکراہٹ میں قصہ اس طبقہ کا خصوصی شیوہ ہے۔

پیر حال حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی لکھی۔ حالت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دن آپ کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فراموش ہو گئے۔

”کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پیش ہو گا فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے اس پر اس کے چھوٹے چوڑے منہ پر ہاتھ رکھیں کہ وہ فرشتے اس کے آگے

اس کے چہرے نماہوں کی فہرست اس حدیث میں کرچکی کہ تم نے
 ظاں دن یہ کہا۔ ظاں دن یہ کیا وہ بیچارا اس کا اقرار کرنا چاہیگا
 اور دل میں قسمے گا کہ دیکھئے جب کیا کر کی فہرست میں کیا بیانیگی
 دیکھا ہوگا۔ فرشتے جب صفا پر چڑھ کر غایب ہو جائیں گے تو آواز
 آئے گی کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دیتے چلے
 جاؤ اس رجحان فران کے سنتے ہی وہ شخص نل چانے لگے گا شہرہ
 کرے گا کہ فرشتو! ٹھیرو! ابھی ہمارے پاس اور بھی بڑے بڑے
 عمل ہیں ان کو بھی گن لیں اس فہرست میں انیس نہیں دیکھنا
 یعنی ان کے عوض میں بھی بچے نیکیاں ملنی چاہئیں (

حضرت ابو ذر اس نقطہ پر آکر ٹھہر جاتے اور فرماتے کہ رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اس قدر ہنسا کرتے کہ آپ کی ڈاڑھیں
 کھل جاتیں۔ اس کے بعد حضرت ابو ذر کس قدر ہنسا کرتے اس کا اندازہ خود ہی
 لگا سکتے ہو خصوصاً جب انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت حضرت
 ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عام عادت یہ بھی تھی کہ قول کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اس فعل کو بھی کر کے دکھاتے جو حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کرتے
 بدبخت عبد اللہ بن زیاد جسے مسلمان ابن زیاد کے نام سے جانتے ہیں
 جب کہ وہ میرا تو اپنے پیش رو گذرے ان کے خلاف جماعت کی غازی میں اخیر کر غلگا
 حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے عبد اللہ بن مسعود نے دریافت کیا کہ
 ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے کیا ہم لوگ بھی اپنی نمانوں کو کھڑے اوقات تک سے فر
 کریں۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت ابو ذر نے میرے ناز پر

ہاتھ مارا اور فرمائیے مجھے سنو! میں نے اپنے خلیل (دوست) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مشق پر چہا تھا کہ ایسی صورت میں کیا کروں گا آنحضرت نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔

| | |
|--|---|
| <p>بہلی الصلوۃ موقتہا فان اذرت
فصل معہم ولا تقل انی صلیت
فلن اصلی معہم (مسند احمد)</p> | <p>فرمائیے نماز کا وقت پر اور اگر بیکار ہو۔ اب اگر کوئی چہا
کے ساتھ بھی نماز کا موقع آجائے تو ان کے ساتھ
نہ بیکار ہو۔ نہ بیکار میں نہ نماز پڑھ چکا ہو ان کے
ساتھ۔ پڑھوں گا۔</p> |
|--|---|

ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابو ذر اب کعبہ کی زنجیر کھڑے ہوئے
فرار ہے ہیں۔

جو کچھ جانتا ہے وہ تو جانتا ہے۔ اور جو نہیں جانتے ان کو اب
جاننا چاہیے کہ میں بند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں
پھر فرمایا کہ جس طرح میں کعبہ کی زنجیر پھڑے ہوئے ہوں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کعبہ کی زنجیر کھڑے ہوئے یہ
فرار ہے تھے بعدیث (ابو ہنیہ)

دوسری ظرافت | فیسم بن قیس الریاضی کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت
ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گھڑ
دھندھا تو معلوم ہوا کہ آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ آپ کی بیوی سنا
بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا۔

• سامنے ان کی کچھ زمینیں ہیں وہیں ہوں گے۔

جب میں اوجھڑا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے آگے آگے دو اونٹن ہیں
جن کے گلے میں ٹھکیں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ انہیں پیچھے سے ہٹاتے ہوئے

چلے آ رہے ہیں۔ میں آگے بڑھ کر آپ سے ملا۔ اور ساتھ ساتھ سٹاپ پر آیا۔
 آپ نے ٹکلیں تناولیں۔ اس کے بعد مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔
 میں نے کہا کہ آپ سے ملنے کی مجھے تمنا بھی تھی اور آپ کی ملاقات سے مجھے
 نفرت بھی تھی۔ حضرت ابو ذر نے فرمایا: یہ دونوں باتیں کیونکر ساتھ جیس
 ہو سکتی ہیں۔

نیم نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو زندہ دگر کر کیا ہے۔ اب مجھے
 اس کی فکر ہے کہ میرا گناہ صاف ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو اسکی
 کیا صورت ہے اس کا کفارہ بھی ہے یا نہیں۔

پس بب دل میں یہ خیال آتا تھا کہ آپ ہی میرے لئے کوئی راستہ
 پیدا کریں گے اس وقت دور ہوتا تھا کہ آپ سے مل ہی لوں۔ پھر کبھی غلط
 ہوتا تھا کہ کہیں آپ نے مجھے یا اس املاک قرار دیا تو یہ عمر بھر کا ایک غم
 میرے ساتھ لگ جائے گا اور اس کے بعد مجھے آپ سے نفرت پیدا
 ہو جاتی تھی۔

حضرت ابو ذر نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ حرکت تم نے کفر کے زمانہ
 میں کی ہے یا اسلام میں نیم نے کہا کہ ایام کفر میں۔ حضرت ابو ذر نے فرمایا
 تو پھر کیا پروا ہے (یعنی اسلام خود ہی تمام گناہوں کا کفارہ اور کفر کے زمانہ
 کی ہر قسم کے گناہوں کو ڈھاریں گے والا ہے)

نیم سے یہ فرمانے کے بعد آپ اپنی بیوی کی طرف مخاطب ہوئے اور
 کچھ سرے اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے لئے کچھ کھانا لاؤ۔

یہ اس لمحہ کا تھا کہ بلیتیں جھنڈیوں کی جانب سے عام طور پر ان میں پیدا ہوتی ہیں۔ بعد کا کہ بعد
 فوج میں ہر شخص اس کی جانب سے چھ دو تین خاں رکھتا ہے۔

یہ سنتے ہی برس پڑیں یعنی ایک تھکاتے کھاتے نہیں اور اس پر ہانغ نازی کا شوق۔

آپ نے پھر بھی نہایت نرمی سے کہا کہ بھارے کے لئے کچھ لاؤ۔ لیکن وہ تھیں کہ بگڑا ہی نہیں تھیں حتیٰ کہ آپ نے تیسری بار کچھ زور دے کر فرمایا کہ لاتی بھی ہر یا نہیں لیکن وہ کب سننے والی تھیں۔ اس طرح ابھی نہیں اور ابھی نہیں کہ آخر میں آپ نے فرمایا جس کر فرمایا کہ ہمارے کسی قدر برائی۔ تم کہیں اس سے بھی آگے نکل سکتی ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی شان میں ارشاد فرما چکے ہیں۔

نہیم تو وہیں کھڑے تھے بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مورتوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ عورتیں بڑی ہی ہلکی سے پیدا ہوئی ہیں اگر انہیں سیدھی کرنا چاہو گے تو یہ ٹوٹ جائیگی اور اگر یوں ہی چھوڑ دو گے تو کچی باقی رہے گی لیکن کچھ کام بھی چتا ہے گا چلتا

یہ سن کر وہ اندر تشریف لے گئیں اور خشک ٹرید کے کچھ ٹھکڑے لے آئیں آپ نے نہیم کو کہا کہ ”بس تو شروع کیجئے اور اس کا خوف نہ کیجئے کہ میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ کیوں کہ میں روزہ واجہوں۔“

یہ کہہ کر ناز کی نسبت باز نہ لی۔ نہیم کہتے ہیں کہ میں کھانا تناول کیا کرتا تھا ناز میں کسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں مگر جب انہوں نے اندازہ کر لیا کہ

اب مجھے سیری ہو گئی ہوگی۔ خذنا سلام پھیر کر بیٹھ گئے اور ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کیا مجھے ان کی اس حرکت پر سخت حیرت ہوئی اور بے ساختہ زبان پر اناشد دانا ایہ راجون جاری ہو گیا۔

حضرت ابو ذر نے جب مجھے اس حال میں دیکھا تو پہننے لگے اور فرمایا کہ تم کو کیا ہوا میں نے کہا کہ اگر میں انسانوں میں کسی کو جھوٹ بولنے والا خیال بھی کرتا تو کم از کم تم کو توان و گروں سے میں مستثنیٰ سمجھتا تھا۔ حضرت ابو ذر نے فرمایا: تیرے ماں باپ خدا پر قربان ہوں۔ جب سے تم آئے اور اس وقت سے اس وقت تک تمہارے سامنے میں کیا جھوٹ بولا۔

میں نے کہا خوب! ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ میں روزہ دار ہوں حضرت ابو ذر نے کہا کہ ہاں! بعد اس کھانے کے بھی روزہ دار ہوں اور رہوں گا۔ کیونکہ اس صیئہ کے تین دنوں ۱۳-۱۴-۱۵ میں روزے رکھ چکا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان تین دنوں میں روزہ رکھا اس نے گویا مہینے بھر کا روزہ رکھا یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک دن روزہ کا ثواب ملا اور اسی طرح تین روزوں کے عوض میں ۳۰ روزوں کا ثواب حاصل ہوگا! پس آج میرا روزہ بھی ہے اور اس کا اجر بھی ہے اور تمہارا ساتھ کھا بھی رہا ہوں۔

حضرت ابو ذر حیب شروع شروع میں نہ سوزہ پیچھے تو دہاں کی آب ہوا کچھ ان کے لئے سازگار نہ ہوئی۔ بیمار پڑ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض علاج میں تبدیل آب دہاں کو حکم دیا کہ بیت المال کی سریشیاں (دھنوں)

اور بکریاں) جہاں چرتی ہیں وہیں جا کر ہند سے قیام کر دینا بھی ارشاد ہوا تھا کہ صرف اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ پر رہیں بعض روایتوں میں ہے کہ علاجاً ان جانوروں کے پیشاب کے استعمال کی بھی اجازت ہوئی تھی (محدثین کا خیال ہے کہ یہ استعمال کا علاج ہے ممکن ہے کہ حضرت ابوذر پر استسنا کی ملائیں ظاہر ہوئی ہوں) پھر سال حضرت ابوذر اسی صحرائی علاقہ کی طرف روانہ ہوئے چوں کہ بیمار تھے اس لئے بیری کو بھی ساتھ لیا۔ یہ ایسا علاقہ تھا جہاں پانی کا نام بھی نہ تھا۔ مجبوراً حضرت ابوذر کو دودھ ہی پر گزار کر اپڑا اچھی آب و ہوا پر ہند سخت خستہ تھے یہ ہوا کہ بہت جلد آپ کی حالت بدل گئی یہ شباب کا زمانہ تھا بیری ساتھ تھیں یہ سوچنے بغیر کہ آپ اس دوسی میں پانی لے گا یا نہیں۔ فصل کی کیا ضرورت ہوگی۔ اپنے اوپر فصل واجب کر لیا۔ اب ہوش آیا تو پانی کا میلوں پتہ نہیں فصل کے بدلہ میں بھی تحیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں حضرت ابوذر کو اس وقت اس کا بھی علم نہ تھا۔ ناز کشہوت ہونے کا اندیشہ ہوا کچھ سمجھ میں نہ آیا بجز اس کے کہ ان اونٹوں میں ایک تیز رفتار اونٹ کی پیٹھ پر لدے اور جتنی تیزی سے بھٹکاتے تھے انہیں خینوں بندہ پہنچے خود فرماتے ہیں نسیک نصف النہار کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔ دیکھا کہ آپ مسجد کے سایہ میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے سر مبارک اوپر کی طرف اٹھایا مجھے دیکھ کر بے ساختہ آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

سبحان اللہ ابوذر | خدا کی شان ابوذر

ملہ عینہ دہ دیا، ابو نعیم ۱۱

میں نے وہیں کہا کہ ہاں یا رسول اللہ ابوذر ہی ہے۔ پھر سارا قصہ بیان کیا۔ خود کرنے کی بات ہے کہ کہاں تو بیماری اور ایسی سخت بیماری کہ بعض روایتوں کے اعتبار سے آپ کو اونٹ کے پیشاب تک کے نیچے زہمت آئی۔ لیکن اور حیرت انگیز بات ہوتی اور فصل واجب کر لیا۔ ان کے اس بدنی طرز عمل کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامت ہنسی آگئی پھر آپ نے آواز دی۔ ایک نونہی برتن میں پانی لے کر ابھرا آئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت اسی اونٹ کے اوٹ میں کھڑے ہو کر اس جنابت سے میں نے نجات حاصل کی۔ اور اب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ابوذر پاک منی سے وضو کا کام اس وقت تک یا با سکتا ہے۔ جب تک کہ پانی میسر نہ آئے۔ خواہ پانی دس سال ہی تک یکم نہ ملے۔

ظرافت ہی کے سلسلہ میں غالباً آپ کی ان عادتوں کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ سے کوئی پوچھتا کہ کیا آپ ہی ابوذر ہیں تو فرماتے کہ ”ہاں“ میری بھری کلمہ ہی خیال ہے۔“ آپ کی صاحبزادی کبھی آپ کے ساتھ ہوتیں لوگ پوچھتے کہ کیا یہ آپ کی صاحبزادی ہیں اس وقت بھی یہی فرماتے کہ ”ہاں“ اس کی ماں بھی کہتی ہے۔“

ایام بیعت کے روزوں کو ہمیشہ بھر کا روزہ قرار دینا اس قاعدے کے ایک دفعہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی نفع اٹھایا ہے۔ پہنچی میں ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن قتیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر سے ملے آئے۔ ابھی باہری تھے کہ عبداللہ نے آپ کے چہرہ کی حالت دیکھ کر

کہا کہ کیا آپ روزے سے ہیں۔ بڑے اُن۔ اتنے میں اندر چلی ہوئی۔ دیکھتے ہیں کہ ایک بڑے پیالہ میں کھانے کی کچھ چیز رکھی ہوئی ہے حضرت عمرؓ نے کھانے کا اشارہ کیا۔ عبد اللہ کے ساتھ حضرت ابوذرؓ بھی پیالہ میں شریک ہو گئے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے انھیں سے اشارہ کیا اور یاد دلایا کہ آپ تو روزے سے ہیں۔ جواب میں حضرت ابوذرؓ نے فرمایا مجھے اپنا روزہ یاد ہے۔ بھولا نہیں ہوں۔ میں تم سے کیا کھا تھا۔ یہی اُن کے روزہ دار ہوں۔ میں ہر ہینہ کی تین تاریخوں میں چونکہ روزے رکھتا ہوں اس لئے ہمیشہ صائم ہی رہتا ہوں۔

اس قسم کی اور بھی غرائفیں آپ سے منقول ہیں۔ دعا کے ثبوت کے لئے اتنی بھی کافی ہیں۔

اس طائفہ کے ساتھ اور باتیں بھی مخصوص ہیں مثلاً جو لوگوں پر مجذوبانہ آدمی ان کے پاس جائے گا۔ اُس پر پہلے بگڑیں گے انداز کے ساتھ بگڑنا اُسے جھڑکیں گے؛ اگر زیادہ منسوب الحال ہو جائے تو شاہ ہے کہ گلاباں بھی دیتے ہیں۔

بہر حال حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ چونکہ جذبِ کمال تھا اس لئے ہدیان و غرائف تو آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتے تھے لیکن بگڑنے جھڑکنے کی عادت آپ میں بھی کم و بیش پائی باقی تھی۔

عوام کو عوام بڑے بڑے جلیل القدر صحابی آپ سے ملنے آئے، انہیں بگڑتے اُن سے بھاگتے، اپنے سامنے سے اُٹھا دینے کی کوشش کرتے۔ بلکہ چونکہ اس طائفہ کی ان تمام باتوں کو لوگ ان کی منسوب الائی پر محمول کرتے ہیں اور اس کی

یہ طریقہ دنیا میں مروج ہے۔ اس لئے کسی کو آپ کی باتیں بُری نہیں معلوم ہوتی
تھیں۔ آپ میں قدرِ بزرگاری ظاہر کرنے صحابہ اسی خدا آپ سے پڑتے۔ آپ
انہیں دکھاتے۔ لیکن قدرِ شامان حقیقت ابو ذری اور بھی آپ سے قریب
ہوتے۔

ایک دن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں (جائے)
آپ صوبہ دار ابو ذالم تھے) سے واپس آئے تو حضرت ابو ذری سے بھی ملنے
کے لئے تشریف لائے۔ حضرت ابو ذری کھڑے ہوئے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری
پچھلے سے آکر آپ کی کمر میں بٹ گئے۔
حضرت ابو ذری آپ کو دیکھتے ہی بگڑنے لگے وہ کمرے پلٹے ہوئے ہو
اور کہنے جاتے ہیں۔

میرے بجائی مر جا

میرے بجائی مر جا

مگر آپ کی کیفیت ہے کہ

ایک عینی ایک عینی
ہم سے دور ہو۔ ہم سے دور ہو۔
فرار ہے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری ایک دُبلے چلے آدمی تھے اور آپ بھاری بھر کمزور
تھے وہ پڑے ہوئے ہیں اور حضرت ابو ذری جھکے دے دے کر چاہتے ہیں کہ
کسی طرح ان سے چمٹ جاؤں۔ دیر تک کٹ کٹ رہی تھی۔
”دور دور ہو۔ دور ہو۔ ہم تم سے فنا نہیں چاہتے؟“

آپ کی زبان پر جاری ہے۔ حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ”دور کیوں
ہوں گا۔ تم میرے بجائی ہو؟“

آپ اس کا جواب دیتے کہ ”نہیں اب تم میرے بجائی نہیں رہے۔“

۱۴۶
تم سے برادری اسی وقت تک تھی۔ جب تک کہ تم کسی سوبہ کے مال اور نام
مقرر نہیں ہوئے تھے؟

انفرنس: ایک یہ سلسلہ باری بار اور خدا ہانے آخر میں ان
دہنوں نے کیا فیصلہ کیا۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں پھر راضی
ہو گئے۔ آپ کی یہ مادت تھی کہ بگڑنے اور خفا ہونے کے بعد پھر درم بھی پڑ
جاتے۔ کیونکہ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو بکھرن کے
انغم اور سوبہ دار تھے) اب وہاں سے آئے تو آپ سے ملنے گئے اور اسی
طرح کہیں لپٹ گئے 'عجب دستور ان کو بھی آپ نے
البتہ عنی

بجائے ایک۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔

کہنا شروع کیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مروحبا باخبر

فرماتے جاتے تھے اور آپ ان کی اچھلیاں پکڑ کر پاتے تھے کہ نخل جھاگوں
مگر وہ بھی زبردست تھے۔ کب پھوڑتے آخر تنک کر آپ نے پوچھا کہ تم ان
لوگوں (یعنی خلفائے وقت) کی طرف سے کسی سوبہ کے مال مقرر ہوئے
یا نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے سوبہ داری قبول کی
آپ نے پوچھا تو سوبہ داری کے زمانہ میں کوئی ادبھی کوٹھی بھی تم نے بنوائی۔
کوئی بڑی زمین داری بھی حاصل کی۔ اونٹوں اور بکریوں کے دیوڑ کے تم مالک
بھی ہوئے؟

حضرت ابو ہریرہ نے کہا نہیں میں نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز
مائل نہیں کی۔ یہ سن کر خوش ہو گئے اور پھر غومگے لگا کر فرمانے لگے اے
تو تم میرے بھائی ہو تم میرے بھائی ہو (بعض نام مشافعت ان سے آئے ہیں)

الغرض مولا اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز کرتے اور سنا:
 بھی آپ کی ناز برداریوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ آپ ہر شخص کو
 ڈانٹ دیتے تھے ذرا سی بھی غلطی ہوتی تو ٹوک دیتے نہ کسی سے ڈرتے تھے
 اور نہ کسی سے دہتے تھے سب کو اپنا ہمسفر ہم جہاقت سمجھتے تھے۔ ہر حال
 اس سلسلہ میں بھی واقعات بہت ہیں لیکن ایسے ہیں ڈانٹ ڈپٹ فیض و
 غضب حضرت ابو دوداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن کا شمار جلیل القدر صحابہ
 میں ہے ایک دفعہ حضرت ابو ذر ان کے سامنے گزر رہے تھے اور وہ اپنے
 ایک مکان کی تعمیر کر رہے تھے۔ حضرت ابو ذر نے فرمایا ”آخر تم نے بھی
 پتھر کی چٹانیں لوگوں کے گندھوں پر لگوا دیں؟“ حضرت ابو دوداء بولے کہ
 جالی میں تو ایک مکان بنوا رہا ہوں مگر حضرت ابو ذر فقرہ بالا ہی کو اہرا
 رہے۔ آخر میں حضرت ابو دوداء نے کہا شاید آپ کو میرا یہ مکان بنانا اگر ارا
 ہوا۔ حضرت ابو ذر بولے ابو دوداء کاش! میں تمہارے سامنے سے گزرتا
 اور تم کو اپنے گھر کی غلاختریں (گھڑے) پر پاتا۔ یہ اس سے زیادہ پسندیدہ تھا
 جس حال میں تم کو اس وقت پارہا ہوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ ایک دن غلاخات ہوئی۔ ان کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے قبضہ
 پر ہانڈی چڑھی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے سنا ہے جس نے پیٹے یا سفید (دینار اور ہم) کو چھڑا ان ہی سے
 قیامت میں وہ داغا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ مطلب سمجھ گئے اسی وقت
 تلوار کو ہاتھ سے پھینک دی (یعنی) مسئلہ تم نے دیکھا کہ بچائے جھکوانے کے
 حضرت ابو ہریرہ نے تلوار ہی پھینک دی اور جانتے ہو ابو دوداء رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بن پر آپ اس قدر مجرّمے ان کا کیا حال تھا۔ استغاب میں ہے کہ

جب حضرت ابو ذرؓ کو خبر ہوئی کہ ابو ذر زہدہ بنے گئے تو فرماتے تھے اگر ابو ذر میرے جسم کی بوٹی بھی اڑا دیتے تو میں ان کو کلامت نہیں کر سکتا تھا۔ اسی ڈانٹ ڈپٹ کے سلسلہ میں آئندہ اس واقعہ کا بھی ذکر آئے گا کہ کعب اجار جو یہودی سے سلمان ہوئے تھے تاہمیں میں شمار تھا حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں برسہو بار ایک غاص مسلہ میں جس کا تذکرہ آگئے ہے حضرت ابو ذرؓ نے ان کو سخت سست بھی بنایا اور ڈنڈا بھی رسید کیا کہتے ہیں کہ بے چارے کا سر کھل گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اذیلتی و زہد و علم و معرفت کے آگے اگر جھکتے تھے تو وہ صرف ایک وحید ذات حضرت فاضل اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر آتی ہے۔

بلکہ میں جب ان عظمتوں اور توقیروں کے واقعات پڑھتا ہوں جو آپؓ حضرت عمرؓ کی کیا کرتے تھے تو پھر آپؓ کی بجز و بیت تک میں مجھے کچھ شبہ سا ہو جاتا ہے۔ لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شاید جنبگی شافروں میں ایک شان ان کی یہ بھی تھی کہنے والوں نے جو کہا ہے کہ یہ وہ گردہ شدہ والوں کا ہے جو کبھی تو عارم الملیٰ کی خبر لاتا ہے اور کبھی اپنے پشت پاکی بھی اسے خبر نہیں ہوتی

منہ احمد میں ایک یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سے ایک شخص گزرا جس کا نام غضیف بن ماریث تھا اگرچہ وہ صحابی نہ تھے لیکن رشد و صلاح کے زیور سے آراستہ اور سینے میں پاک دل رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔

نعم العبد الضعیف ^{۱۲۰} | ضعیف کہا اچھا بندہ ہے
حضرت ابو ذرؓ ہیں کہیں کھڑے تھے جب ضعیف آگے روانہ ہوئے تو
آپ بھی ان کے پیچھے چلے گئے اور سامنے آکر نہایت کجابت اور غایت
عاجزی سے فرماتے گئے۔

”صحابی میرے لئے دعا کرو خداوند تعالیٰ کے دربار میں میرے لئے
کی خدائش کرو کہ وہ میرے معاذ صاف فرمادے“
ضعیف حضرت ابو ذرؓ کو اس حال میں دیکھ کر گھبرا گئے اور متحیرانہ
لہجہ میں فرماتے گئے۔

”حضرت یہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں آپ اپنی اس کوسیر سے استغفار کریں نہ کہ میں“
حضرت ابو ذرؓ نے اس کے بعد جو کچھ فرمایا تھا وہ ان تمام اندرونی
جذبات کو بے نقاب کر دیتا ہے جو آپ کے دل میں حضرت عمرؓ کی جانب سے
موجزن تھے آپ نے کہا۔

”مگر میں نے عمرؓ کو خطاب کی زبان سے ابھی سنا ہے کہ انہوں نے
فرمایا نعم العبد الضعیف (ضعیف بہت اچھا بندہ ہے) اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صحابی اور راستی
عمرؓ کی زبان پر چپاں کر دی گئی ہے“

۱۔ ان کا یہ نام ضعیف بن العلاء بن زید مکنزی ہے جس کا وہ تعلق رکھتے تھے ان کے صحابی چڑیں
الغلوں ہے انہم میں سے حضرت صاحبِ کعبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں دنوں رہے ہیں حضرت جابرؓ حضرت
عاصمؓ جو حبشہ میں البراء ابو ذرؓ اور وہ حضرت صدیقِ اعظمؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عمارؓ
وہ بیت کرنے میں آئے ان میں سے کسی نے تعلق اختیار کیا وہ ہیں جنہاں ہر کی (تذیب التہذیب ص ۱۲۰)

مقصود یہ تھا کہ جب تم کو فاروق العظمیٰ نے اچھا کہا ہے تو یقیناً تم اچھے ہو اور
ابھوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

یہاں یہ سلسلہ قابل غور ہے کہ تمنا ایسا ہیجے کے رگ بھی حضرت ابو ذرؓ
صحابہ حبیبین دھہریں میں شمار کرتے ہیں لیکن حضرت ابو ذرؓ جس ذات کو حبیب
فرماتے تھے اور جس کی تصدیق کو گویا آسمانی تصدیق وہ سمجھتے تھے جس کو حبیب
ہے کہ ان کی اونچی شان پر وہ سہ نہ آتے اور ان کی پاک نیت پر چلے کرتے ہیں
ضعیف سے حضرت ابو ذرؓ نے جس چیز کی درخواست کی تم خود انصاف
کرد کہ کیا تنبیہ کی کسی شے کے نیچے وہ داخل ہو سکتا ہے؟ ان کو کس نے مجبور
کیا تھا کہ خواہ مخواہ ضعیف سے دعا کے لئے الحاح و زاری کریں فقال لھو
لاء القوم لا یكادون ینقھون حدیثا۔

سفر دمشق الشام | دینہ منورہ کے قریب ایک نامی پہاڑ پہنچے حضرت
ابو ذرؓ کو سرد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت

کی تھی کہ

اذا بلغ البناء سلعا فارحل | جب دینہ کی آبادی میں سے کسی پہاڑ
الی الشام (منہ جدہ اور یثرب) | زخم شام کو حوت کہہ کر دیا۔
یہ فرمان بکروں دیا گیا تھا اس کی صحیح علت مجھے معلوم نہیں ہے

یہ پہاڑ اس نام سے دینہ منورہ کے سامنے ایک سرد ہے۔ یہی وہ کوہ جاد کہ جس کا ذکر
یسنہ نبویؐ کی کتاب میں ہے حضرت امیہؓ نے اسے ایک گیت گائی جسے پہاڑوں کی پڑ
ہے حکایت ہے کہ وہ خداوند کا جمال ظاہر کریں گے۔ کن نہیں جا تا کہ طلع البدن علیہا
کا گیت ہے کہ بلندوں نے کب گویا اور کس کے لئے گویا؟

سلوک میں سلی کی آبادی سے کیا نقصان پہنچا تھا۔ مہندو مدیر کے علاوہ اسے
 اور کون جان سکتا ہے۔ اہم قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مدینہ کی آبادی
 اس قدر سمندر پر جائے گی تو اس وقت اس کا تعلق بہت بڑھ جائے گا اور حضرت
 ابوذرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز بنانا چاہتے تھے چونکہ اس کے لئے
 اتنی مددیت ضروری تھی اس لئے آپ نے شام کی روانگی کا حکم دیا تھا۔ اللہ اعلم
 رواہ ابن ابی شیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد جب مختلف مقبروں میں
 میں نبوی چھائیاں قائم ہوئیں۔ تو حضرت ابوذرؓ نے شام کے "کعبہ" یعنی نبوی جہل
 میں اپنا نام لکھوایا اور وہیں تشریف لے گئے۔ کب گئے اگر حافظ ابن عبد البرؒ نے
 لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات بھی کے بعد یہ قصد پیش آیا، لیکن قرآن
 کا اقتضا ہے کہ عرفہ واروق کے بعد میں جب عسکری تنظیم مقبروں کی حفاظت کیلئے
 کی گئی اس وقت شام کی چھاؤنی سے آپ نے اپنا تعلق اختیار فرمایا انساب و شرف
 نے ابن کمال بن ابی شیبہؒ و سرزمین کا بیان کرنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بھی پر جب
 حضرت ابوذرؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو کیا دیکھنے میں کہ مدینہ کا وہی نم اسانصب مقبروں کے ان وزنی
 نقل کرتے ہیں اس سے نقل کیا کہ نبیؐ کی خاک کا چھالہ اس فی میں جیل سے امین کو سونپ دیا جس میں
 ابوذرؓ نے ایک کشت لٹائی جس میں ہوں اس سے اعزاز ہوتا ہے کہ اس وقت کنبراؤں نے انہیں
 شہرہ کیا تھا۔ بنے ہوتے گریساں سے اس کے واسطے پہنچ گئے تھے ہر حال اس حال کو دیکھ کر
 حضرت ابوذرؓ پر ایک سال ۵۰ ہجری ہوا اور بے اختیار بیان مبارک پر یہ اضافہ جاری ہے بشرطی مدید
 طرہ شرف اور یہ کہ (نبات خالد مدینہ) ان کو ایک بنو کنانہ کی مدد پر ۴۰ غلامی جنگ کی
 پہنچ کر یہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر رائے میں مدینہ واقعہ قحط کے وقت میں ہے اور اس کے ساتھ قرآن
 میں کہ سب سے پہلی بات کہ اپنے اہل کوئی قحط کی صورت میں وہ کا نقل حکم کی وجہ سے ہوا۔ اس کی
 حوالہ شدہ خالدؓ نے حضرت علیؓ سے حکم دیا کہ ان کو قحط سے مطلع فرما دیا تھا۔

جہ ذری میں بھی لکھا ہے کہ کان مکتبہ البشام الا انہ کان ہندم حاقبا ویان عثمان
 الافان لہ فی مجادۃ قبر رسول اللہ ص اللہ علیہ وسلم فیاد لہ فی ذلک (یعنی
 ان کی اہل چھاؤنی ترشام میں تھی لیکن اجازت لے کر حج کے لئے مجاز بھی آتے
 اور حضرت عثمان نے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے
 جوار میں کچھ دن رہنے کی اجازت دو، وہ ان کو اجازت عطا کرتے اگر یاہوں کہ
 اور مدینہ میں ان کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا لیکن اصل قیام گاہ ان کی
 شام ہی کے شہر دمشق میں تھی (دیکھو ابلاذری صفحہ ۵۵)

پہر حال اتنا قطعی ہے کہ خلافت عثمانی میں حضرت ابوذرؓ دمشق میں تھے
 وہاں کھلیں کا ایک سمری ساجھو پڑا ڈال یا تھا جس میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ
 زندگی گزارتے تھے۔

مسئلہ کنز جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ امیر المعروف بنی منیہ المسکر
 حضرت ابوذرؓ کا خاص شہرہ تھا۔ چنانچہ کے اعلان میں دنیا کی کوئی
 قوت آپ کو مدد نہیں سکتی تھی حتیٰ کہ خود علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے
 جیسا کہ گزر بھی چکا یعنی۔

ما کہ اشک ابائوں میں عامت کرنے و ابوں کی حسرتوں سے نہ ڈیلے
 والا صرف ابوذرؓ رہ گیا ہے؟

انفرن من شکرة انہ من سے جو دشمنی آپ کو عطا کی تھی اسکو دشمنی کے
 عام کرنے میں آپ کبھی مدد نہ فرماتے تھے۔ جب موقع ملتا اسی فکر و عمل میں
 مصروف رہتے حتیٰ کہ تم آغا کتاب میں پڑھ آئے ہو کہ اعلان توحید میں آپ
 پر کیا کیا سائب نازل ہوئے لیکن آپ کو اس کی کوئی پھدا نہ تھی۔ یہی
 ہے جنات ابن سراجؒ۔

وجہ یہ تھی کہ جب آپ شام تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے وعظہ رس کا باب کھل دیا۔ اشاعتِ سنت میں شہک ہو گئے اس زمانے کے مراعات کے بعض ایسے قصے آریخوں میں محفوظ بھی ہو گئے ہیں مثلاً ابلا ذری نے نقل کیا ہے۔ شام میں حضرت ابو ذر فراتے تھے خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ سچاؤ بچہ رہی ہے بھڑکنا زندہ کیا جا رہا ہے بچے جھٹلاتے بارہے ہیں بغیر تھوڑی کے لوگ خود غرضیاں اختیار کر رہے ہیں۔ ابلا ذری ص ۵۰

پھر حال اسی ضمن میں آپ نے مسئلہ کفر کی بھی تبلیغ شروع کی۔ جو لوگ کفر کے مرتکب تھے ان کو دھمکاتے ڈراتے۔ فراتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

”جو لوگ چاندی اور سونے پر گرہیں لگاتے ہیں وہ شعلے بن کر ان سے پھیں گے جب تک کہ اُسے خدا کی راہ میں صرف نہ کریں۔“

کبھی بیان کرتے کہ کاذبین (یعنی سونے چاندی جمع کرنے والوں) کو مژدہ شاد کہ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں ان کی ایک پستان پر رکھی جائیں گی حتیٰ کہ وہ سینہ کو توڑ کر۔ مژدہ سے کی ہڈیوں سے نکل جائیں گی اسی طرح پھر مژدہ سے کی ہڈیوں پر دھری جائیں گی۔ حتیٰ کہ وہ دوسرے پستان کی طرف سے توڑ کر باہر نکل آئے گی جسے کبھی ارشاد فرماتے۔ مالدار غریبوں کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالنَّعْشَةَ لَا يَنْفِقُونَهَا
وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالنَّعْشَةَ لَا يَنْفِقُونَهَا

يقول الحق وهو عهدي السبيل۔

عام دین سے اکثر طوائف ہی رہے ہیں کہ آپ ہر ایک قسم کے مال کو
یعنی زراعت و املاک سمیت تھے حافظہ ابو عمرو بن عبد البر کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| <p>اور نہ کثرت ایسی چیزیں تھیں جو بیعتی
ہیں کہ کچھ بچہ بچہ مسلمان ان کی تعداد پر کچھ
قسم کے مال میں رہے کہ کچھ تھے اور ان کے ذریعہ
ان کی زندگی گزارنے اور فاقے سے روک دینی
ایسے قرآن مجید میں ان چیزوں کے میں ہیں
ان میں سے ہے۔</p> | <p>وردت اثار کثیرہ عن ابی ہریرہ
تدال علی انہ کان بذهب
الی ان کل مال مجموع ینفصل
علی لقوت و سداد العیش
فہو کثیر یم ناعلہ وان آیہ
الوعدہ نزلت فی ذلک۔</p> |
|---|---|

لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ آثار کن کتابوں میں مذکور ہیں۔ طبقات
مستندات۔ طبقات۔ اس کے علاوہ عموماً تاریخ و حدیث کی کتابیں ہمارے
ہاں ہیں ان میں اس بڑے دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہو چکی ہے
کہ قاضی عیاض اور ماہ بن مجر وغیرہ نے آپ کے "نظریہ کثرت کے مطلب کو
بیان کرنے سے کھینچ لیا۔

قاضی عیاض کا خیال ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر
پیشینگی کے لئے اس کو حکم نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی کل دھکیاں ان بادشاہوں
کے ساتھ مخصوص تھیں جو رہا یا سے روپے وصول کر کے محض اپنے پیشینگی قیام
بہ و جلال میں صرف کرتے ہیں اور بن دگر کے ذاتی حقوق ہیں اور ان کو
محروم رکھتے ہیں۔

علامہ زہدی کو اس ترجمہ پر غصہ آ گیا ہے اور نہایت سختی کے ساتھ
فرماتے ہیں کہ ابوذر نے اپنے زمانہ میں دگر کو دھکاتے پھرتے تھے۔ پھر اس

قسم کے غلام و میش پسند بادشاہ اس زمانہ میں کب موجود تھے کہ وہ تو مختلف صدیقین و امراء عادیین مثل ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عہد تھا۔

ما فظہن مجر کا خیال ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل یہ مطلب تھا کہ خود اپنے مال کے جمع کرنے میں بھی انسان داغا جائے گا۔ بلکہ آپ کا یہ فتویٰ ان لوگوں کی تنگ مدد و محتاجہ سروں کا مال لے کر جمع کرنے ہوں اور جب اصلی مالک اس کا مطالبہ کر لے تو اس میں مال دینے ہیں۔ اس لئے اپنے مال پر کسی کی تہذیب کیوں ہو۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کا فتویٰ تھا کہ اگر زکوٰۃ نکالنے کے بعد ہمارے پاس ایک پیارے کے برابر سونا ہو تو ہمیں پھر کوئی خوف نہیں ہے۔

حافظ نے اس کے بعد ایک اور ترمیم بیان کی ہے چونکہ وہ مجتہد تھے

عیاض کی تاویل کا ترمیم ہے اس لئے اسے قلم انداز کر رہا ہوں۔

ناچیز کی رائے اگر امام زہدی کو قاضی عیاض پر احد قاضی عیاض کو اپنے گزشتہ ترمیمیں و مستفیدہ پرکتہ چینی کا حق ماحصل ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اگر اعتراض کا نہیں تو کم سے کم اپنے خیالات کے انہماک سے کیوں مدد کا جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میں آئندہ لکھوں گا اس میں غلطی کا گنہائش نہیں۔ دیوانہ ہے جو ایسا سمجھتا ہے ظہن نظر لا انسان منہ خلق کے بعد اس قسم کی متکبرانہ و عداوی کا حق کس کو حاصل ہے؟

پھر حال حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمدردی و دشمن طرز و طریقت حدیث و اقوال سے میں جو کچھ سمجھا ہوں اُسے پیش کئے دیتا ہوں۔

مے خجہ ابدار کا شہادہ ہے: شبہ حق کے لئے ہی ۛ

میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خمر صیت کے ساتھ نصیب رسوا پانہی بیچ کونے کی چیز نہیں علاوہ ان بیچ آپ کسی اور چیز کے بیچ کرتے کہ سہ نہیں فرماتے تھے میرے نزدیک حافظہ ابو جرد بن عبد البز کا یہ کہنا کہ ”کل مال مجبور مال کا حفظ جو ہر ایک قسم کے مال پر صادق آتا ہے قابل اصلاح ہے“ بلکہ کہنا یہ چاہئے کہ ”کل ذہب و نفقہ“ رہی ہر قسم کا سزا پانہی۔

پھر نقدین کے بارہ میں مدھی آپ کا یہ خیال بھی نہ تھا کہ حاجت سے اگر زیادہ تو خدا ہی کی راہ میں وہ ٹھیکہ جائے بلکہ خود آپ کے قول و عمل سے منقریب معلوم ہو گا کہ آپ کی رائے یہ تھی کہ ۱۔

(۱) اگر روپے اشرافیاں حاجت سے زیادہ ہیں تو ان کو فوراً کسی مفید چیز کی صورت میں بدل دو تاکہ ایک مفید ہائد اوہر جائے یا روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آئے مثلاً اس سے زمین خرید لی جائے بکریاں مول لے لی جائیں جن کے بچوں سے دودھ سے فائدہ حاصل ہو۔ گدھے گدھیاں اونٹ وغیرہ لے لئے جائیں تاکہ بار برداری سواری میں ان سے آراٹم یا پیسے بنائے جائیں جو روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آتے سہتے ہیں۔

(۲) اور اگر یہ چیزیں کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہیں تو پھر وہ انفرادی تجارت شروع کرے یعنی بے کٹکے ایک انٹھ کی دس انتھیاں قھنا بنا آہلا جائے۔ ایسے جو لوگ نہ وہ کہتے ہیں اور نہ یہ کرتے ہیں بلکہ خود خواہ رسوا پانہی بیچ کرنے کا جن کو شرع ہے ان کے حق میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَرُكْبَةً يَكُنْزًا لِلْغَلَاظِ

والفضة ولا ينفقونها في
سبيل الله فبشرهم
بحداب اليمر الایہ

اس کو نہیں خرچ کرتے اللہ کی راہ میں
تو ان کو اچھا کہ غرضگیزی سناؤ
وہ ان کو خدا کی۔

حتیٰ کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سونے کے زیور کو بھی
پہنہ نہیں کرتے تھے۔ نہیں چاہتے تھے کہ سنا زیور کی صورت میں بھی مقید
ہو جائے کیونکہ منہ میں ایک مدبث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس میں ایک اعرابی آیا جس میں حضرت ابو ذرؓ بھی شریک تھے
اور اکر کہا۔

اكلتنا الضبع يا رسول الله
یعنی السنہ

ہم دو گن کر قد کھا سحی
یا رسول اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں
اس سے زیادہ اس وقت سے ڈرا ہوں جب تم لوگوں پر دنیا خوب اچھی
طرح پہنائی جائے گی (یعنی وہ اس قحط سے زیادہ خطرناک اور آلام آزاں
ہوں گے) اور اس کے بعد نہایت حسرت سے آپ نے ارشاد فرمایا۔

فيا ليت امتي لا يتحلون
الذہب

کاش میری امت سونے کا زیور
استعمال نہ کرتی۔

اس روایت سے گورنے کی حرمت مطلقاً نہیں معلوم ہوتی لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی تنابیح تھی کہ میری امت (خواہ مرد ہو یا عورت) کہ لفظ علم (چم)
سونے کو استعمال نہ کرتی۔

حضرت ابو ذرؓ کے اندر جو جنب کی کیفیت موجود تھی اس سے اعانہ

کیا جا سکتا ہے کہ اس مشابہت نے ان میں کس اثر کو پیدا کر دیا ہو گا۔ اگر میں یہ کہوں کہ انہوں نے است پر سرنے کو حرام کر دیا ہو گا تو کیا بعید ہے غصہ شادی کے جب وہی راوی بھی ہیں خلاف میں اس کے ان کا کوئی فتویٰ بھی نہیں پایا جاتا۔ تو یہ بات امکان سے بہت قریب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بعض ارباب فتاویٰ کی رائے بھی ہے۔ بہر حال اگر وہ طوائف زیوروں کو حرام نہیں تو کم از کم ناپسند ضرور خیال فرماتے ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس پر زکوٰۃ ضرور فرض سمجھتے ہوں گے جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

مندرجہ بالا دعوے کے وجود کی صحیح تصویر یہی ہے، طبعاً میرے نزدیک آپ کی رائے و منہاس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ کثرت سے ان دونوں میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن سے ہمارا دعویٰ مدلل ہو جاتا ہے خود آپ کے ذاتی عمل اور قول سے اس کا پتہ چلتا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے ہر نے ہوئے دوسروں کی باتیں ظاہر ہے کہ کیا وقعت رکھتی ہیں مثلاً معلوم ہوتا ہے۔

(۱) آپ اپنی خواہ سے سال بھر کی ضرورت کی چیز خرید لینے کے بعد باقی روپیوں کے پیسے بننا پیتے تھے۔

(۲) جب شام سے آپ کے اہل و عیال واپس آتے (مجموعہ کی تفصیل آگے آتی ہے) تو ان کے پاس ایک کیس برآمد ہوا۔ لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی۔ اس پر آپ کی بیوی نے فرمایا کہ قسم خدا کی اس میں ناشربی اور دھوکہ نہیں ہیں بلکہ پیسے ہیں جسے ابو ذر ضروریات کے لئے بنایا کرتے تھے۔ ذیہن

عید میں قریب قریب اسی قسم کی ایک عداوت اور ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی صاحبہ کو دیکھا ان پر ایک اونٹ برقعہ پڑا ہوا تھا۔ چہرہ کا رنگ جھلسا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں ایک ٹفتہ خشک کدو کے تونہ کرہ تھے۔ (۱) بھی تھا صاحبزادی صاحبہ حضرت ابوذر کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں اور فرمایاں: ابا جان! کاشٹکاروں اور نساؤں کا خیال ہے کہ آپ کے پیسے جو اس میں (ٹفتہ) ہیں یہ بھی ضرورت سے زیادہ ہیں۔

حضرت ابوذر نے اس کے جواب میں فرمایا: بیٹی! اس کو اپنے پاس رکھو! الحمد للہ کہ تمہارے باپ نے بھی کسی رات کو اس حال میں ان آپ کی بات کہ وہ زرد و سفید (زرد و سیم) کا مالک ہو مگر تھوڑے سے پیسے یعنی یہ اتفاقی ضرورتوں کے لئے اپنے پاس ان کو ضرور رکھا ہوں۔ (۲) آپ کے پاس گدھیاں بھی تھیں گدھے بھی تھے جو بار بار دیکھ دیکھ میں کام آتے تھے جگہ

(۳) آپ کے پاس اونٹ بھی تھے بن پر علاوہ سوار ہی کے پانی لا کر تے تھے جگہ

(۴) آپ کی ملک میں زمین بھی تھی خوار بصورت کھیتی یا باغ۔

(۵) خود آپ سے روایت ہے۔

| | |
|--------------------|--------------------------------------|
| قال قال رسول الله | بعض شخص ہانت ہانت بکری کا مالک ہے |
| صلى الله عليه وسلم | اس کی ذمہ داری نہیں کرتا ہے نہ اس کے |

لے جاتا ۱۱ سے لپٹاتا ۱۲ سے منہ امر میں ہے ان سبقت لے لینے کے سنی گواہ

ما من صاحب ابل ولا بقرة
ولا غنم لا يودي زكوة لها
الا جاءت يوم القيمة عظم
ما كانت واسمته فتنطه
بقرونها وتطو باخفافها
كلما نفدت اخرها عادت
اولها حتى يقضى بين الناس.

(مسند احمد)

وہ اس کے یہ جانور لائے جائیں گے
دنیا میں خدا بڑے ہیں گے قیامت کے
دن اس سے زیادہ بڑے کر کے کھنہ جائیں گے
اسی دن دنیا میں خدا مرنے والے ہوں گے۔
اس سے زیادہ مرنے والے کہے قیامت کے دن
لائے جائیں گے اور پھر اپنے ایک کو بیگ
داریگی دو۔ پاؤں سے بندیں گے جبکہ سب د
نیک کا سادہ خم نہ ہو گا۔ اسی طرح کہنے پر کہ
جب ایک غلام ختم ہو گا تو کسی دوسری زندگی۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مریشیوں کی عیب زکوٰۃ
اور کر دی جائے تو پھر ان کے رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ اور یہ بالکل ممکن
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اجازت دیں اسی اجازت کے
نور حضرت ابو ذرؓ کر دی ہوں اور پھر اس کی مخالفت کریں۔

الغرض حضرت ابو ذرؓ کو اجازت تھی کہ زکوٰۃ کھانے کے بعد
آوی جس قدر اونٹ کھائے وغیرہ رکھ سکتا ہو رکھے۔ اس کے لئے کوئی
وعید نہیں۔ مسند احمد میں حضرت ابو ذرؓ سے ایک اور روایت ہے
جس سے میری اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صرف سونا اور چاندی
کو سونا اور چاندی کی شکل میں جو چیز بھی ہو اس کو بلا وجہ کھانے یا جمع کرنے
کے مخالفت تھے حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک دن فرمایا۔

يا ابا ذر اسعقل ما قول لك | اے ابو ذر! تجھ کو اس کو جو بھی کہتا ہوں

عُضَاقُ يَأْتِي رَجُلًا مِّنَ الْمَسْلُوبِينَ | فَنُفَاكُ بَكْرِيٍّ جَوَاسِمًا مِّنَ كَوَاسِمٍ هِيَ
خَيْرُ لَّهِ مِنْ أَحَدٍ ذَهَابًا يَتَرَكُهُ | اس سے پہنچے کہ احد کے بار بار اس کے پاس
وراء (مسند احمد ص ۱۰۱) - سزا دینے والے بعد اس کو چھوڑ جائے۔

انصاف کا حدیث مجتہدین نے نقل کر دی ہے۔ انصاف اللہ تعالیٰ
اس کا مفہوم وہی ہے جو میں نے ترجمہ میں درج کیا ہے جس کا مطلب
ہی ہر سکتا ہے کہ بجائے "سنے" کے آدمی کے لئے بکری کا ایک بچہ زیادہ
مفید ہے، یعنی وہ ایک بڑے اور بڑھنے والی چیز ہے، خیر معلوم میں
آدمی کا ایک بڑا ذریعہ اونٹ اور بکریاں ہی تھیں، اس لئے آپ نے بکری
کا ذکر کیا۔ ورنہ یہ ظاہر مطلب اس کا یہی ہے کہ نہ کو آدمی پیدا کرنے والی نفع بخش
چیزوں میں گناہ زیادہ مفید ہے، بہ نسبت اس بات کے کہ زر کو زر ہی کی
فصل میں مفید کر کے نہیں دفن کر دیا جائے، چونکہ مسلمانوں کے معاش کا
ذریعہ یا تو اس قسم کی جائز آمدنیاں ہیں یا وہ اسوال ہیں جو بذریعہ جہاد حاصل
ہوئے ہوں شاید اسی کی طرف اسی حدیث کے ان آخری الفاظ میں اشارہ
کیا گیا ہے۔ یعنی آنحضرت نے ابوذر کو پھر مخاطب کر کے فرمایا۔

اعْتَلِ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا أَقُولُ | سمعہ اس کو اسے ابوذر جو میں کہتا ہوں کہ
الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْبُرُكَةُ | گھڑوں کی پٹائی میں قیامت تک کے لئے
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ الْخَيْلَ | برکت رکھتی گئی ہے گھڑوں کی پٹائی میں
فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ۔ | ہے۔

ادب حدیث جانتے ہیں کہ اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا
ہو سکتا ہے کہ خیر اور آدمی کا بڑا ذریعہ گھڑا ہے، یعنی مسلمان اس وقت تک
نافع البال ہی جب تک وہ جہاد کرتے رہیں گے۔ جس کی تفسیر گھڑے

کی گئی کہ عرب سلاہوں کی سب سے اہم شے 'ہنسا کے لئے گھر' تھے ہی تھے۔ اور اب تک ہیں۔

اس سے بھی پہلی معلوم ہو سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسلمانوں کے سیاسی ضرورتوں پر گفتگو فرما رہے ہیں امد پہاڑ کے برابر مخزونہ و مدفونہ دولت کے مقابلہ میں ادنیٰ نفع کنٹن آمدنی پیدا کر نیوالی پیر (خاق) کو آپ نے ترجیح دی۔ پس حافظ ابن عبد البر کا یہ کہنا کہ آپ ہر ایک قسم کے مال کے لئے کنز کو عام رکھتے تھے، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ ان امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر ہم اس نتیجہ پہنچے ہیں تو کیا کسی غلط نتیجہ تک پہنچے ہیں؟ تم خود غور کرو کہ یہ باتیں جو ہم نے اور نقل کی ہیں اگر صحیح ہیں اور انشاء اللہ ہیں تو پھر ہمارے دعویٰ کی صداقت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟

اور جب ایسا ہے تو پھر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ میں غلط فہم نہیں ہوں۔ آپ کی طرف یہ فتویٰ منسب کیلئے کہ ابو ذر کا خیال تھا کہ۔
صاحب المال کا فر ۱ مال دالے کا رہا۔

یہ ان کے عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ میں تحریر ہوں کہ جب سیر کی جید و روشن کتابیں اس فتویٰ سے معز ہیں، حدیثوں میں اس کا پتہ نہیں بلکہ ان کتابوں میں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اس کے خلاف ہے تو پھر یہ کیا ظلم ہے کہ بغیر تحقیق کے ایسے نفوس بھی جن کو اپنی تاریکی و سست نظریوں پر ناز ہے اس بے سرو پا فتوے کو نقل کرتے ہیں اور پھر اس کی تکیڈ بھی نہیں کرتے
عفی اللہ عنہم۔

ہاں! اس قدر میں بھی مانتا ہوں کہ خاص ذہب (سونا) فضیلت رکھتا ہے

مسلک آپ کا یہ خیال ضرورہ تھا کہ یہ جمع کرنے کی چیزیں نہیں ہیں۔
 مسلک ذری پر ایک اجمالی تبصرہ | میں حضرت ابوذر کے مسلک کی
 ضرورہ کہہ سکتا ہوں اگر آپ ایسا فرماتے تھے تو شریعت اسلامیہ میں اس
 خیال کے پیدا ہونے کی مناسبتی سمجھ موجود ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام نے سونے اور چاندی کے زیوروں کو
 مردوں پر حرام کر دیا ہے اور عدا کی و نصرت کی ظروف کے استعمال کو بھی اسلام
 نے مرد و عورت دونوں کے لئے قطعاً ممانعت کر دی۔ آخر یہ کیوں؟
 وجہ ظاہر ہے کہ سونا چاندی خود کوئی مفید چیز نہیں۔ بلکہ آخر وہی دنیا کی
 دونوں تہذیبوں کے یہ آئے ہیں اگر کسی کے پاس دس ہزار اشرفیاں ہیں اور
 ان کو اس نے زمین میں دفن کر دیا تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے خود اپنے
 نفس پر اپنے بال بچوں پر اور قوم پر ظلم کیا کہ جتنے دنوں تک وہ آفریں
 زمیں میں سوتی رہیں گی کاش ان سے تمکارت کی چیزیں خرید بھی جاتیں؟
 اسی عرصہ میں وہ دس ہزار سے بیس ہزار بن جاتیں۔ یا اگر انھیں خدا کی
 راہ میں صرف کر دیتا تو ہر اشرفی کے مقابلہ میں اسے دس اشرفیوں کا قلعی
 فائدہ ہو جاتا جو کسی طرح زوال پذیر نہیں۔

سونے کو برتن یا زیور کی صورتوں میں مفید کر دینے کے یہ سننے
 ہیں کہ برکتوں اور آدنیوں کے وسیع دروازہ قفل لگا دیا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت ابوذرؓ جس حدیث میں اسد لال فرمایا کرتے تھے
 مایوں اور توجہوں سے قطع نظر کر لینے کے بعد ظاہر نفس کا بھی کیا ہی مقصد
 نہ تھا۔ ۱۔

اسی کچھ لفظ خود قرآن کریم نے جس چیز کو جمع کرنے پر بنی آدم کو داغ دینے کی دھمکی دی ہے وہ مگھرٹے، گتے، اونٹ زمیں و اموال کا۔ ت کچھ نہیں ہیں، بلکہ خصوصیت کے ساتھ ارشاد ہے۔

”جو لوگ کہنا چاہتے کہ بیت نے ہوا اور
اشد کی راہ میں سے غریب نہیں کرتے، ہمیں سزا
دے گا کہ وہ سزا جو ہمیں چھریں پہننے کی ہے
نہی جائے گی جو ان کی پٹیاں ”پسور
ہیں ان سے ”یہی ”میں کی بددعا ہے
یہی ہے جسے تم پہنے ہو کر رکھتے
ہو۔“ اس میں پتہ چلا کہ رکھتے اس کا
غرض ہے۔“

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ
وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ يَوْمَ يُخْرِجُهَا فِي نَارٍ
جَهَنَّمَ فَتُكْرَى بِهَا جَبَاهُهم
وَجُنُوبُهم وَاظْهُورُهم هَذَا
مَا كُنْتُمْ تَكْنُزُونَ لَا يَنْفِقُونَ
فَذَرُوا

میں ان تاویل سے بے خبر نہیں ہوں نہیں مغیرین اپنی کتابوں میں نقل کرتے
ہیں مجھے علم ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کو فرضیت زکوٰۃ سے پہلے
لی قرار دے کر اس کی فرضیت کا دعویٰ کیا ہے اور بعض لوگ اگر یہ آیت کو
حکم قرار دیتے ہیں۔ لیکن لا ینفقونہا سے زکوٰۃ مراد لیتے ہیں یعنی جو لوگ
ذہب و فضہ کو بغیر زکوٰۃ ادا کئے ہوئے جمع کرتے ہیں۔ یہ دھمکی ان کے
حق میں ہے وغیرہ وغیرہ

لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اس آیت کو ظاہری سننے پر محمول کر رہے ہیں اور جو لوگ اس کی تفسیر یا تفسیر
خبراماد سے کہتے ہیں ان کو اس سے روک کر یہ دعویٰ کرنا چاہا کہ ذہب و فضہ
کا کل ”میں“ میں یا تو اس کو استعمال میں لاؤ ورنہ اشد کی راہ میں غریب کر دے

ان کے سوا یہ تیسری صورت کہ گھوس یہ بھی ڈال دیا جائے، یعنی "کنزہ بنا کر
 سونے پاندی کر رکھنا اس کی اجازت نہیں دی جائے گی تو بتایا جائے کہ میں
 کیلئے زدنیت ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ محض بے سرو پا تھا
 خصوصاً جب اس تفسیر کے بعد نہ نسخ ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تخصیص
 النص بالظہر لوامد کی غرابی میں مبتلا ہونا پڑا ہے۔ نہ صرف دینی حیثیت کے
 بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اسلام کے گزشتہ بالاء اصول کلمہ کو سامنے رکھ لیجئے
 بعد معاشی حیثیت سے بھی اس پر کتنے چینی کی جرأت بہ شکل ہی ہو سکتی ہے
 علی الخصوص جب جبرانی کی اس روایت کو بھی ہم ملاحظہ کرتے ہیں تو حضرت
 ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معذوری اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

نقص یہ ہے کہ سرود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مہد مبارک میں
 ایک چھوٹا سا اسلامی درسہ صفحہ کے نام سے جو قائم تھا غریب و متعلیٰ لوگ
 جو مسلمان ہوتے تھے وہ اسی میں داخل ہو جاتے تھے۔ عام مسلمان ان کی
 مدد کرتے اور کھانے پینے کا سامان حب و دست کر دیا کرتے تھے آغاخان
 اس میں ایک طالب العلم کا انتقال ہو گیا۔ فصل دینے کے لئے جب ان کا
 کبورا آرا گیا تو ان کی تنگی سے ایک اشرفی برآمد ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا ایک دانہ دے اور آگے اس کے بعد
 اور طالب علم کا انتقال ہوا۔ ان کی بھی حب و غاشی لی گئی تو اشرفیاں برآمد
 ہوئیں۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا یہ دانہ کے دو آئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ
 محدثین و شراح حدیث اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صفحہ کے بھابھ عمر
 لوگوں پر اپنی مسکنت اور غربت ظاہر کرتے تھے لیکن جب مرنے کے بعد
 ان کے پاس سے نقد برآمد ہوا تو اس سے ان لوگوں کی ریاکاری ثابت ہوئی

کہ باوجود ثروت کے یہ اصحاب صفہ میں شریک ہو گئے تھے جو محض سکیڑوں کی جانت تھی خطرہ تھا کہ بب زرگوں کو یہ علم ہو جائے گا کہ صفہ والوں کے پاس روپے رہتے ہیں تو متفق طلبہ بھی امداد سے محروم ہو جائیں گے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

بس اس نادیل کو اتنا ہوں لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ بب حضرت ابوذر کے سامنے اس قسم کے واقعات سزاوارتہ پیش ہوئے اگر اس کے بعد انہی نے ذہب و فضہ کے تسلسل گزشتہ رائے قائم کی تو یہ کوئی مستعد اور دور اندیش تیار نہیں ہے گرامرہ ارباب فساد فی واصحاب علم کی یہ رائے ہو۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت عتبات ثمالی کا زمانہ تھا۔ شام کے ابوذرؓ کا مباحثہ مسئلہ کسریہ تاہم و عامل حضرت معاویہ رضی اللہ

تھے۔ اتفاق سے ان کے عہد میں اس مسئلہ کا بہت چرچا ہوا عام طور پر ارباب دول حضرت ابوذرؓ سے برہم ہو رہے تھے خراج میں آپ کے ہڈیٹ بھی تھی ممکن ہے کہ کسی پر کچھ سختی بھی کی ہو اگرچہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے دمشق میں اس مسئلہ کی بدولت ایک بل پل پل بھی ہوئی تھی جن لوگوں نے اپنی بیویوں اور نوذریوں کو سونے اور چاندی سے لاد دیا تھا یقیناً ان کو حضرت ابوذرؓ کا یہ فتویٰ گراں گزرا ہو گا کہ حضرت ابوذرؓ ان سے کسری کی مددیں داخل کر کے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوں گے ورنہ کم از کم زکوٰۃ کی تاکید تو ضرور کی جاتی ہو گی پھر جو لوگ کو زیوریں پر زکوٰۃ فرض نہیں سمجھتے تھے (جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے) مثلاً ابن عمرو وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو یہ مسئلہ برا معلوم ہوتا ہو گا۔ وہ دوسروں ہی کو کیا خود امیر معاویہؓ کو وہ کب بخشنے تھے کھا ہے کہ جب

دشمن میں امیر معاویہ نے اپنی مشہور سبز کٹھی یعنی "الخضرۃ" کی تعمیر شروع کی۔ تو حضرت ابوذر حاضر ہوئے اور امیر معاویہ کو مخاطب کر کے فرماتے گئے تم جو یہ محل تیار کر رہے ہو، اگر خدا کے مال سے تیار کر رہے ہو تو ظاہر ہے کہ یہ خیانت ہے اور اگر اپنے ذاتی مال سے بنا رہے ہو، تو پھر یہ اسراف اور فضول خرچی ہے کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے پاس غار ثقی کے سوا اس کوئی جواب نہ تھا۔ یہ بھی کہلے کہ بعض سرقوں پر امیر معاویہ کی زبان سے بیت المال کے خزانے کے متعلق یہ تعبیر نکل گئی کہ یہ تو خدا کا مال ہے حضرت ابوذر کو خبر ہوئی، تشریف لائے۔ امیر معاویہ سے پوچھا کہ کیوں جی نہ لگا کے مال کو خدا کا مال کیوں کہتے ہو؟ امیر معاویہ نے فرمایا: اللہ خدا تم پر رحم کرے، بھائی! کیا ہم لوگ اللہ کے عباد اور اس کے بندے نہیں ہیں اور مال میں کے پاس بھی جو کچھ ہے وہ اللہ کا مال نہیں ہے تو کس کا ہے مگر حضرت ابوذر نے یہ سننے کے بعد بھی اصرار کے ساتھ فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ مسلمانوں کا مال اپنی اس کو کہہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے فرمایا کہ اچھا آج میں اس کو مال المسلمین ہی کہا کروں گا۔

افترض اس قسم کی باتیں خصوصاً کنزوائے مند نے رفتہ رفتہ اتنی آہستہ آہستہ کی کہ حکومت دشمن اس سے متاثر ہوئی یعنی حضرت معاویہ کو مجبوراً اس میں دخل دینے کی ضرورت ہوئی۔ وہ بھی آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہی تھے خود صاحب الاراء والاتباء تھے انھوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ حضرت ابوذر نے قرآن کی متعدد آیات پڑھ دی، شافعی کا مسئلہ میں طرح شروع ہوا اس

ناقل خود حضرت ابو ذر ہیں۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت ابو ذرؓ کا مناظرہ
 یہ آیت پروردگاری کے رہبان و اعجاز
 حضرت ابو ذرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے مسلمانوں کو اس سے
 کیا ملتا :-

حضرت ابو ذرؓ ہرگز نہیں مسلمانوں کی شان میں ہے جنت میں
 یہ مناظرہ صرف اسی قدر مشہور ہے۔ لیکن تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت
 معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (و اللہ اعلم) یہ سمجھ رہے تھے کہ اس آیت سے
 چمے جو آیت ہے یعنی۔

ان کثیرا من الاحبار والربا
 لبا کلون اموال الناس
 بالباطل ویصدون عن سبیل
 اللہ -

ہے تہ اہل کثرت کے عبادہ و عبادہ کے
 اہل کثرت کے عبادہ و عبادہ کے
 ہاں سے وہ لوگ جو کثیر ہیں و عبادہ و عبادہ کے
 ہاں سے وہ لوگ جو کثیر ہیں و عبادہ و عبادہ کے

یہ نصیحا اہل عبادہ و عبادہ کے حق میں چوں کہ آیت والہما
 یکفرون الا انک اسی رہبان و اعجاز والی آیت کے بعد ہے یہ مزگی
 قرینہ ہے کہ اس آیت سے بھی مسلمانوں کو کوئی حلافت نہیں بلکہ جو لوگ باطل
 و یصدون کے فاعل ہیں وہی یکفرون کے بھی ہیں

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال مبارک یہ تھا کہ
 یہ آیت پہلی آیت سے بالکل الگ ہے و اللہ الذین کو کفر کرنے کی کیا
 ضرورت تھی جس طرح یصدون کو بغیر (الذین) کے صلف کیا گیا ہے
 اسی طرح یہاں بھی کیا جاتا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ آیت سے اس شخص کے علم ہے

جو سیم دوز کو جمع کرتا ہے۔ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم میں نہیں کہہ سکتا کہ واقعہ کیا ہے جس آیت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کا اختلاف ہوئے وہی ہوگی اگر ہم جیسے کندہ نا تراش ان میں فیصلہ کرنے کی ضرورت کریں۔ یہ ایک ذوقی چیز ہے تجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ پد کس کا جھکا ہوا ہے۔

الغرض مناظرہ ہوتا رہا اور شاید ہفتوں ہوتا رہا۔ لیکن دونوں ایک ہی اکھاڑے کے پہلو ان تھے ایک نے دوسرے کی بالکل نہیں سنی اپنی اپنی راہوں پر ہر شخص قائم رہا اور اس کا دوزن مجتہدوں کو اختیار تھا۔
 کمال ابن اثیر میں قرآنی آیت کے ذکر کے بعد ایک دل پہنچانے والی لطیفہ بھی نقل کیا ہے 'ما مل اس کا یہ ہے کہ جب باتوں سے کام نہ چلا تو امیر صادق نے کبھی کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر ان کے حضرت ابوذر کے پاس بھیجا اشرفیوں کے کہ حضرت ابوذر نے صبح ہونے سے پہلے درباب استغاث میں ان کو تقسیم کر دیا 'امیر صادق نے صبح کی نماز کے بعد اسی شخص کو بلایا جو اشرفیاں لے کر حضرت ابوذر کے پاس گیا تھا اس سے کہا کہ تم ابوذر کے پاس جاؤ اور اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے کہنا کہ مجھے صیبت نجات دلائے بڑی منت غلطی مجھ سے ہو گئی۔ امیر صادق نے دوسرے آدمی کے پاس یہ اشرفیاں بھی قبضہ غلطی سے میں نے آپ کو پہنچا دیں۔ آدمی نے یہی کیا۔ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ بیٹے! صادق سے کہنا کہ تمھاری اشرفیاں تو صبح ہونے سے پہلے خرچ ہو گئیں۔ البتہ میں ان کی ہمت دیں تو میں بندوبست کر سکتا ہوں آدمی نے ہنسی بھرا کٹنا دیا۔ امیر صادق نے فرمایا کہ بیشک ابوذر کے پاس دہی کرنے ہیں دس روپے اگر یا اس طریقہ سے امیر صادق نے امتحان لینا چاہا

یہ افکار نصیحت صرف دوسروں تک ہے یا خود بھی اس پر عمل میں ظاہر ہے
 سخاوت میں ابوذر اگر کامیاب نہ ہوتے تو اور کون ہوتا

حضرت ابوذر کو سمجھانے کے لئے تمک کہ معاویہ نے پند میل اتھا
 چند صحابہ بھیجے جاتے ہیں ان کے حضرات تھے۔ حضرت
 ابوذر اور حضرت عمر بن العاص حضرت عبادہ بن صامت حضرت ام حرم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب کو بلا کر آپ نے فرمایا۔

”کہ میں عرض ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے
 اب تک بھی ہے۔ میں میں عرض ان کہ یہ شرف حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ اور ان کے دیکھنے والے ہیں یہی شرف و عزت
 آپ کو ان کو بھی حاصل ہے۔ پس کیا آپ لوگ جا کر انہیں سمجھا سکتے ہیں؟
 ہاں ہی تو انہیں سننے آسکوں نے آپ کی درخواست قبول کی اور ایک
 شخصہ اندلی صورت میں یہ لوگ حضرت ابوذر کے گھر پہنچے جسموں نے
 اپنے علم و عقل کے اعتبار سے آپ کی ہنرمائی کی کمال برائیں ان
 لوگوں کو نقل کرتے تو دل چسپ چیز ہوتی۔ مگر اس وقت تک کسی کتاب
 کے اس کی تفصیل نہ ملی۔

حضرت ابوذر نے جب سب کی گفتگو سن لی تو سب سے پہلے حضرت
 عبادہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا گئے۔

”اے ابو عبیدہ (حضرت عبادہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ

نے سنتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سند میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ
 سے جنت ہونے اور خلافت کے ایک منصب دینے کیلئے یہ بھی تھے۔ ”سہ صحابہ“ نہرہ عبد
 اللہ بن مسعود

ہم سے ہر بات میں مقدم ہیں آپ عمر میں بھی بڑے ہیں آپ کے
ہم پر بزرگی بھی حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
محبت بھی آپ نے مجھ سے زیادہ اٹھائی ہے۔

پھر یہی پر فرماؤ: نبیب ہے اور مجھے اس وعدے زیادہ
نفرت ہوئی کہ آپ بھی اس میں شریک ہوتے (یعنی باوجود
اس فضل و کمال کے آپ بھی سمجھائے آئے ہیں)

حضرت عبادہ سے آخر میں اس قدر فرما کر پیپ ہو گئے اس کے بعد
علی الترتیب اور سوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

رہے تم جی اور وہاں تڑوہ وقت قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے تمہیں بیان لائے کا موقع نہ ملے مگر
غیر تمہیں بیان لائے اور اس کے بعد چچے اور صلواتی سلمیں میں
سے ہوئے (یعنی تمہاری محبت پر منحصر ہے تم ہمارے باتوں پر کیا
تکلیف دینی کر سکتے ہو مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت

معدنہ کو مستثنیٰ کرنا سب میں یہ کہہ آئے اس کے بعد تمام حواریوں میں شریک رہے حضرت عمر
نے آپ کو غلام میں مسلم اور خاصاً بنا کر جیسا حضرت سادہؓ سے آپ کا بھی اعتنا ہو گیا تھا۔
بلکہ حضرت عمرؓ نے پھر آپ کو وہیں بھی ادھ کہا کہ سادہؓ تم پر برا برس نہیں ہیں شکستہ میں آپ کا
انتقال ہوا۔ ۱۱۔ استیجاب

پھر آپ کا ام حبیبہؓ کا اپنے گھر میں سب سے اخیر میں سماں ہونے آپ کا نام حکیم احمد رضا
جیل اللہ لوگوں میں تھے جس وقت آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت ابوذرؓ مدینہ چھوڑ کر بندہ چچ
چھ گئے (فرمایا: اللہ و اللہ و اللہ و اللہ) اگر وہ بد بھائی ہوئی بھی اور اچھا تو میں اس کی مذمت
نہ کرتا۔ ۱۲۔ استیجاب

ہم سمجھتے ہیں یقیناً، ان تک تقاریر سنا لیں (ہر سکتی)
 اور مرد و بیچہ اصحاب اس سے تم تو خود بناؤ کہ جہاد کے علاوہ
 تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کیا کیا ہے
 (یعنی فضیلت صحبت ضرور حاصل ہے نصر شاہ جہاد کی صحبت لیکن
 سائل شریعہ کے سمجھنے کے لئے صرف اتنی صحبت کافی نہیں
 ہو سکتی ہے میں تو ساہا سال حضور کی خدمت میں ضرور حاضر ہوا
 ہوں اور تم صرف جہاد میں پس تم کو بھی کچھ پر اعتراض کافی نہیں)
 اور ان بیچارے ام حرام کو کیا کہوں ایک حوت ہیں۔ پھر ان کی
 عقل بھی ایک حوت ہی کی عقل ہو گی
 اور اخیر میں آپ نے ایک جملہ فرمایا جس کا مطلب ہمارے نزدیک

یہی ہے :

ما کو پس جو تم لوگوں کا مدد ہے ان کا (یعنی حضرت سادہ) بھی

اسی کے قریب ہے :

اس مفصل اور جلائی تقریر کو سن کر حضرت جہاد و دم بخود ہو گئے اور

نے آپ شہید بن احلام کا نام لیا۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمودات حاصل
 ہو چکا اور اس کے بعد فرمایا میں نے یہاں تک کہ کے ذریعہ آپ ہی ہیں۔ صحبت سادہ اور حضرت
 علی کہ ہندوہ کے درمیان جو معاملہ ہوا اس میں آپ شریک تھے اور یہ شبہ ہے شہید بن احلام
 انھیں گفت آپ کا یہ تھا کہ کچھ پرچہ زانی لے کر میں نکلا اور احلام کا وہ اخیر میں ہوا
 صحبت میں جو وہ نہیں معلوم کر۔ باتیں کچھ فائدہ پہنچائی ہیں یا نہ ان کا استیجاب
 ہے حضرت ابن کعبہ بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اچھے تھے۔ حضرت سادہ کی پرچہ

پہلے یہ وہ ہے کہ اگر شہید ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائے گا بنا کر بھی جو یہ کہانی میں

کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے

لاحرم ماجلست مثل هذا | بیٹیا میں ایسی بھریں کچھ نہیں بنادیں
الجلس ابداً | کچھ کچھ کھری سالی ہانی ہا

انفرض یہ لوگ جس طرح آتے تھے اسی طرح واپس تشریف لے گئے۔
حضرت سعادہ کو ہا کر کہہ دیا ہر گاہ کہ ان سے ہم لوگ باتیں نہیں کر سکتے۔

آپ کی تبحر علمی پر ایک نظر | یہ ایک بڑی سخت نا اونی ہے کہ صحابہ آپ
نسبت سے خیال کر کے شکوک و وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ
صحابہ آپ میں ایک دوسرے کے ساتھ معاصر تھے۔ برابری کے مدعی تھے
آپ میں ایک دوسرے کو بڑے کچھ کہتے تھے ان کو اس کا حق حاصل تھا۔
لیکن ان کی باہمی سلاموں سے یہ نتیجہ پیدا کرنا کہ ہم بھی پھر صحابہ کی شان
میں وہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ نہ صرف خود راغی بلکہ محمد رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کی اہانت اور آپ کی مجلس کی توہین کرنی ہے۔ ہمارے لئے ہر
ایک صحابی بزرگ اور ہر ایک ان میں تمام امت کا سردار و پیشوا ہے
بایضہ اقتدا یتیم اھدا یتیم کے الفاظ ایمان و اسلام کے
مکھنوں کی نقوش ہیں۔ اور ہر مسلمان کو اپنے مومن دل پر اس کو کندہ کر لینا
چاہئے۔

ہاں یہ ملک بات ہے کہ کسی صحابی نے اگر دوسرے کو کچھ کہا تو
اس کی تحقیر میں کوئی مضائقہ نہیں کہ انھوں نے کہاں تک درست فرمایا
اگر پتہ چل جائے تو فیہا در نہ اپنے علم کو تبہم کرنا چاہئے بھٹنا چاہئے کہ نہ

ترج فرمایا ہر گالیکن ہم اسے سمجھ نہیں سکے یا واقعات کے : معلوم ہونے
 کے ہم کچھ صحیح قیو پر پستی : کے ۔ الخیر ذلک
 ہر حال چوں کہ حضرت ابو ذر سے اس مکالمہ میں تفصیل علی کا ادعا
 پایا جاتا ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ مختصر مدخلوں میں اس پر بھی کچھ روشنی
 ڈال دی جائے ۔

میدد کرار اتفی الصحابة و باب السلم کی اس شہادت کو پڑھو اور خود
 غور کرو اگر انہوں نے ایسا فرمایا تو کیا غلط فرمایا ۔ فرماتے ہیں ۔
 ” ابو ذر شمت عربیں اللہ لاپچی تھے ۔ لاپچی دین کی بیروی کرنے میں
 اور اس کی باتوں پر عمل کرنے میں اور عربیں علم کے حامل کرنے میں
 تھے بہت زیادہ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھا کرتے تھے
 پر بھی انیس جواب دیا گیا ہے اور کبھی نہیں یکن اس پر بھی ؟
 قد خطب الہ فی دعائہ حتی امتلأ من لعلہ کا بڑا بڑا بیانیہ اور ہر ایک
 کیا طرے وہ دوازدہ کی یہ گواہی ابو ذر شمتی دعویٰ کی یہ دلیل نہیں ۔ خود
 حضرت ابو ذر کبھی جوش میں آکر فرمادیا کرتے تھے کہ
 ” جرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت بھڑے ہیں کہ فضا
 آسمانی میں بازو ہلا کر اڑنے والا کوئی ایسا پرنہ نہیں ہو گیا تھا کہ ہیں
 اس کے شوق کوئی غاسبات : معلوم ہوتی ہے ؟
 اگر حضرت ابو ذر کی صداقت میں کسی کو شبہ نہیں تو وہ مجھ سے کہتا ہے کہ
 آپ کی علمی دستوں کا کیا حال ہو گا ۔

لے جنات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۰

عہ منہ احمد و جامع سانید و بیانات و جرو

”کون ہے جو ان کی چٹان پر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق
 جب کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرد کی زبان و لہجہ کی صداقت
 کی خود تصدیق فرمائی صحیح حدیث ہے۔

ما اطلعت الخضر اولاً افلت
 انضرا علی ذی لہجۃ
 اصلق من ابی ذر
 اس میں دو لہجے ہیں انسانی لہجہ اور اللہ کی لہجہ

کسی تصدیق و تکرار کے لئے اس سے زیادہ وزن و اثر زیادہ دو شخص نمایاں
 انضاد بھی مل سکتے ہیں اور کیا اس حدیث کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر ہر فرد
 کے دعویٰ کو نبوی دعویٰ یعنی مرفوع حدیث کا حکم دے دیا جائے تو اصل کوئی
 مانع ہو سکتا ہے؟

فرض مجھے کہنا یہ ہے کہ ہر فرد کے علوم و معارف کی فروغ و انبساط
 کا سبب یہ ماں خاترا اگر انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت
 کو گزشتہ باب میں کہہ کر واپس کر دیا تو یہ کوئی اعتراض و طعن کا مقام نہیں ہو سکتا
 لمن کان له قلب

حضرت معاویہؓ کا تشدد
 انہیں کی کرشمہ کی لیکن سبب کسی میں کامیابی
 نہ ہوئی۔ اور ادھر لوگوں کی شکایتوں سے آپ مجبور مجبور ہوتے تھے تقریباً
 درباب ثروت اصحاب دولت حضرت ہر فرد کے خلاف میں و بنیادیں
 کہتے اور درخواست دیتے کہ غلامان ان کی طرف ہو کر ہمارے ہجو و زمین
 کرتے رہتے ہیں بدھ سے مالداروں کا گھر ہونا کئی دریاغ کی آیت و حدیث

ان کے سامنے غرہ پڑھ دیتے جس سے خواہ مخواہ ان کی طبیعت متعجب نہ ہوتی ہوگی۔

انجام کا۔ حضرت سادہ نے میسر ہو کر مصالح علی کو دیکھتے ہوئے سنا دی کرادی۔ کہ ابوذر کی مجلس میں کوئی شریک نہ ہو، ان کے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔

جس وقت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ملی کہ مجھ سے مقابلہ کا حکم دیا گیا ہے تو بجائے بکڑنے اور خفا ہونے کے اس حکم کے تدبیر آپ نے اسی وقت تسلیم کر دیا، اگر کوئی آپ کے پاس آکر بیٹھتا تو اسے منع فرماتے اور کہتے کہ ”سادہ یہ حکم ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔ دیکھو تم اٹھ جاؤ میں تمہارے لئے کوئی مصیبت تیار کرنی نہیں چاہتا۔“

ابن خلدون کا بیان ہے کہ فتنہ پردازوں کی ایک جماعت اس کے بعد آپ کے پاس آئی جس نے حضرت طاووسؓ کے خلاف اجازت چاہی لیکن چون کہ آپ کی وجہ سے ان کوئی فساد نہ اٹھا۔ اس لئے یہ قلعی ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔

بلکہ ابلاؤسی نے اسباب میں تو سراٹھ یہ بیان کیا ہے کہ ابن فتنہ پردازوں کو حضرت ابوذر نے یہ فرما کر نکال دیا کہ حکومت وقت کا اقتدار جس کے ہاتھ میں ہے یہی مسلمانوں کے سلطان کو جو ذیل کرے گا پھر اس کے لئے تو یہ نہیں ہے فتنہ پردازوں نے یہ سن کر اپنی راہ لی۔ ابلاؤسی سے پہلے وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے حضرت سادہؓ نے آپ سے جو کچھ لشکر کی یا

کرائی وہ محض ایک صحابی ہونے کی حیثیت سے تھی اس لئے اس کا ماننا آپ کے لئے ضروری نہ تھا۔

اور یہ حکم آپ کا بحیثیت نائب الخلیفۃ ابراہیم الملک ہونے کے تھا۔ جس کی مخالفت حضرت ابوذر سے ناممکن تھی حضرت سادہؓ تو ایک قرشی نژاد جلیل القدر صحابی تھے آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی جسے اکثر خود بھی فرمایا کرتے تھے۔

کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ اگر کوئی جیسی گزشتہ بریدہ غلام بھی تم پر میرا بنایا جائے تو اس کی اطاعت کرو اور اس کے حکموں کو ماننا۔

اور جب ایسے غلام کی اطاعت تک پیغمبر نے آپ کے لئے ضروری نہ فرمادیا تھا تو محال تھا کہ حضرت سادہؓ کے حکم سے وہ سزا دی جاتے۔ اور ان کے خلاف میں کوئی علم بنوات ایسا یا اللہ بلند فرماتے۔ لیکن اس کا ملاح نہ تھا کہ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے۔ آپ ان کو لاکھ منع فرماتے تھے لیکن جو کشتل آپ میں نمی وہ ان پر چاہلا کر کھینچ کر آپ کے قدموں پر ڈال دیتی تھی۔

اور جب وہ آجاتے تو پھر آپ امیر المعروف ونبی عن الملک کے مشفق کو زندہ کرتے کیونکہ حضرت سادہؓ نے صرف اس بات کی سزا دی مائے ملین کے لئے کی تھی کہ وہ ان کے پاس نہ جائیں۔ لیکن خود حضرت ابوذر کو پیچھا نائب الحکومت سے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے حدیثیں نہ بیان کریں یا مسائل و فتاویٰ کی اشاعت نہ کریں اس لئے جب لوگ آجاتے تو پہلے ان کو اٹھاتے لیکن جب نہیں لےتے تو پھر ان کے سامنے

کچھ نہ کچھ بیان کرنے تھے۔

آپ کی تبلیغی اولوالعزمیاں اس وقت تک کثرت سے ایسے واقعات
 پر ہی تبلیغیں مہرہ ہیں۔ تاہم اس لئے کہ جب خواہ مخواہ لوگ برہم ہوتے تھے
 تو آپ نے خاموشی کیوں نہیں اختیار کی؟ ہم چاہتے ہیں کہ اس پر ایک
 مستقل لیکن مختصر تبصرہ اور آپ کے خیالات کا ایک مکس پیش کریں جو
 میں ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

”اگر اہل ذہن اس لوگوں پر زور کی دعا بھی رکھ دی جاتے
 ”کبھی سچی بات کی تبلیغ اس سے روک لی ہو تو اسے نافذ کر کے
 رہے گا۔“

یہ بھی مراد آپ بیان کیا کرتے تھے۔

”کہ میرے دوست محمد علی احمد علیہ السلام نے وصیت کی ہے کہ
 میں سچ بات کہوں مگر چودہ بیسوں نہ نہ“

اسی طرح آپ کا قول یہ بھی تھا کہ

”کہ ان لوگوں (یعنی خدا اور اس کی احاطت ہم پر ضرور فرض ہے مگر
 ان تین باتوں میں زانیہ نہ ہوں جتنی ”نیکی کی تبصیر دینے سے روکنا
 کے روکنے سے اور پیچہ کہ محمد علی احمد علیہ السلام کی سنتوں کی اشاعت و
 ترویج میں نہ ہوں۔“

ظاہر ہے کہ تبلیغ اشاعت کا جذبہ جس کے سینہ میں اس حد و جہان اکیترہ
 ”لوگوں کے بھرم کا کچھ کر اگر بے زور نہ ہو تو آفر کیا ہو۔ حدیث کی کتابوں میں نہ کچھ

مراعت و تذکیرات کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہے۔ اس باب میں تمام صحابہ
ایک خشک ایک خاص ذوق کے آپ ایک تھیں گے موسم میں خصوصیت
نے ساتھ آپ کا یہ تبلیغی جذبہ خاص طور پر ابھر جاتا۔ جہاں کچھ لوگ نظر آتے
اور کھڑے ہو گئے فرماتے۔

”لوگو! اور دو ایک مہراں ہی خواہ بجائی کی طرف! میں ہوں
جذبہ غمناکی۔“

کبھی کبھی زنجیر تھامے ہوئے تقریر فرماتے۔
پیر ماں مکن متاکہ حضرت سعادہؓ خود آپ ہی کو درس دو غلط سے
روکتے۔ لیکن ان کا دل حضرت ابوذرؓ کی قدر کرتا تھا آپ ان کی عظمت اور
جیسی کچھ قدر ان کی کرتے تھے وہ اس حکم کے نفاذ میں دامن کش ہو جاتا۔
ارادہ بھی کرتے تھے لیکن مرث و ادب مانع آ جاتا۔

آخر جب خود ان سے کچھ نہ ہو سکا تو
دربار خلافت سے طلب کیا۔ پید مجبور ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی خدمت میں انہوں نے پٹھی کھلی۔ دشت کے لوگوں کی برہمی اور
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ و غیرہ کا قصہ انہیں کھلے بھینچا
اور انہیں میں بکھا۔

”کہ ابوذرؓ کی وجہ سے یہاں دہشت ناک براہم رہا ہے آپ انہیں
دینہ ضرور بلو ایس۔“

حضرت سعادہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجبوریوں کو دیکھ کر حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مناسب بنیاں کیا کہ انہیں شام سے جلائیے

اور ایک خاص آدمی اس کام کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ساتھ حضرت ابو ذرؓ کے ام بھی یہ فرمان تھا کہ تم ابھی مدینہ پہنچے آؤ پہلے

دشقی سے روانگی جس وقت حضرت ابو ذرؓ کو یہ فرمان ملا بلا کسی چوڑی چڑا دلاؤ، انہم کے اسی وقت تنہا اس شخص کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے جو آپؐ کو مدینہ سے پہنچے آیا تھا۔ معنی کہ بال بچوں کے لئے جانے کا سامان بھی محبت میں آپؐ نہ کر سکے۔ بعد کہ حضرت سلوہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احنیثان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی مدینہ روانہ کر دیا جب آپؐ اہل دیال مدینہ آئے تو سازوں میں ایک کیسہ برآمد ہوا جس میں پیسے بھرے ہوئے تھے۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ آپؐ ال جمع کرنے کے مخالف ہیں اس لئے لوگوں کو تعجب ہوا۔ مگر جو بیع میں نے آپؐ کے مذہب کی کی ہے اس کے بعد اعتراض کب باقی رہتا ہے۔

مدینہ کا داخلہ خود آپؐ ہی کا بیان ہے کہ جس وقت میں مدینہ میں داخل ہوا خلقِ اشدّ قہقی کہ رُنی پڑتی تھی ہر جہاں طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا ایسا سلوم ہوتا تھا کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مدینہ میں بھی اس مسئلہ کا زائرین و شائقانِ جمال ابو ذرؓ کا یہ اجہم ایک دو دن تک محدود نہ رہا۔ بلکہ روزانہ افشا اور لوگوں کی برہمی لوگوں کی ایک بیڑ آپؐ کے گرد رہتی تھی۔ جیسا کہ آپؐ کی عادت تھی یہاں بھی آپؐ نے وعظ و پند کا دروازہ کھول دیا۔ منہجہ اور باتوں کے آپؐ اس ضمن میں مسئلہ کثیر کو بھی بیان کرتے تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذہبوں میں سب سے زیادہ آسان
 و مستدل شریعت مذہب اسلام کا ہے، اسلام کا ہر قانون انسانی
 قزوں کے موافق اور ان کی ضرورتوں کے مطابق ہے اور آپ کریجی
 معلوم ہے کہ ہر وہی شریعت تمام شریعتوں میں سخت مگر "کڑی" ہے۔
 ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی شریعت میں بھی ان میں سے کسی کی
 طاقت نہیں ہے۔ یہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ علم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی
 ماری دولت خدا کی راہ میں شادیاں تو اسلام کا مسئلہ و مسئلہ شریعت
 میں یہ سخت قانون کس طرح ہو سکتا ہے! کہ جو کچھ ضرورت سے زیادہ
 بچ جائے اسے خدا کی راہ میں شادیاں جائے اور نہ نجات کے دن
 وہ بھگا رہے بن کر پیش گئے۔

ایک "مسار" مذہب بھی کتابوں میں منقول ہے، "اذا از سے معلوم ہوا ہے
 وہ بھی کتب اجماع کی مطلق و مبالغہ کا نتیجہ ہے، ہر کیفیت اس کا خلاصہ یہ ہے:
 "کہ جب ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی ماری دولت خدا کی راہ
 میں شاکر رہے" اور اپنے پاس کچھ اندوختہ نہ چھوڑے تو ہر شہ
 نہانی نے میراث کی آیتیں کہیں نازل فرمائیں جب میراث کے لئے
 کچھ چھوڑ کر مرنا جائز ہی نہیں، خود روٹوں پر کیا چیز تقسیم ہو گی، اگر
 قرعہ کی اقتضا، انفس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کل مال کو خدا کی راہ
 میں قربان کرنا ضروری نہیں ہے۔

ایک تو حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پابند غالب تھا، دوسرے
 "انہوں" کہیں قریب بزیب ان کے مدعا سے شخص بے تعلقی تھیں، کیوں کہ ابھی تم

پڑھ آئے ہو کہ مطلقاً مال اندوزی کے وہ مخالف ہی کب تھے۔
 اور یہ کل اقراضات اس پر پڑکتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے آخر دست
 و فراخی کا مدار کیا صرف اس پر ہے کہ گھر میں سونا چاندی ہر زمین اثاثہ
 جائیداد احوال تجارت وغیرہ سے دست و فراخی نہیں حاصل ہوتی، پھر اگر سونے
 چاندی کے ذین بنانے کی مانت میں ایسی غمی کیا پیدا ہوتی ہے جس سے
 اسلام کے اعتدالی مسلک پر حرف اُٹتا ہے۔ اسی طرح کیا میراث صرف
 زور و سیم ہی کے ساتھ منہوس ہے اور ماوراء میں وراثت کیا جاری نہیں ہوتی؟
 حضرت ابوذر کا اصرار جو کچھ بھی تھا وہ محض چاندی سونے کی حد تک
 محدود تھا اور اس کا منشا بھی وہی تھا کہ یہ دونوں چیزیں بیکار رکھ چھوڑنے
 کی نہیں ہیں اور اس میں ایسی کوئی بات ہے جسے ہم فطرت اسلامی پر
 غلبہ قرار دیتے ہیں۔

بہر حال میں بتا چکا ہوں کہ حضرت ابوذر صدیق و متین دونوں
 اصحاب سے کثیر کو غیر مفید سمجھتے تھے اور اس پر آیت قرآنیہ اعادة ثبوت
 نیز اصول اسلامیہ روشنی ڈالتے تھے لیکن کب اجار نے مسئلہ کی
 لم کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منشاء کے موافق نہ سمجھ کر اہل خیال
 کر کے کہ یہ مطلقاً مال جمع کرنے کو حرام کہتے ہیں اقراضات کر دئے اور
 اس پر مدعا یہ ہے کہ یہ چھوٹے صحابی بھی نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی وفات کے بعد ابان لائے تھے اور اقراض بھی کیا تو اس شخص پر جس پر
 عام صحابیوں کو بھی کتبہ چینی اور اقراض کی ہمت شکل پکڑے ہوتی تھی۔
 اقراض مجرمی خود سے یہاں پر کچھ ایسی باتیں جمع ہو گئیں کہ حضرت
 ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ تحمید نہ سکا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب

کون چڑھا آدمی کسی بڑے آدمی پر نا اکتبی کے ساتھ اعتراض کرتا ہے اور پہرہ پہننے کے بغیر جگہ احترام دینے کے لئے، اتر بیٹھا آدمی بے اختیار ہوجاتا ہے
غیر مناسب اس میں ہندوئیت کی بھی کچھ لگ جب پاکی باقی ہو۔
نتیجہ یہ ہوا کہ جواب دہ غیر تو کیا دیتے، وہیں جھڑپے دربار میں

لے رہا مطلق میں ہر گھنٹہ ہمتی بعض نے تو اس کی وہی تفصیل بیان کی ہے جسے اصل کتاب میں نے دیا ہے۔ لیکن اس میں اثر و فیروز میں اسی گنگوڑا جس نے اس سے حق کیا گیا ہے اس کا
حصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان نے شام سے واپس جانے کے بعد حضرت ابوذر سے فرمایا کہ شام کے
رنگ تھکا، ابن کی نہ کاوتیری کے شاکی ہیں اس کے بعد پھر فہمائش سے حضرت عثمان نے کہا کہ
ابوذر! ہم پر تو اس کی وجہ کیا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خود جو ایسی ہم پر واجب ہیں جن میں
اور رحمت کو بھی کہہ گا، اس اور اعمال میں اعتدال و انصاف کی رحمت میں لیکن ہم پر یہ تو
واجب نہیں ہے کہ اگر کسی کو ترک دینا اور یہ پرہیز کریں۔ یہ سہا کہ بھلا ہے جواب دینے کے
حضرت ابوذر نے اٹھ کھڑے ہو کر شروع کیا "ہرگز ہرگز میراں سے راضی نہ ہوا چاہئے جب
کلمہ کہ جنت کا میں ہر وہ اپنی دولت نہ فریاد کریں۔ یہ ہیں کے ساتھ میں سمک کے ساتھ میں
نہیں، صاحبان کی ہر گیری نہ کریں" اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی نہ کریں اور اصل میں
جواب خارج حضرت عثمان کو وہ اسے دے دے کہ میں ترک دنیا پر کب و گروں کو مجھ سے گناہوں کو
اور اسے قرآن کے معنی دیکھا ہوں کھا چکا اسی سرفہ پر کب اجار کی زبان سے یہ نصیحت
کل گیا کہ میں نے عرض دیا کہ یا جسی ذکاۃ اور کہ وہ اس پر جوابات عرض تھی اس سے وہ بکشت
ہو گیا یہی نقد نظر ہوا اور اس میں فرق تھا۔ اسی پان کو خضہ آگیا۔ اسے کب سہار
کا حرف نہ کہنے چاہئے کہ "بہ زان ہے جو چاہا اور اس ختم پر اگر وہی رہے اسی کے ساتھ
ذخا بھی دید گیا جس سے کب کا سر کل گیا مسئلہ ہی اثر ط ۲۰۰ - ۱۱

حضرت ابو ذرؓ نے سنا اٹھا کہ کہا کہ "اور یہ دہلی یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں۔"
 کعب احبار نے دیکھا کہ سادہ گزرا ہوا نظر آ رہا ہے کہیں حضرت ابو ذرؓ
 سنا رہے ہیں نہ کریں۔ بیچارے جاگے۔ حضرت ابو ذرؓ بھی کب چھوڑنے والے
 تھے بغیر بھڑکا ہوا تھا۔ یہ بھی لاشعری نے ہونے اُن کے چچے روانہ ہونے وہ
 جاگتے جاتے تھے اور یہ کچھ بڑا جلا کہتے ہوتے تاقب کرنے لگے اخیر میں
 شک کر کعب احبار حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھے اور اپنے کو ان کی پشت
 مبارک پر ڈال دیا۔

مگر حضرت ابو ذرؓ داں بھی پہنچ ہی گئے کہ اگر حضرت عثمانؓ کو وہ خلیفہ
 ضرور سمجھتے تھے لیکن اپنا بجائی اور ساتھی بھی تو خیال کرتے تھے غرض پہنچ
 آپ نے ایک سنا پلا ہی دیا۔ عام روایت تو یہی ہے کہ وہ بھڑوئی لاشعری
 کعب ہی پر پڑی لیکن بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اچٹ کر حضرت عثمانؓ
 کی پشت مبارک پر جا کر نہیں گئی بلکہ

ملے ابو ذرؓ کی زبان سے ضرور یہ خلاصہ لیا ہوا کہ ایک محبوب آدمی اس میں سنا رہا ہے۔ ان
 خدایوں پر کوئی پتہ نہیں ہے کہ کیا جری میں جاتے مسلمان بھی لاشعری لکھا ہے کہ آپ نے اپنے
 "میں نے کعب پر مل کر کہا کہ میں بھی آپ کی لاشعری لکھا ہے کہ آپ نے اپنے
 وہ لکھی کہ پیر کی جی ہے۔" ملے یہ کہ وہ لکھی میں سورج دہے میں نے نہیں سنا
 بدستور سے یہاں نقل کیا ہے کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے کعب احبار سے
 بھی پوچھا کہ میں نے کہا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے اس کو زخم کو ایک بائیں ہاتھ
 خارج سے سان کر دیا۔ اسباب اس طرف میں بعد ازیں نے کعب احبار پر حضرت ابو ذرؓ
 اس میں غرض مل کر لکھا ہے کہ اس میں سنا تھا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے کہا کہ ایک بائیں ہاتھ
 ہمارے میں لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو اسی غیب میں کعب احبار کے تمام اعتراضوں کا جواب سزا دیا کہ

انبار نے لی کو شیش میں سرگرم تھا۔

اس فتنے کی مفصل کیفیت افاسم میں مہنوں میں یودیوں کی زبردست سازش اسلام میں تھے عزان سے مدت ہوئی فقیر ہی جگہ چکا ہے۔ اس لئے میں اس کو یہاں پھیلا نہیں چاہتا۔ تفصیلی طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فتنے کا حکم میں وقت نہوا۔ لیکن اجمالی طور پر آپ کو اتنا ضرور معلوم ہو گا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہماری طرف سے بد دل و بد گمان ہو رہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ میں وقت آپ کو یہ علم ہوا تھا یقیناً اسی وقت آپ خلافت سے ہر کشتا تھا کہ است بردار ہو جاتے لیکن خدا کی مرضی یہ تھی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مجرب صحابی اور عزیز داماد کو وصیت کی تھی۔

”اے عثمان شاید خداوند تعالیٰ تم کو ان قبیس پناہیں گے۔ پس اگر منافقین (یعنی عبداللہ بن سبا و تمام) میرے بدن سے اس قبیس کو آدھا پا جائیں تو دیکھ تم خود اس کو کبھی نہ آدھا سنا حتیٰ کہ تم سے اگر ملے۔“

خبر یہ کہ اس قبیس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرد خلافت تھی۔ اس صورت میں ان کی کیا حال تھی کہ اس وصیت نبویہ کے بعد بھی آپ عبداللہ بن سبا کی ان ریٹ و دانیوں سے تنگ آکر فقط اپنی زندگی کو مطمئن بنانے کے لئے سر پر خلافت چھوڑ دیتے، دیرانے ہیں جو ایسا سمجھتے ہیں انسان زمین پر گر جاتے یا زمین پھٹ کر دنیا کو ٹھل جاتی اس وقت بھی عثمان مجھے ملیع و فراں بردار غلام سے یہ ناممکن تھا کہ اپنے آقا صلوات اللہ علیہ وسلم

زبان مبارک سے نئے نئے کلمات کی نعت روزی کرے۔

یہ ہر نہیں سکتا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شمار دوں کا یہ عقیدہ ہذا بیان تھا کہ حضرت وہی سفر ہے جسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت افضان خیال فرمایا۔ اور فائدہ بھی صرف وہی فائدہ ہے جسے حضرت فائدہ سمجھا ہر پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی امید ہی براہموسیٰ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کی آنکھوں نے آفتاب سات کے سامنے مصباح اقیقہ کی چراغوں کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ دیکھنا چاہا۔ ان کی زبان میں جب کبھی جنبش ہوئی تو انہیں غفروں کے ساتھ ہوئی۔

”کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد دیا ہے

اور میں اس پر صبر کے ساتھ قائم ہوں اور رہوں گا۔“

اور آخر یہی ہوا کہ صرف اپنے آقا کے پاس عہد میں سمجھ کر اور جان ایک علیل اللہ رہیں عرب نے بعد بیکسی قرآن کے اور اراق پر اپنے پاک بہر کو پیدا دیا اور خوشی سے بیاد یا فرضی اللہ عنہ

زنتیم بافتت دل پر خون گزشتیم جلا جعید گاہ تو درخون گزشتیم
ہر اس کے پسندوں میں گرفتار ہونے والوں کا کیا جوا ہے
جو عشق و سرستی کی چاشنیوں سے محض نابہر وہ کیا جانے کہ کیا کرنا چاہئے
تھا کہ کون نہیں کرنا چاہئے تھا جس نے اپنے اپنے کام سے پیش اپنا غرض امتیاز

انڈیشہ زیاں و غم سرد شستہ ایم

رکھا ہوا جگہ میں نہیں آتا کہ پھر اس کے مقابلہ میں نفع و ضرر کی داستانوں کو
دہرا کر یہ وہ ہذا یافوں سے اپنے اوراق سیاہ کرنے کے کیا سنی ہیں؟

۱۷۷۰ء اس کے کون کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے استخارہ کے بعد
عبداللہ بن سبا کی سازشوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ کیا عبداللہ عثمانؓ کا دشمن
تھا جو اس کی امید لگائی جاتی ہے جس کی بیخ کنی کے وہ وہی تھا وہ تو
حضرت عثمانؓ کے بعد بھی باقی رہتا اور رہا۔

غیر تو ایک ضمنی بحث تھی ازل و کمال ہے اس نے غم بڑھایا
میرا مقصد یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے کان میں ان خفیہ
چہ بیگوئیوں کی جنگ چھپی تو نظر نہ آپ اس کا ہتھکانے لگے کہ کون کون
لوگ اس فتنہ میں شریک ہو رہے ہیں۔

میں ابن خلدون کے حوالے سے کچھ بکا ہوں کہ مفسدوں کی ایک
جماعت شام میں حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچی تھی۔ اور آمادہ بغاوت کر رہا تھا
تھا۔ لیکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کو اس کی خبر نہ گئی ہو۔

دوسرا خطرہ کا ایک ناگوار واقعہ اور پھر شام سے ان کو یکایک
مدینہ بلوایا۔ یہ چند باتیں ایسی پیش آگئیں کہ آپ کو حضرت ابوذرؓ سے
بھی کچھ بدگمانی ہو گئی۔

لیکن یہ کہ آپ نے اس خطرہ کا تذکرہ کسی کے سامنے کیا ہو۔ بہرحال
کچھ ہو۔ حضرت ابوذرؓ کو کسی طرح سے یہ خبر نہ گئی کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ
میں ہماری طرف سے بھی بدگمان ہیں۔

۱۷۷۰ء میں حضرت عثمانؓ کے بعد جو یہاں پر رہا وہ جلیل القدر آدمی تھا۔ وہ بھی بہت سچے آدمی تھے۔ ان کے سامنے
میں جلیل القدر آدمی تھا۔ وہ بھی بہت سچے آدمی تھے۔ ان کے سامنے
اپنے دور کی حالت سے بڑھ کر کہ وہ وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔

۱۷۷۰ء میں حضرت عثمانؓ کے بعد جو یہاں پر رہا وہ جلیل القدر آدمی تھا۔ وہ بھی بہت سچے آدمی تھے۔ ان کے سامنے
میں جلیل القدر آدمی تھا۔ وہ بھی بہت سچے آدمی تھے۔ ان کے سامنے

ابو ذر پہلی برأت کے لئے یہ اضافہ ضرور مناسب و قسم کے ساتھ ہو سکتا
 کافی تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو غفلت و وقفت آپ کے
 دل میں تھی اس نے بس کرنے نہ دیا آپ کو فکر و محنت فکر و امن گیر ہو گئی تھی
 کہ حضرت عثمان کے دل سے یہ خیال کسی طرح مٹ جائے۔

اس وقت کی بے چینی ٹیک اس بے چینی کے مشابہ تھی کہ کسی کا محبوب
 کسی سے بدگمان ہو گیا ہو اور شیدائے ہا نیاز سر پر پاؤں رکھ کر ہر ایک ممکن و ممکن
 ذرائع سے اس کی تشفی کرا پا رہا ہو آگے دل اجاب کی نزاکتوں کا خیال کر رہے
 مکرر احوال اور انتہاؤں سے اپنی صفائی پیش کر رہا ہو۔

حضرت عثمان بیٹھے ہوئے ہیں اور ابو ذر کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے ہیں

”آپ اگر مجھے حکم دیں کہ ہاتھوں کی کڑیوں میں لٹک جاؤں تو میں

پہنچ جاتا ہوں کہ اسی وقت لٹک جاؤں گا اور لٹکا ہوں گا جب تک

آپ ہی اس کے چھڑنے کا حکم نہ دیں۔“ (یعنی باوجودیکہ یہ ایک نیک کام

ہو گا لیکن آپ کی خاطر اس وقت مجھے اس وجہ سے منظور ہے کہ نفع و نفع

خیال و مانع میں آپ ہی نہیں مکتا، اسی طرح اگر آپ فرمائیں کہ کھڑا ہو جا

ز میں بھی نہیں بلکہ میں کا جب تک آپ ہی حکم نہ دیں۔ (فتح مبارک)

میں نے بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان فرماتے

تھے اور اہل کفر کو آپ کو اپنے پاس بٹھایا۔ (فتح مبارک)۔

میں نے ہی آنحضرت کی زنجیر و تھارٹک فیر کا کیا جانے اس نگاہ نے مجھ کو دیا ہے

(ابنہ حدیث) اسی ذرا غماز نہ۔ حضرت عثمان کو کہہ کر کہ ”اے ابا ذر! میں تم کو

نہیں کہہ سکتا“ اور انجفات و نفع۔

میں نے تمام انجفات و نفعات اپنی سر سے اغوا ہیں۔

جنت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد دینک دونوں میں کچھ سرگوشیاں بھی ہوتی رہیں مگر کبھی کبھی آواز بلند بھی ہر جاتی تھی یہ
 آغریب یہ بھی ہے کہ دنیا زخم ہو گئی اور خدا جانے کن باتوں پہمونی کہ
 اور حضرت عثمان کا سینہ بھی اسرارِ نبویہ کا کچھ نہ تھا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ہمیشہ پوچھنے والوں سے فرادیا کرتے تھے کہ کیا پوچھنا چاہتے ہو
 اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار و ریافت کرنا چاہتے ہو تو میں کبھی
 نہیں بتا سکتا۔

جہاں دونوں طرف یہ حال ہو وہاں ادشاکا رسائی اور وہ بھی سرگوشیوں
 کے فرق پر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ معلوم ہاں! حقائق ہی سے اس قدر اور بھی معلوم
 ہوا ہے کہ اس کے بعد جب حضرت ابوذرؓ اٹھے تو باپس کھلی ہوئی تھیں اور
 سکرانے ہوئے باہر گئے لوگوں نے پوچھا بھی کہ امیر المؤمنین اور آپ سے
 کیا باتیں ہوئیں لیکن آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا صرف اس قدر فرما
 ہوئے رواد ہو گئے۔

کہ سننے والا فرماں بردار ہوں اگر مجھے وہ حکم دیں گے کہ تم حدیث
 یا سنار چلے جاؤ اور مجھ میں طاقت پلے کی! اتنی رہے گی تو میں اسی
 وقت چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کو بھی چھوڑ دیا لیکن کیوں
 مدینہ سے کوچ | چھوڑا۔ عام مورخین تو کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے ان کو بلادِ مہن کر دیا تھا مگر اس باب میں سب سے زیادہ اثرین کتاب

بقیات ابن سعد ہے علاوہ بہت سی خصوصیتوں کے سب سے بڑی خصوصیت
اس میں یہ ہے کہ بقیات صحابہ میں سب سے پہلی اور قدیم کتاب ہے، بڑا دل
نے جو کچھ بھی کھلے عمرنا اسی کے رہن منت ہیں اس لئے میں اس وقت جو
کچھ کہوں گا اسی سے کھڑنگا

بقیات میں مختلف روایتیں ہیں لیکن یہ کسی میں نہیں ہے کہ حضرت
شام بننے ابو ذر کو جلا وطن کر دیا تھا حالانکہ یہ ایک ہم واقعہ ہے کوئی وجہ
نظر نہیں آتی کہ ابن سعد کو اس کی خبر کیوں نہیں ہوئی اور شاخزین اس پر کہاں سے
مطلع ہوئے لیکن خانہ دہے چروں کو پہچان بیٹے ہیں جاننے والے جانتے ہیں
کہ یہ روایت اسلامی تاریخوں میں کہاں سے داخل ہوئی اور کس غرض سے وہاں
ہوئی۔ آہ! کہ عبد اللہ بن عباس کے راستوں پر نہایت احتیاط سے
بیٹھا اور اس نے وہ کام کئے جو اس کے بخدی فیج کو بھی نہ سوجھی۔

مثل هذا بذوب القلب اسی قسم کے افادات سے روح اللہ ہوتا ہے
من مکدا ان کان فی القلب غریب بھول ہاتھیں کران میں اسٹیم ہوتا ہے
ایمان و اسلام۔ اسی سے جوش شائبہ ہو۔

ہر کیف ابن سعد نیز امام بخاری کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ پر مدینہ منورہ میں لوگوں کا اہم بہت زیادہ ہونے
لگا۔ معنی کہ آپ کے شافل میں مصدق واقع ہونے لگا۔ آخر اس کا تذکرہ حضرت
شام بننے کیا اور خواہش ظاہر کی کہ میں مدینہ سے چلا جانا چاہتا ہوں اس پر حضرت
شام بننے فرمایا۔

کہ تم ہمارے پاس چلے تو (یعنی اب ہمارے پاس رہو گے تو رک
خود خود تنگ نہیں کریں گے) غیر وہاں اذیتیں بھی دشنام آپ کے

پاس آیا کریں گی۔

لیکن آپ کا اصرار بڑھتا رہا فرمایا کہ مجھے دنیا کی ضرورت نہیں رہی
 اور میں کی ضرورت نہیں ہے، مجھے آپ اجازت ہی دے دیں اور وہ
 بھی حاضر تھی کہ آخر مسجد نبوی میں نماز کے لئے تو ضرور جاتے دینے اس زمانہ
 دار الخلافۃ الکبریٰ تھا، لاکھوں آدمیوں کا اجتماع رہتا تھا۔ جس وقت ابوذر
 نکلے خواہ نماز ہوگے پیچھے پڑ جاتے، بیس سال دنیا کی اس وقت بھی یہی عادی تھے
 کہ اس قسم کے بزرگوں کے پیچھے حرام بے تحاشہ دوڑتے پھرتے ہیں بعض
 روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ دین کی آبادی
 شام تک پھیل گئی ہے۔ اور اس حالت میں مجھے یہاں رہنے کا حکم نہیں
 آخر حضرت عثمان غنی نے مجبور ہو کر فرمایا کہ۔

ان شئت تفحیت فلکنت
 قریباً | اگر نہیں ہا ہے ہر تو پھر دین کے گھر
 قریباً | قریب میں ہے جانا کہ قریب رہو۔
 اس پر آپ نے فرمایا کہ۔

لے جقات ابن سعد ۱۱

لے اس پر چری چہ آخری وجہ ذکر ہے۔ اسباب الاشراف ابو ذری میں کہیں ثابت کہ وہ
 واقعات نقل کئے ہیں حضرت عثمان بھی مدینہ انصاری آباد کی طرف سے نقل کیا یاں غریب کی گئی
 ہیں نہیں تہ بھی کوئی شرط تو اپنی زبان سے محال نہیں سنا، لیکن نسبت ہے کہ کتاب میں سیدنا
 کے جیل ناہی حضرت سید بن حبیب کا قول بھی ہے کہ وہ مدینہ گیا ہے بنی حنیفہ کا وفد کیا کہ
 حضرت ابوذر کا اطراف محل میں آیا تھا انہوں نے فرمایا انا خرج ابوذر ایسا راغباً لیکتھا یعنی
 حضرت ابوذر خود مدینہ میں رہنے لگے خود اپنی خواہش سے گئے تھے انہوں نے کہ سید بن
 حبیب کے زیادہ قریب شہادت وہ کس کی ہر گز ہے۔ ۱۱

الذی ابی ان اخرج الی الریدہ ۱ آپ اجازت دیجئے تاکہ میں ریدہ پہا جانوں۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اجازت دے دی اور
فرمایا اگر اچھا آپ وہاں جا سکتے ہیں۔ میں بیت المال سے کچھ اونٹنیوں کو دودھ
کے لئے آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ طبیعت نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ قریش
کے نوجوان جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا۔

دو نکر معانہ قریش دنیا کمر | زبیر و اجمہ و ابی کرم و اود اسے خوب زد
فاغنموہا لا حاجة لنا فیہا۔ | خاتمہ میں اس کی صاف دعا بت نہیں۔

یہ فرما کر آپ حضرت عثمان سے نصرت ہوئے اور اپنے اہل و عیال
کے ساتھ زبیر بن عوف کا جو مال نونہ تھا محمدی سمیت کا وہی منظر اتم اپنی طرف سے
کھڑے کے لئے اسی صحرا کی طرف روانہ ہو گیا جہاں سے پھر کہیں منتقل نہیں ہوا
ذات عرق سے جو منزل کی مظلہ کو گئی تھی ٹھیک اسی کے لئے
ریدہ | ریدہ ایک مختصر سے گاؤں کی صورت میں آباد تھا اور مدینہ منورہ سے
کل تین منزل اور تھا۔

اسی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نجد کا تذکرہ کرتے ہیں اس کے عوارہ اہل
کی روح پرور نسیم پر سرد خستے میں حالانکہ نجد کا سب سے عمدہ قطعہ شرف ہے
جسے میں نجد کا جگر سمجھا ہوں اسی قطعہ شرف میں ریدہ بھی شامل تھا۔ شرف
میں جو خاص سرکاری رکشت تھی ریدہ اس کے دلہنے جانب پر واقع تھا
حضرت ابوذر کی زندگی میں حرز کی ہو گئی تھی حقیقت یہ ہے کہ اس کے

۱۸۶

۱۸۶

مناسب رتبہ سے زیادہ ہندوں مقام دینے منورہ کے فراع میں مشکل ہی میر
آسکتا تھا عجبانہ بود کہ بر قاست او دوختہ بود۔

کائنات کے بادشاہ کا روضہ پاک بھی سامنے تھا اور جس قسم کے
فتن اور مفاسد کا زمانہ آرام تھا اس سے بھی آپ کو گروہ طغیانی کی ہر گئی میں کی
وصیت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کی تھی حضرت ابوذر ہی
راوی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت

وَمَنْ يَنْقُصْ لَكَ شَيْءًا مِنْهُ يَنْقُصْ لَكَ نَفْسًا مِنْ نَفْسِي
وَمَنْ يَزِدْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ يَزِدْهُ مِنْ عَذَابِي
بار بار دعوات فرما رہے تھے حتیٰ کہ اخیر میں آپ پڑتے پڑتے تنک گئے گویا

آپ پر غزوہ کی سی طاری ہو گئی، میں اسی حال میں آپ نے اس طرح گفتگو
شروع کی۔ ابوذر! اگر تم مدینہ سے نکالے گئے تو کہاں جاؤ گے

حضرت ابوذر! میں تمہارا رزق اور فراخی معاش کے لئے کوہ کے
بہتروں میں شامل ہو کر

کوئی بہتر بن جاؤں گا (یعنی کہ چاہا جاؤں گا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! اگر وہاں سے بھی تم کو ٹھنڈا پڑا تو پھر کہاں جاؤ گے
حضرت ابوذر! شام کی پاک و مبارک سرزمین کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! اگر وہاں سے بھی نکلے۔

حضرت ابوذر! تو پھر تمہارا اپنے کا ندھے پر اُٹھاؤں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! نہیں ایسا نہ کرنا۔ فرمایا برواری اور حاجت
کرنا اگرچہ

کوئی جیسی فلاح ہی تم پر حاکم کیوں نہ ہو۔ (یعنی منہ بند)

پس انہوں نے ایسا ہی کیا نسا و وجدان کا زمانہ آگئیں دکھا رہا تھا
عبداللہ بن سبا جو شعلہ مصر کے آتش دان سے بھڑکا رہا تھا اس کی گرمی مٹی
سندھ میں بھی محسوس ہو رہی تھی ایسے وقت میں حضرت ابو ذرؓ نے عزت گزینی
پر لگہ عمل کیا تو وہ حقیقت یہ حاضر ہی کے ارشاد کی تعمیل تھی یا حضرت مسیحی
علیہ وسلم اس نسا کی خبر دے چکے تھے :

سند احمد میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو ذرؓ کو مخاطب کر کے ایک دن
فرمایا :-

يا ابا ذر ارا انت ان قتل الناس
بعضهم بعضا حتى تغرق
حجارة الزيت من الدماء
كيف نضع قال الله ورسوله
اعلم قال نعم في جنات و
اغلق عليك بابك قال
فان لسرا تترك فانت من
انت منهم فكن فيهم
قال فاخذ سلاحي قال
اذا تشاركهم فيهما
هم فيه ولكن ان خشيت
ان يروك شعاع السيف
فانطرف رد الملك على
وجحك حتى تنوب بائنه
واثملك -

ابو ذرؓ تو کیا کرے گا جب آپؐ ہی میں
ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے
مٹی کہ (اس نہ خون بہا دہنتے گا) کہ حجارة
الزیت (دہن کے قریب ایک خام کام ہے)
کی زمین خون میں غواغیب ہو جائے گی حضرت
ابو ذرؓ نے کہا کہ اللہ اور رسولؐ زیادہ جانتے ہیں
مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر پہنچ جانا اور
دوا نہ بیٹھنا۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ اگر وہ
ہیں نہ چھڑیں؟ آپؐ نے فرمایا تب جب لوگوں
تم پر ان کی جماعت میں آکر نہ جائے۔ حضرت ابو ذرؓ
نے کہا تو کیا میں تلواریں اٹھاؤں گا حضرت نے فرمایا
اس وقت تم بھی نہ میں شریک ہو جاؤ گے
دینا دینا کرنا اور اگر تم کو غم کی چٹکے

خون مسلم ہوتا تو اپنی ہادر کے پے سے سنا
 ڈھاک لٹاتا کہ تم پر حملہ کرنے والا خدا اور
 اپنا گناہ لے کر واپس ہو۔

فمن قد ساء اور زاپاک الزام ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے اس رتبہ میں نظر بند کر دیا تھا حالانکہ واقعہ جو کہیں لکھ نہیں پکے۔ اور
 آئندہ بھی قیاس معلوم ہو گا خود حضرت ابوذر سے بعض لوگوں نے آکر پوچھا
 کہ تم رتبہ کس طرح آئے اور کیوں آئے اس کے جواب میں آپ نے اجمالی
 طور پر واقعات کا انہماک ان نغظوں میں کیا ہے۔

کہ میں شام میں تھا وہاں مجھ میں اور سادہ میں آیت والذین
 یکنزون الالبابہ میں خلافت ہو گیا۔ سادہ کہنے لگے تھے
 کہ یہ وہ نصاریٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور میں کہتا تھا کہ
 ہماری اور ان کی دوزخ کی شان میں ہے اس پر بات بہت بڑھ
 گئی۔ انھوں نے حضرت عثمان کے پاس میری شکایت کر دی
 حالانکہ حضرت سادہ یہ کراخراچ کا اختیار خود بھی حاصل تھا
 مگر فیصلہ عثمان نے مجھ کو کھٹا کر دینے چلے آؤ میں بیٹھ

لے ابہادی غصہ باجہ حضرت عثمان سے کھٹے لگا کر ابہادی رتبہ آپ نے حاصل کر لیا۔ اس
 نوبت کے بعد انہ تعابروا میں آگ چھو رہے ہیں ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی ہے ہم ابہادی
 بڑی دقت کو ابہادی بننے میں اس وقت کا جو طرف حاصل ہے اس سے بھی
 خوب واقف ہوں۔ ہم رک (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیرہ کھی کر حرکت دینا
 دندہ نہیں کہتے تھے اصل اضافہ یہ ہیں مالکنا محمد فی صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھ
 شوکتہ من ابہادی صلی اللہ علیہ وسلم ۵

آگیا یہاں لوگوں کا اس قدر اجڑا ہوا تھا کہ ہر گھر پر ہونے لگا کہ یہاں مسلمان
 ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔
 عثمان سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر جا
 پا ہے تو آپ ربذہ پہلے جائیں تاکہ قریب بھی رہیں (یعنی لوگوں
 کی بیز سے نجات بھی مل جائے)۔ ہمارے قریب بھی رہیں گے
 جس خطا آئی اسے مجھے یہاں مافی ہے۔

آپ کا یہ بیان اگرچہ بہت محفل ہے جس کی تفصیل بھی میں آپ کے ہی
 دوسرے بیان سے کر چکا ہوں میری غرض صرف اس قدر ہے کہ آپ خود حضرت
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب الزام نہیں لگاتے تھے تو دوسروں کو کیا حق
 ہے کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن امانت پر اس قدر
 کا داغ قائم کریں۔

میں نے قریب ہے کہ اگر کسی سیاسی مصلحت سے حضرت عثمان رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے آپ کو دینے سے انکار کیا ہوتا تو پھر ربذہ میں کیوں رہنے کا
 حکم دینے دینا اور ربذہ میں حاصل ہی کتنا تھا؟ اس کے ربذہ ایک ایسا
 مقام تھا جہاں سے ہر سال عراق کے مسافر لاکھوں کی تعداد میں کہ سفر کیا
 کرتے تھے اور عمارتوں کی گراہ و فروہ کا وہ بھی تھی۔ ایسے مزدوش آدمی کو ایسی
 گراہ پر قید کرنا کس قدر قریح عقل و دانش ہو سکتا ہے۔ خیر خدا جب اباب
 نایخ یہ بھی کہتے ہیں کہ ربذہ میں سکونت اختیار کرتے کے بعد بھی کلان ابوذر ریتا بعد
 المدینہ حالۃ ان یعود اعرابا سے بن الیہ ۴۰ (یعنی دین نہ صرف حضرت ابوذر
 اس لئے آتے جاتے رہتے تھے کہ کہیں گاؤں میں رہنے سے ان کے اندر رہنمائی

اور بد اوت نہ پیدا ہو جائے) اور پہنچ تو یہ ہے کہ شام کی چھاؤنی میں جب وہ
تھے اس وقت بھی جب ان سے میر نہ ہو سکتا تھا بھاگ بھاگ کر اپنے محبوب
رہل پاک کے روضہ کی زیارت کو آتے رہتے تھے، غلیظ وقت سے رخصت
مائل کر کے قبضہ اس کی مجاورت کر کے اپنی مضطرب روح کے سکون کا سامان پیدا
فرماتے رہتے تھے تو مدینہ سے اتنی نزدیک جگہ، بندہ میں وہ کران سے صبر کی کیا
توقع ہو سکتی تھی۔ اعرابی اور دہقان ہر جانے کا اندیشہ یہ بھی ایک جھنڈا نہ
لعیف تھا، راہ مشق کی رسوائیوں کا وہ بھی ایک نام نہاد پردہ خواہ حضرت باقرؑ
سے بعض کتابوں میں یہ فقرہ جو منقول ہے کہ ہجرت کے بعد عثمان نے مجھے
پھر اعرابی (دہقانی) بنا دیا یہ بھی ایک جذبی لعیف ہی ہے دیکھو ابصار ص ۱۰۵
حقیقت یہ ہے کہ وہ باطلہ دوا میں المکدئد کہ اس قدر بھی اور بد
حافظہ ہوتے ہیں کہ باتیں ضرور بناتے ہیں، لیکن اس درجہ غلام اور جھوٹ
ہو گیا ہے کہ چند جرحوں میں ان کی کل اور داغ باغیوں کے تار پود کھجھڑتے ہیں
فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ہر کیفیت یہ معاملہ اس درجہ بد بھی اور صاف ہے کہ خود جو ادھارت

۱۔ وہ یہ جب بات پہلے حضرت ابوذرؓ اور حضرت عثمان کی باہمی سہولت کی کہ جنوں کو بتوں کی کھلی
آوازوں میں نہ نہت، ان کتابوں کے جو حد صحابہ سے زیادہ فریب ہیں، طوبہ، لیکن کیا گیا ہے
ایسوی نے حضرت ابوذرؓ کی طرف ایسی باتیں ضرب کی ہیں جو سے پہلے صحابی ہونے کے
مستطعمہ ہے کہ وہ ان فرقوں میں سے ایک خاص فرقے کے حامی دیکھنے والے جو بعد اسلام ازوری
پیدا ہونے والے ادھارت کے پڑھنے میں پیشہ ویکھنا چاہئے کہ کتاب کا صنف کسی خاص فرقہ کا
آئی نہیں ہے خصوصاً یہ فرقوں کا ہوا ہے، بلکہ کے حقائق بات بنیلے کوڑا بگتھیں ایسی کے
ابن ہبیرہ سے وہ سرے سرے نہیں نے کھا ہے کہ یہ ثابت کہہ، انیس ہیں کہ ذکر بھی ہیں نہیں کہ نہ

آئندہ میں درج کروں گا انشاء اللہ اسی میں ان تمام بیٹانوں کی پوری تدبیر
ہے کی۔

بالفعل میں ربذہ کی آبادی دفیرو اور آپ نے جس طرح اپنی زندگی
دلہا گزاری اس کا خاکہ پیش کرتا ہوں۔

ربذہ کی آبادی میں بتا چکا ہوں کہ ربذہ شرف نجد کا ایک پرفضا نقطہ
تھا جہاں سرکاری رکعت بھی تھی اور یہ بھی کچھ چکا ہوں
کہ ذات حق سے جو شرک کہ کمرہ کو باقی تھی اس کے فار سے وہ واقعہ صلہ
منازوں کی ایک منزل وہاں بھی ہوتی تھی ان ہی وجوہ کی بنا پر ایک مسمرلی
سی چوکی خلافت کی جانب سے وہاں قائم تھی۔ جو رکعت کی حفاظت اور راہگیر
کے اس زمانہ کی ناظم تھی۔ چوکی پر ایک افسر مقرر تھا اور کچھ اس کے ساتھ
علاقہ بھی تھا ان ہی سب سے مل کر اس نے ایک گاؤں کی صورت اختیار
کر لی تھی۔

ماذنا بن حجر کے بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی بیت المال کے اونٹ دفیرو یہاں رہتے
تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت
کے لئے یہاں کبھی کبھی آکر سکونت پذیر ہوتے تھے۔ ان کا یہ خیال بھی ہے کہ
چونکہ اس مقام میں حضرت ابوذر چلے بھی رہ چکے تھے اور یہاں سے انوس
تھے اس لئے بھی آپ نے اور مقاموں سے اسی کو ترجیح دے کر حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کی کہ میں وہیں جاؤں گا۔ بہر کیف جس زمانہ میں آپ یہاں تشریف
لائے تو وہاں کے افسر نظم و نسق ایک پیشی غلام کا شیخ نامی تھے۔ یہ وہی
لہ نجیب کا ہے۔ حیدرآباد میں شہید و سلم غنیمت پر ایسا تھا۔ لہ نجیب کا بیٹا ہے۔

آبادی تقریباً بارہ تھی۔ کچھ عورتیں بھی قیص من کی بیچ تھیں اور مجھے معلوم نہ ہو سکی
ان لوگوں کے لئے خلافت کی طرف سے ایک مسجد بھی بنادی گئی تھی جس نے
کھایا ہے کہ مسجد حضرت ابوذر بھی نے وہاں بنوائی تھی۔

ربذہ کا قیام
سامان زندگی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ وظیفہ چار
خلافت سے چار ہزار درہم تقریباً سو سو روپیہ تھا
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ بھی
ارادہ کیا تھا کہ چند شیردار اوشنیوں کو آپ کے لئے ٹامس کر دیا جائے لیکن
جیسا کہ تم پڑھ چکے ہو آپ نے لینے سے خود ہی انکار کر دیا۔ پس مستقل آمدنی یا
سرایہ جو کچھ سمجھ ان کے پاس ہی تھا اس سے آپ نے مختصر سامان خرید لیا
جس کی تفصیل یہ ہے۔ دو گدھیاں، چند گدھے، چند اونٹ سواری اور
پانی لانے کے لئے کچھ بکریاں بن کی تھیں اور مجھے معلوم نہ ہو سکی دو غلام ایک
چھو کڑی جبری میں ہے کہ سرکاری مال جو ربذہ میں تھے مکرمت کی طرف سے
مدانہ ان کے لئے چند اونٹ ذبح ہوتے تھے اور حضرت ابوذر کو بھی اس سے
ایک حصہ ملتا تھا (مسند باد)

وہاں ہی مکان صوبہ دستور آپ نے اینٹ و سٹی کا نہیں بنایا بلکہ
لکھنؤ کا قلعہ بن گیا تھا جس میں کچھ بڑے بڑے گھر تھے جن میں سے ایک
بلوچستان کے ایک سردار نے کچھ عرصے کے لئے استعمال کیا تھا اور ان کے
نے اپنی کتاب دلی اسلام میں لکھا ہے کہ سالانہ خلافت ابوذر کی چار ہزار روپیہ
کا بھی حصہ میں ہوتا تھا۔ یہ زیادہ بڑا ہوتا ہے اور مختصر دلی اسلام میں
یہ بیان کیا ہے کہ یہ ایک بڑا مکان تھا جس میں ایک کتب خانہ تھا
اور آپ کے لئے حضرت عثمان نے مختصر مکان بنوایا تھا جس میں ایک کتب خانہ تھا

ایک جھڑپ اڑا دلایا تھا۔ قریب ہی میں آپ نے ایک تالاب بھی بنوایا تھا جس میں برسات کا پانی جمع ہو کر ذخیرہ ہو جاتا تھا آنے والے مسافر اور ان کی سراسی کے جانوروں کا کام بھی اس تالاب کے پانی سے ہوتا تھا اور بڑھیا میں زمین پر آپ کاشت کرتے تھے اس کی سیرابی اور برہنستان تھا انکی بھی سیرابی سی سے ہوتی تھی بعض کنہوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر کے ساتھ دوسرے مشہور کاشت کار صحابی رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدینہ چھوڑ کر بڑھیا میں آئے تھے اللہ ہی نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ان دونوں نے کوئی بات سنی تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات سنی تھی جس کی تشبیح پورے حور پر تو ان سے نہیں کی گئی تھی لیکن دونوں کی سمجھ میں بھی آیا اور بڑھیا آنے پر دونوں شخص ہلکے جلدی ہوئے میر خیال ہے کہ ہشتکاری اور باغبانی کے اس ذوق میں بڑھیا بڑھیا میں حضرت ابوذر کے اندر ہم پاتے ہیں اس میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس غاذائی ذوق کو بھی غائبانہ نقل کیا کہ ان ہی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے غاذان سے بڑھیا ہشتک۔ مہذبہت میں اور کوئی تھا۔ بہر حال بڑھیا میں آپ کے ساتھ ایک تو آپ کی حرم مقرر اور دوسری آپ کی صاحبزادی صاحبہ تھیں۔ کیونکہ بچے تو بہت پیدا ہوئے لیکہ عورتا کسی میں وفات پاگئے عبد میں ابو نعیم نے جو کہ مرنے کے متعلق آپ کا ایک عجیب فقرہ نقل کیا ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ ابوذر آپ کے بچے زندہ کیوں نہیں رہتے آپ نے فرمایا۔

الحمل للہ الذی یاخذہم فی دار الفناء ویدخرہم فی دار البقاء
 تھوڑا سا عرصہ میں ان کوئی کوئی لے کر لے جاتا ہے
 جانی ہے اللہ کے لئے ان کو ذخیرہ بنا دے

”شاگرد! ہر حال میں شکر کا مقام حاصل کر لیتا ہے“ اور صبر تو اپنے تمام شرابوں کے ساتھ وہ اپنی جگہ پر قائم ہی ہے۔ اولاد کے لئے لوگوں نے آپ کو دوسری بیوی کر لے گا بھی مشورہ دیا، لیکن راضی نہ ہوئے۔ آخر عمر میں آپ کا خاندان وہی رہا۔ وہ تو رہی اور بیٹی، اور خود آپ کی ذات سے ۸ بارت تھا۔ انگریز رنجہ والی وادی میں ایک سترست تختی نہ مہاراجا کمزراست اپنی زندگی انھیں سامانوں پر گزار رہا تھا۔ اور خوش تھا کہ دنیا کے تمام مسکینوں سے اسے شجاعت مل گئی تھی۔ شہروں کے شورو غوغا سے الگ ہو کر روحانی مسرتوں کی لذت اندوزیوں میں باطنیان بہت خوشحال تھے۔ اس میں گروہ موجود حالت سکنت و انقباض کی تھی لیکن ثروت نظر دہن سے چھپا ہوا ہے دریافت کرو جو کسی کی نگرش مست لی نہائی عمیق ہے ہوں اور کسی کے باہر سے دل و جان کو خراب کہتے ہوں کہ وہ کیلہنت ہیں۔

غلام نگرست تو پادشاہت خراب بادشاہت تو ہو شیار اشد ہر حال تبتہ میں آپ کے پاس جو کچھ تھا اور دوس کے نزدیک وہ کافی ہو یا نہ ہو لیکن ان کے حقیقی دل نے ہمیشہ اس کو کافی خیال کیا۔

تمام کے گروہ جیب بن سلسلہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا اور کچھ بھیجا۔

اس میں بھائی صاحب مختلف چیزیں تھیں جن میں ان سے دے دیئے لیکن حضرت ابو ذر نے قاسد کو جواب میں کیا کہا۔

”اے اشراف! تم ان ہی ایسی جیب کے حوالے کر دینا اور کہنا کہ کیا ان کو کچھ سے زیادہ غریب آدمی نہیں تھا، خداوند کے فضل سے میں ایک سالہان رکھتا ہوں جس کے سایہ میں تمام کرنا ہوں

ربیعہ میں حضرت ابو ذر کے ہاں بہت سے ہمان آکر رہے تھے رات
 رات تھا آپ خود اٹھے اور جس قدر بکریاں تھیں ایک ایک کر کے آپ نے
 سب کا دودھ خوب پوٹ پوٹ کر نکالا حتیٰ کہ کوئی تھن باقی نہ رہا۔ اس کے بعد
 گھرتے جا کر کچھ کھجوریں لے آئے۔ جو کچھ دودھ تھا اس کو اور کھجوریں کوٹے کر
 ہماؤں کے سامنے حاضر ہو گئے اور نہایت درناک لہجے میں آپ نے ان کو
 سامنے بٹھا کر فرمایا: "اے ہمان! اس سے بہتر چیز اگر میرے پاس ہوتی تو میں اُسے
 آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا" ہماؤں کی تعداد وہیں کہ زیادہ تھی اس لئے
 نہ تو دودھ ہی کا ایک قطرہ بچا اور نہ ایک کھجوری باقی رہی۔

وہی کا بیان ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات
 میں کوئی چیز اپنی زبان پر نہیں رکھی بلکہ عرضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صرف
 یہی نہیں بلکہ آپ کی پیروی و اطاعت تھی۔ حقیقت میں ہے کہ عیسیٰ بن عیلا الغزالی
 لہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے ابو ذر کو دیکھا کا بیان دیا کہ۔

يَحْلِبُ عَنْيَمَةً لَهُ قَلِيلًا لِّبَعِيرٍ | اے لڑیہ! دودھ کا تھوڑا سا ہے چھ
 وَاصْيَافَهُ قَبْلَ نَفْسِهِ | بٹے پٹھانوں اور ہماؤں پر خیمہ کرنے کے۔

اور وہ واقعہ تو کڑی ہی چٹا کہ ہمان کو سیر کرنے کی غرض سے آپ نماز میں شامل
 ہو گئے جب اس کا پیٹ بھر گیا۔ تب نماز سے فارغ ہو کر اس کے ساتھ ٹھیک پہنچے
 یہ واقعہ بھی ربیعہ ہی کا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملنے کی ایسی بات اور سیر سے گزرنے کی
 کہ جو آپ کی سچی آرزو تھی۔ وہ یہاں بخوبی پوری ہو رہی تھی وہ فرصت میراثی میں کے

بعد یک سوئی دیک کے ساتھ ع
 بیٹھے رہیں۔ نصیر باناں کے ہاتھ
 سے ان کو کون روک سکتا تھا، صاحب "عید"

مگر بہر اس سے ناقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خاص کر بصر
 سے بقصد رتبہ اس لئے روانہ ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان
 مشاغل کو آپ کی حرم محترمہ صاحبہ سے دریافت کروں، جن میں رتبہ کی زندگی
 گزری، بیوہ محترمہ صاحبہ نے ان کی مصروفیت کا صرف اس قدر جواب دیا۔
 کان النهار اجمع یتفکر ۱۔ ان ہر شخص پر نظر میں کرتا۔

لیکن قرآن کے ابتدائی ایام میں جو خدا کی مرضی، عدم مرضی کے علم حاصل
 کرنے سے قبل خود اپنی دل سے رات رات بھر اپنی خود ساختہ ناز پر حاکم رہا ہوا
 اور اتنے اہٹاک سے پڑھتا ہوا کہ آخر میں بے ہوش ہو کر گر کر پڑنا ہوا، رسول
 کو کیا حال ہو گا اس کا جب وہ سب کچھ جانے کے بعد وہاں جانے کے لئے
 تڑپ رہا تھا، جہاں جانے سے سب ڈرتے ہیں، امر اور بنی امیہ کے مستقل کبھی
 یہ بھی فرماتے۔

نے، ام ابی اسید سے سارا دل اس وقت پر وہی منہ ہے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجلس
 سے اجازت لے کر خدا اپنے آپ کو کچھ سنا لیا، یہ کیا ہی عجیب یہ چوں کہ ان کی وجہ سے حضرت عائشہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ایک خاص جذبہ میں غواغوا کی رہ گئیاں، پس یہ کہیں صاحبہ
 جس بعد از ان کے طے ہے کہ قرآن اور عمارت بنی الحکم بنی الحکم نے عہد شباب میں نبی
 پر سے عرق حاصل کیا، انہوں نے حضرت ابوبکر کے لئے وہ چندان ہیست نہیں رکھتے تھے، حضرت
 ابوبکر ہیں، یہ ان کا سب سے بڑا حق تھا، ان کا سب سے بڑا حق تھا، ان سے وہ بدلیں نہ
 فرماتے، حضرت عمرؓ کو ان کے غیروں کی باتیں دیکھ کر ان کے لئے ایسی ہیستیں تھیں، ان کے لئے
 حضرت ابوبکرؓ کا خاص ہر ایک اس لئے ہے کہ وہ ان کے لئے ایسی ہیستیں تھیں، ان کے لئے

”مجھے یہ نقل کی دھکیاں دیتے ہیں، وہ کہ اب زمین کا پیٹ اٹل

ہوئے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ گریح

مجھے ڈراتے ہر موت سے کیا میں زندگی ہی سے ڈر چکا ہوں

”سچ فرماتے ہیں کہ جو زندگی سے ڈر گیا، پھر اُسے کس چیز سے کوئی کیا ڈر سکتا ہے؟

پچھلی زندگی، آخرت کا خیال، رقبہ کے اس عالم نعمت میں آپ پر اس درجہ

مسلط تھا کہ آخر میں اس نے جذب کا رنگ اختیار کر لیا تھا، شاید یہ ایسی جہل

اثر کا ثمر تھا جو بن سہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ کبھی آپ یہ بھی فرماتے کہ میری

پتلی ہونے والی ہڈیاں اور سپید ہونے والے بال اُمید نہیں کرتے کہ میں

عینی علیہ السلام سے ملاقات نہ کر سکوں، ”مطلب یہ تھا کہ گریہ مرنے کا

وقت قریب آگیا ہے، لیکن میرے خیال میں قیامت اس سے بھی زیادہ قریب

سہم ہوئی ہے اور ممکن ہے کہ عینی علیہ السلام جن کے نزول کی خبر قریب قیامت

میں دی گئی ہے، انت سیری ملاقات ہو جائے۔

”فرض یہاں جو کچھ بھی خیال رہ گیا تھا، وہ آئندہ کا تھا نہ دنیا والوں کے

زیادہ ملاقات ہوتی تھی، نہ ان کے ساتھ کوئی معاملہ پڑتا تھا، البتہ بعض واقعات

ربذہ کے بعد بھی پیش آئے جن سے ممکن تھا کہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا، لیکن

آپ نے جس طرح اُسے ”اللا“ وہ اپنے اندر عجیب و غریب نتائج رکھتے ہیں

ختم شام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمنوں کی ناکیں اس سے داغ

اور مجروح اس وقت بھی ہوئی تھیں اور اب بھی مجروح ہیں۔

پہلا واقعہ اور اطاعت عثمانی کی پہلی نظیر

میں کچھ چکا ہوں کہ ربذہ کے

ہاں آپ کے زمانہ میں ایک

جیسی غلامِ اہلباش امانی تھے جس طرح دنیاوی معاملات ان کے سپرد تھے
بعد جاچکات کاتعلق بھی ان ہی سے تھا۔ یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابوذر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں آکر سکونت فرما ہوئے تو آپ بھی نماز کے لئے
سیدہ زینبؓ کے گئے جب جماعت کھڑی ہو گئی تو ہاشمؓ نے اپنے غلام
ہمنے، اور شرفِ صحابیت سے محروم ہونے کے اگے بڑھنے سے رکتے
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا اگر اگے
بڑھو! جس طرح پہلے نماز پڑھاتے تھے اب بھی پڑھاؤ! معتقد اقدس یہ تھا
کہ اگر یہ تم غلام جیسی ہو لیکن جب اور الامام غلیطہ برحق نے تم کو امیر بنایا
ہے تو میں بھی تمہیں امیر سمجھتا ہوں! بیساکہ خود بعد کو آپ نے فرمایا۔

”کہ مجھے رسول اللہ اصلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر
جیسی غلام بھی مجھ پر امیر بنایا جائے تو مجھ پر نا، ہے کہ میں اس کی
باتیں سنوں اور اس کی فراموشی کروں۔“

گویا اس خواب کی تفسیر بندہ میں آکر پوری ہوئی۔ اور یہ ایک اتفاقی
بات تھی کہ آپ کے ربذہ آنے سے پہلے یہ غلام یہاں کے امیر تھے۔ یہیں کوئی
یہ نہ سمجھ جائے کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے بعد
اسے وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔

اے میری نازیدہ میں جتنی خود صحبت اور بھی بہتے تھے عادیہ کی جیسے یہی بات کہ وہ کاہن
خدا میں کہلائے۔ نازیدہ جی میں کہ جو بختیاری است کا کہ ہے۔ منافقہم بھی کہ کھنیز اور عادیہ
کا تعلق انہیں کر سکتا لیکن یہ کہ امرن سفید بر یہی کہہ یا جیٹہ کہ بندہ معترقا اس کے لئے کہ
موضع حد فیہ الامیر فہو معترقا! ہام محمد کا غرض ہے، یہ غلیطہ کہ ہاشم یہاں کے امیر
مجھے جانتے ہیں سہ ۱۱

اطاعت کا دوسرا واقعہ | عبداللہ بن سبا کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت معاویہؓ کی شکایت کی بناء پر خلیفہ

اسلام نے حضرت ابوذرؓ کو شام سے مدینہ بلوایا اور کعب احبار سے مناظرہ کرایا۔ حتیٰ کہ انہی وجہ سے اب وہ گاؤں میں جا کر عزلت گزین ہو گئے ہیں۔ اس کے کارندوں نے اور بھی نمک مرچ ملا کر اس واقعہ کو غلط آب و رنگ کے ساتھ اس کے سامنے ظاہر کیا تو اس کو فوراً خیال گزرا کہ ایسی صورت میں حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمان سے بدظن کرنا آسان ہے، مسئلہ کنز پر نزاع موجود ہے، اسی کو کسی عمدہ صورت میں پیش کر کے ان کو مخالفت پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ ابوذرؓ کا تقدس و درجہ عام طور پر مسلمانوں میں مستحکم ہے اور خود اس کے ساتھ ایک بڑا قبیلہ غفار کا ہے۔ کیا عجب ہے کہ ان کو شریک کار بنالینے کے بعد ہماری سازش مکمل ہو جائے۔ اور جو آگ میں نے تیار کی ہے اس کے شعلے ابوذرؓ ہی کے ہاتھ سے اسلامی آبادیوں تک پہنچا دے جائیں۔ ان فرض اسی قسم کے یہودہ خیالوں کو سامنے رکھ کر اس نے ایک وفد تیار کیا بقول ابن خلدونؒ سرخیل وفد خود ہی ہوا۔ کوفہ میں اس مفد وفد کا نظام مرتب کیا گیا اور یہیں سے سیاحوں کو ان بد باطنوں کی جماعت رہنہ روانہ ہوئی۔ بطور ہمانوں کے یہ لوگ آپ کے دولت خانہ پر آکر ٹھہرے۔ آخر موقع پا کر ایک شخص نے اس طرح تقریر شروع کی۔

”اے ابوذر! اس شخص (عثمان) نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا کیا، (یعنی

آپ کے ساتھ اتنی بدسلوکیاں کیں کہ ہم اس کی تفصیل بھی نہیں کر سکتے)

پس کیا آپ تیار ہیں کہ اس کے خلاف میں آپ بغاوت کا پھریرا بلند کریں

ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جتنے آدمیوں کی ضرورت آپ کو ہوگی، اس کا
پورا انتظام کیا جائے گا، آپ صرف جھنڈا بلند کر دیجئے۔

طبقات میں ان کی تقریر کا صرف اسی قدر حصہ مذکور ہے، لیکن یہ مفید ہیں
جس درجہ شاطر و عیار تھے، اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ جو کچھ نقل کیا گیا ہے
اس سے کہیں زیادہ باتیں انہوں نے کہی ہوگی۔

بہر حال ان کے کان منتظر تھے کہ امید کی بیج بہائے ابوذرؓ کی جنش سے
عنقریب طلوع ہونے والی ہے مگر یہ ان کی بد عقلی تھی، انہوں نے ابوذرؓ کو بھی
العیاذ باللہ ان حواس باختوں میں شمار کیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شہادتوں پر عبد اللہ بن سبا کی افتراء پر دازیوں کو ترجیح دے کر دانا و نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے رنگین قبا ہوئے، یا جو آج ان ہی مختلف روایتوں
کے گورکھ و صندوق میں چھنس کر امت اسلامیہ کے سب سے بڑے حیا پرور
انسان پر شرمناک حملے کر رہے ہیں ما لہم بہ علم ولا لا بائٹھ کبریت
کلمۃ تخرج من افواہهم ان یقولون الا کذا بالعصر حال کے کچ فہوں
بھی سنا چاہئے کہ اس نامراد جماعت کو حضرت ابوذرؓ کی جانب سے کیا جواب ملا۔
آپ نے ان کی تقریر سننے کے بعد فرمایا شروع کیا۔

مجھ پر یہ بات ہرگز نہ پیش کروا دیکھو اپنے بادشاہ کو ذلیل و رسوا
نہ کرو! میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جس نے اپنے بادشاہ کو ذلیل و خوار کیا
اس کے لئے توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیا جاتا ہے۔

نہ اکی قسم عثمانؓ مجھے اونچی سے اونچی لکڑی یا بلند سے بلند پہاڑ پر بھی
چڑھا کر اگر چھانسی دے دیں گے تو میں اسے مانوں گا اس حکم کے آگے

سر تسلیم خم کر دوں گا، صبر کروں گا اور خدا سے اس صبر پر ثواب کی امید رکھوں گا میں سچ کہتا ہوں کہ اگر عثمان ایسا کریں گے تو میں اپنے لئے اسی کو بہتر سمجھوں گا، اسی طرح اگر عثمان آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک مجھے دوڑنے کا حکم دیں گے، یا جہاں سے تہنہ آوگتا اور جہاں جا کر ڈوبتا ہے اس کے درمیان میں مجھے چلنے کا امر کریں گے تو میں اسے مانوں گا، سنوں گا، بجالا دوں گا، اور صبر کروں گا اور اس صبر پر خدا سے ثواب کی امید رکھوں گا، اور اپنے حق میں اسی کو بہتر خیال کروں گا۔ اسی طرح اگر وہ مجھے گھر میں رہنے دیں گے (تو ٹھیک جس طرح گزشتہ باتوں میں میرا حال ہوگا) اسی طرح اس حکم کو بھی مانوں گا، سنوں گا، اس وقت بھی ان کا مطیع ہوں، فرماں بردار ہوں اور اسی کو اپنے لئے بہتر سمجھوں گا۔ صبر کروں گا اور خدا سے اجر کی امید رکھوں گا۔

یہ تقریر جس بلخ و موثر پیرائے میں ابو ذرؓ کے اندرونی جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ سرکشوں کے ہوش اڑ گئے ہوں گے، امید محاذنت تو کجا خود انھیں اپنی جان کے لئے پڑ گئے۔
اللہ اکبر جو شخص اپنی سی اونچی لکڑی کی پھانسی کو، اور گھر میں رہنے کو برابر خیال کرتا ہو، دونوں فرمانوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہو، اس کو وفا شناریوں کی کوئی حد ہو سکتی ہے؟

اس تقریر کے پڑھ لینے کے بعد کون دیوانہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ خلیفہ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے صاف

نہ تھا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ حضرت ابو ذرؓ کی صفائی میں اب اس سے زیادہ اور کیا چیز پیش کریں۔ کیا لفظوں میں اس سے زیادہ اور بھی کوئی بالاتر قوت انسانی ہے برکت کی برات کو اس سے زیادہ صاف نکھرے ہوئے رنگ میں پیش کر سکتی ہو واللہ علی کل شئی قدا یر۔ جن کی نگاہیں تنگ اور ظرف چھوٹے ہیں ان کو ان زور آور لفظوں کی معاونت سے چاہئے کہ اسے وسیع کریں۔ الحاصل باغیوں نے ربہ کی درویش کی جس وقت یہ حالت دیکھی ہکا بکا ہو کر رہ گئے اور اسی وقت انھوں نے راہ گریز اختیار کی۔

اس واقعہ کو عوف شیبانی سے امام احمد نقل فرماتے ہیں
تیسرا واقعہ عوف کا بیان ہے کہ۔

ایک شخص شخصہ تھا کف لے کر حضرت ابو ذرؓ کے پاس ربہ آیا جب وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ آپ بقصد حج مکہ مکرمہ تشریف لے گئے (مسند) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ربہ آنے کے بعد کا ہے لیکن طبری میں ہے کہ واقعہ طلحہ کا ہے جس وقت حضرت ابو ذرؓ ربہ نہیں آئے تھے اس شخص نے بھی کعبہ کی طرف اپنے اونٹ کی ہمار پھیر لی، ان سامانوں کے ساتھ جو ان کے لئے لایا تھا مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ آخر منیٰ کے میدان میں حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ کی زیارت اسے نصیب ہوئی۔ اور اس وقت سے وہ بھی آپ کا شریک صحبت ہو گیا۔

دہی کہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ منیٰ ہی میں تھا، کہ یکایک غل ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں بجائے دو رکعتوں کے چار رکعتیں پڑھیں یعنی بجائے قصر کے نمازیں پوری پڑھیں۔ (عاشیہ امینہ ص ۱۶۱)

چوں کہ یہ بالکل جدید واقعہ تھا، اس لئے صحابہ میں برہمی پھیل ہی تھی
عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک طرف آئیں
مشورے کر رہے تھے۔ بار بار عبداللہ بن مسعود کی زبان پر یہ فقرہ آتا تھا۔
خلیت خطی من اربع رکعات رکعتان متقبلتان (بخاری) کا شہ پار۔
رکعتوں کے ثواب سے مجھے وہی رکعتیں جو خدا کے نزدیک مقبول ہیں وہی ملتی ہیں
لیکن خلیفہ وقت کی اطاعت کو ان کی دقتیں رومانی بعید ہیں اس قسم کی
مسائل پر ترجیح دے چکی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے عبدالرحمن کو جو آخری جواب دیا تھا وہ یہ تھا۔

الخلاف شر قد بلغنی اندھلی | خلاف برہا بات ہے مجھے خبر ملی کہ حضرت عثمان نے
اربعا فصلیت اصحابی اربعاً | چار رکعتیں پڑھی ہیں اس لئے میں نے بھی چار پڑھیں
ہمارے مجذوب پھر مسرت درویش کو بھی جب یہ خبر ملی تو ابتدا میں اس پر

لے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چار رکعت پڑھی تو عبدالرحمن بن عوف نے آکر
پوچھا ہے کہ تم نے ایسا کیا کیا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نے بعض لوگوں سے
سنا کہ میں نے کچھ لوگ اور یمن گنواہ مدائن نے اپنے ملکوں میں جاکر شہرہ کر دیا ہے کہ نماز مقیم کے لئے بھی
دو دو رکعتیں ہی ہیں یعنی دو ظہر کی اور دو عصر کی کیوں کہ امیر المومنین یوں ہی پڑھتے ہیں۔ یہ ایک
سخت غلط فہمی ہے۔ اس لئے اقامت کی نیت کر کے چار پڑھ لی اور وہ اس اقامت کی یہ ہے کہ میں نے
نہا میں پلج کر دیا ہے۔ اور یہاں سے حائل قریب ہے جہاں میری جائیداد بھی ہے۔ اس کی بھگوانی کئے
بھی یہاں اقامت کر لیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمن نے اس پر پھر معارضہ کیا جس کا جواب حضرت
عثمانؓ نے دیا کہ ”یہ میری رائے ہے“ حائل یہ ہے کہ اقامت کی نیت سے جب آدمی مقیم ہو جاتا ہے
تو حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا جاتا رہتا ہے ۱۲

(عائشہ رضی اللہ عنہا)

غصہ طاری ہو گیا اور سخت غیظ میں آ کر جھلا کر فرمانے لگے ۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں نماز پڑھی آپ نے ہمیشہ دو رکعتیں پڑھیں (یعنی قصر کیا)۔ پھر ابو بکرؓ نے بھی ”وہی پڑھیں“ عمر فاروقؓ کے وقت بھی ہوتا رہا“

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد آپ نے کچھ سخت الفاظ بھی استعمال فرمائے غیر مروجہ کچھ کہا ہو ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ انجام کیا ہوا ہے اور خود کہا کرتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اٹھ اٹھ کر آپ نے بھی چارہی رکعتیں ادا کیں (یعنی قصر نہ کیا) لوگوں کو آپ کی اس شور آشوری اور پھر اس بے عملی پر سخت تعجب ہوا ایک شخص وہیں بیٹھا ہوا تھا اس نے فوراً بوجھا۔

”کہ یہ آپ نے کیا کیا جس فعل پر آپ ابھی ابھی امیر المؤمنینؓ کی شان میں سخت دست دنا رہے تھے کس قدر عجیب ہے کہ کھڑے ہو کر پھر اسی فعل کے خود مرکب ہوئے“

حضرت ابو ذرؓ نے اس کے جواب میں وہ باتیں فرمائیں جو حق نبیوںؐ کے ایک روشن شمع ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک سلطان ہونے والا ہے دیکھو! اس کو کبھی ذیل و رسوا نہ کرنا، جس شخص نے اس کی ذلت کا ارادہ بھی کیا اس نے اسلام کے طوق کو گردن سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ اس کی دعا کبھی مقبول نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس رخنہ کو جو اس نے اسلام کی دیوار میں پیدا کر دیا ہے بند نہ کرے اور وہ اس رخنہ کو کبھی بند نہیں کر سکتا ہاں اگر پھر اس سلطان کی اطاعت و فرمان برداری کی طرف رجوع کرے گا تو پھر ان لوگوں میں وہ شمار

کر لیا جائے گا۔ جو اس کی عزت پہلے سے کر رہے تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

امرونا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان لا یغلبونا علی
ثلث ان تامر بالمعروف
ونہی عن المنکر ونعلم الناس
السنن

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ
یہ لوگ (خلفاء، تین باتوں پر غالب نہ آنے پائیں،
امر بالمعروف (یعنی اچھی باتوں کی تعلیم دینے سے اور
نہی عن المنکر (برائی باتوں سے لوگوں کو روکنے سے)
اور یہ کہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز و
روش کی تعلیم دینے سے ہمیں نہ روکیں۔

اس واقعہ سے ذیل کے نتائج باسانی نکل آتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوذرؓ نہ صرف دنیاوی معاملات میں حضرت عثمانؓ کی پیروی کو اپنے
لئے واجب سمجھتے تھے بلکہ دینی حیثیت سے بھی حضرت عثمانؓ کی رضا کو امور واجبہ
(کہ قصران کے نزدیک واجب ہے) ترجیح دیتے تھے۔

(۲) باوجودیکہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ جماعت میں شریک نہ تھے۔ لیکن محض
اس خیال سے کہ جب خلیفہ نے چار رکعتیں پڑھیں تو اب ہم پر بھی اس فعل کا
کرنا ضروری ہو گیا آپ نے تنہائی میں بھی اپنی نمازیں پوری کیں۔

(۳) آپ نہ صرف دنیاوی عزت بلکہ دینی و اخروی عزت کو حضرت عثمانؓ
کی عزت کے ساتھ وابستہ خیال فرماتے تھے میں نہیں سمجھتا کہ اس واقعہ سے
یہ نتائج کیوں نہیں نکل سکتے پس غور کر لینا چاہئے کہ جب ایک مقدس و
بزرگ صحابی بھی اپنی دینی عزت کا مدار حضرت عثمانؓ کی عزت پر سمجھتا ہے
تو جو دیک نہ صحابی ہیں نہ تابعی ان کی نجات و اعزاز کی کیا صورت ہوگی جبکہ

وہ اپنی ہر بات میں عثمانؓ پر طعن و شاعت کرنے کو اپنا شیوہ قرار دے رہے ہیں۔

الغرض اس واقعہ کے پیش کرنے سے مجھے حضرت ابو ذرؓ کی اعلیٰ کی ایک تصویر آثار فی حق اور الحمد للہ کہ وہ پوری اور صاف اُتری۔

یہ الگ بحث ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایسا کیوں کیا؟ فقہ میں اس واقعہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے میرا فرض چونکہ اس قسم کے مسائل کی تفصیل نہیں۔ اس لئے میں اس پر مفصل بحث نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک سفر میں قصر ضروری نہ ہو جیسا کہ شوافع کا مذہب ہے کہ قصر رخصت شرعیہ ہے غزیمت اور اسقاط نہیں ہے اسے محض رخصت خیال کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ دیہات کے گنوار موسم حج میں اس سال زیادہ آگئے ہوں۔ ممکن تھا کہ اگر ظہر کی آپ دو ہی رکعت پڑھتے تو یہ لوگ گھر جا کر بھی دو پڑھنے لگتے اور سند میں حضرت عثمانؓ کے فعل کو بیان کر دیتے۔ اس مصلحت عام کا خیال فرما کر آپؓ نے اگر شریعت ہی کے ایک قانون سے نفع اٹھایا تو اس میں کیا حرج ہے

سلی نظروں میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن جن دلوں میں اجتہاد ہی بصیرتیں ہیں ان کی تحقیق یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ بھی قصر کو واجب سمجھتے تھے اور منیٰ میں اس وقت چونکہ آپؓ نے سفر کے ارادہ کو متبدل بقصر کر دیا تھا جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپؓ نے یہ نہیں کہا کہ سفر میں اتمام بھی جائز ہے اس لئے میں نے پڑھی بلکہ آپؓ کی ہر گفتگو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے کو مسافرت سے نکال کر مقیم قرار دینا چاہتے تھے اور اسی کے وجہ پیش

لہ حاشیہ لکھا بھی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس مصلحت کو بیاں بھی کیا تھا۔ ۱۲

کرتے تھے۔

اس کے بعد پھر اس معاملہ میں کوئی جان باقی نہیں رہتی اور تمام جھگڑے صرف غلط فہمیوں پر مبنی معلوم ہوتے ہیں جو اس قسم کے مسئلوں میں عام بات ہے۔

وفات ۳۲ ہجری ہجرت کا بیسواں سال اپنی ہستی فنا کرنے ہوئے اپنے اخیر چھینے ذی الحجہ میں قدم رکھ چکا ہے عرب و عجم کی بے شمار رو میں عشق الہی میں سرشار و مست ہو ہو کر مکہ معظمہ کے وادیوں میں پھیل رہی ہیں۔ عراق کے مسافر ذات عرق کے راستہ سے ربذہ کی پر فضا منزل سے گزر کر لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک کی دنگ از آوازوں سے ان دینی چھپی چنگاریوں کو بھڑکار رہی ہیں۔ جنھوں نے ابوذر کے سینہ کو آتش دان بنا رکھا تھا۔

ربذہ کے سامنے سے جو حاجی متانہ لباس میں پارہنہ گزرتا اگر اور کچھ نہیں کرتا تھا تو کم از کم ابوذرؓ کے دل کو ضرور روڈ ڈالتا تھا۔

خصوصاً اس سال کہ تمام ممالک محروسہ اسلام میں یہ اعلان عام طور سے شائع ہو گیا تھا کہ اس سال بھی مدینہ کا روحانی و جسمانی سلطان اپنے حقیقی میک قدوس کے آستانہ پر جبین نیاز جھکائے آئے گا یعنی عام طور پر یہ خبر ملک میں گرم تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حج میں بھی شریک ہوں گے۔

دور دور کے لوگ بیک کر شہ دوکار کے اصول کو پیش نظر رکھ کر کہہ منڈے چلے آتے تھے، کہ حقیقی و مجازی دونوں جلال و جلال کا نظارہ

ایک ہی سفر میں ملتا ہے مختلف ملکوں کے صوبہ داروں، دایلوں کے نام بھی پروانے جاری کئے گئے تھے، کہ اس سال خدائے واحد کی دربار میں آکر بیت اللہ کے خادم عثمان سے مل جائیں۔

الغرض اس سال کی مختلف خصوصیتوں نے عشق کے بازار کو بہت زیادہ گرم و تیز کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اسی حالت میں ربذہ کے درویش کی آگ بھی جس قدر اشتعال انگیز ہو کر بھسک رہی ہوگی اُس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی نتیجہ یہ ہوا کہ آخر بیماری دل نے کام تمام کیا۔ مدت سے آہستہ آہستہ سلگنے والی آگ دل و جگر کے ہر ریشہ میں پیوست ہو گئی۔ جو جسم انسانی تھا وہ از فرق تا بقدم انگارہ اور فقط انگارہ ہو کر دہکنے لگا حتیٰ کہ طاقت رفتار نے ساتھ چھوڑا۔ قوتوں نے جواب دیا اور وہ جو کہ سامان سفر میں ضرور تھا۔ بستر مرض پر یاس و ناکامی کی چند ٹھنڈی آہوں کے بعد اس طرح بیٹ گیا کہ پھر کبھی نہ اٹھا۔

دنیا نے سمجھا کہ کوئی مادی بیماری ہے لیکن جنہوں نے آپ کے حالات کا مطالعہ ابتداء سے کیا تھا وہ سمجھ گئے کہ جو چرکا مکہ کے کسی چبوترہ پر لگایا گیا تھا وہ اب گہرا ہو کر بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے حتیٰ کہ ضعف نے آپ کو اس درجہ مجبور کیا کہ باوجود قرب کے سب سے آگے رہنے والا سربراہ آج سب سے پیچھے رہ گیا یا رکھ لیا گیا، آپ جس خیمہ میں بیمار ہو کر پڑ گئے تھے اُس کے سامنے سے روزانہ حاجیوں کا قافلہ انگلوں اور اراموں کے ساتھ گزرتا۔ اور آپ کے دل پر وہ رہ کر چوٹ پڑتی۔ آرزوں کا دلولہ اٹھانا اور تن زار کی کڑوری گراتی ایک عجب کشاکش تھی ہر بن موسے گویا آواز آ رہی تھی۔

بے عشق و عرکٹ نہیں سکتی ہے اوریاں طاقت بقدر لذت دیدار بھی نہیں

ضعف کا یہ حال کہ دو قدم چلنا بھی دو بھر تھا اور حسرتوں کی وہ سینہ زو زیاں کہ جس طرح بھی ہوا براہیم کے سر پر چکنے والی بجلی یا فارانِ والی فار قیط کی روح کو متور کرنے والی بجلی ایک دفعہ دل و جان پر گونڈ مانی گزر جاتی؟

لیکن جہاں صرف اپنی خواہشوں کی پابندی ہو وہاں ان باتوں کو کون پوچھتا ہے، آہ کہ جس پر وہ جلال کے ناصیہ پر۔

ان اللہ غنی عن العالمین | اللہ تمام عالم سے مستغنی ہے۔
آتشیں حروف میں کھرا ہوا ہو وہاں "میں یہ چاہتا ہوں" کی آواز کون سنتا ہے
ابو ذر نے چاہا، لیکن جسے ابو ذر چاہتا تھا اس نے نہ چاہا پھر کیا مجال تھی کہ
ربذہ کا بیمار ایک قدم بھی آگے بڑھا سکتا تھا۔

آخر یہی ہوا کہ بیماری و نقاہت نے مجبور کیا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ
عنه اس پر شوکت جج میں شریک نہ ہو سکے، کیا کرتے تھاک کہ ربذہ کے
خیمہ میں پڑ گئے۔

ربذہ کے باشندے ایک توہوں ہی تھوڑے تھے اس پر کل سرکاری
آدمی ان بیچاروں کو کیا علم تھا کہ انقی غیب میں کیا مستور ہے حضرت عثمان
کی آمد کی خبر سن کر وہاں کے کل آدمی مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

ربذہ بالکل خالی ہو گیا۔ زندہ نفوس میں وہاں صرف آپ کا ایک
جسم بیمار اور آپ کے اہل و عیال رہ گئے اور بس۔ ادھر منارکٹ زیارت کے
دن بھی قریب آپ کے تھے کہ مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی بند ہو گیا
بیشک بھی سنان پڑی ہوئی تھی بلکہ

”
 سبحان اللہ کسی کی زبان سے کچھ نکل گیا تھا فقط اس کو پورا کرنے کے
 کیا کیا سامان ہو رہے ہیں۔ ابو ذر دشت سے بلوائے جاتے ہیں۔ مدینہ سے
 رنڈہ بھیجے جاتے ہیں۔ حج کے پہانے سے رنڈہ کو خالی کیا جاتا ہے۔ اور آہ کہ
 وقت بھی وہ رکھا جاتا ہے، کہ راہ کار اہی اور سڑک کا کوئی مسافر بھی میسر
 نہ آسکے۔ ع

”ایں ہمہ غوغا برائے نیم جانے می شود“
 کہ فعال لما یزید کی قوتوں کو مانو اور اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ۔
 خیر حب سارا سامان تیار ہو گیا دیکھ لیا گیا کہ شرائط جو زبان سے
 ادا ہوئے تھے، ٹھیک پورے ہو چکے ہیں کہ یکایک اسی ہو کے میدان
 میں جہاں پسند جانوں کے علاوہ دور دور تک شاید کوئی پر مارنے والا پنڈ
 بھی موجود نہ تھا۔ رنڈہ کی صوفی خیمہ والی کالی تیمار دار عورت (یعنی حضرت ابو ذر
 کی حرم محترمہ) ایک چنچناری خدا جانے انھوں نے کیا دیکھا اور کس کو
 دیکھا۔ مگر فوراً جچکیوں میں لی ہوئی نرم آواز میں حضرت ابو ذر کے بسترے سے
 آواز آئی ”تم کو کس نے رلایا“

بیوی صاحبہ۔ تمہارا وقت قریب آ گیا ہے اور میں عورت ہوں،
 اتنی قوت نہیں کہ اس پتھر لی زمین میں تمہارے لئے... کھود سکوں گی۔ اور
 آہ کہ گھر میں ایک دھبی بھی نہیں جس میں تمہیں پیٹ کر... کر سکوں گی۔
 حضرت ابو ذرؓ یہ سن کر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ان سامانوں کا
 جو اصلی منشاء تھا اس کو ان الفاظ میں ظاہر فرمانے لگے۔

”مت رد“ اس لئے نہ رو، میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ قطعاً تم

لوگوں میں سے ایک شخص ایک پٹیل سنان وادی میں جانے لگا جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا۔ اور میں اس دن سے اندازہ کر رہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ تھے ان میں سب کے سب کسی شہر یا آبادی میں وفات پا چکے اور اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ جو اس وقت اس وادی بلیسی میں دم توڑ رہا ہوں۔ بس جا! راستہ پر جا کر بیٹھ۔ مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آہی ہوگی۔ کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

بیوی صاحبہ۔ خدا جانے اب لوگ کہاں سے آئیں گے ماجیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو چکا تھا۔ راستہ بالکل سنان پڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم جاؤ تو وہی جا کر دیکھو بھی تو۔

مجھنے واؤں کو اب جا کر معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا تھا عجب سرد و ستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کے لئے ہو رہا تھا۔ غفار کا بہادر جوان صید گاہ عشق میں کودا تھا۔ اس پر جو تیر چلایا گیا تھا آج جا کر نشانہ پر بیٹھتا ہے۔

روتی دھوتی۔ یاس و ناکافی کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ ابھی اور سرک کے کنارے آکر بیٹھ گئیں۔ مایوسانہ نگاہیں افق تک پھیل کر کسی چیز کو انتہائی بے کسی کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں۔ اور پھر ناکامیوں کے ہجوم میں واپس آجائیں۔ یہ سلسلہ آمد و رفت کا اسی طرح قائم تھا کہ یکا یک میتدائے چہرے سے نقاب اٹا گیا اور اس کی خبر گرد و غبار کی صورت میں ایک جانب سے آگئی۔ بیوی صاحبہ کا اس وقت کما حال ہوا ہو گا لیکن کی ضرورت نہیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۵
 پردہ چاک ہوتا ہے۔ اور اندر سے گردنیں اٹھائے اونٹوں کی
 ایک قطار انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نمودار ہوئی۔ ابن سعد کا بیان ہے
 کہ وہ اس طرح ارٹے چلے آ رہے تھے کہ گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں
 زماٹے بھرتی ہوئی آ رہی ہیں۔ عربی عاموں والے شترسوار گردوغبار میں
 ڈوبے ہوئے اس پر سوار تھے آٹا فائوہ لوگ بیوی صاحبہ کے سر پہ
 پہنچ گئے۔ ان لوگوں کی یکایک نگاہ آپ پر پڑی۔ اس عالم تنہائی میں ایک
 عورت کا اس طرح سے کھڑا ہنا حیرت میں ڈال دینے کے لئے کافی تھا۔
 نیکلیں ڈھیلی کر دی گئیں اونٹ روک دئے گئے۔ جو آگے تھا اس نے
 آپ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”بیوی صاحبہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں آپ پر کیا حادثہ گزرا؟“
 بیوی صاحبہ ”مسلمانو! ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے خدا کے لئے
 اس کے دفن کا سامان کرو“

اس کے بعد جو جملہ آپ کی زبان سے نکلا، دل کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے
 کیجیہ پاش پاش ہوا جاتا ہے بے نیاز کی بے نیازیوں کا مرقع کچھ اس طرح
 آنکھوں کے سامنے عیاں ہوتا ہے کہ دل بیٹھا جاتا ہے اللہ اکبر ابوذر
 راتوں کو پیشانی گھس گھس کر صبح کر دینے والا ابوذر، آہ کہ وہی ابوذر جس نے
 عشق دہرستی میں اپنی عمر کاٹ دی۔ توحید و سنت کی اشاعت میں دربدار
 پھرنے والا ابوذر! محض آسمانی محبوب کی رضا جوئی میں دولت و امارت سے
 کنارہ کش ہونے والا ابوذر! صرف اسی کی پوجا کے لئے آبادیوں کو چھوڑ کر جنگل
 کے پکھیر کی طرح زندگی گزارنے والا ابوذر! آہ کہ وہی ابوذر! آج ایک جنگل
 میں جان دے رہا ہے اور اس طرح دے رہا ہے کہ ان کی بیوی اللہ اللہ!

مسافروں کے سامنے اس لئے کھڑی ہیں کہ ان کے کفن کے لئے بھیک مانگیں۔
 غنی مطلق کی استغنائے مطلق کی یہ کار فرمایاں ہیں اس روحانی
 بادشاہ کی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں اور مقربوں صدیقوں کا
 زہرہ آب ہوا جاتا ہے۔

”اس بیچارے سلمان کے پاس کفن نہیں ہے خدا را ان کے کفن کا
 بھی سامان کرو۔ خدا کے یہاں اجر پاؤ گے۔“
 شتر سوار نے پوچھا کہ وہ کون آدمی ہے۔ آواز آئی
 ”ابو ذر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“
 یہ سن کر ہوش اٹھ گئے۔ حواس ضبط ہو گئے۔ کہرام مچ گیا۔ سننے والوں نے
 شور برپا کر دیا غل تھاکہ !

”وہ! ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، وہ! ان پر ہمارے

ماں باپ قربان ہوں“

ادھوٹوں کی پیٹھیں غامی ہو گئیں کوزے ان کی گردنوں میں لٹکا کر چنچے ہوئے
 گریاں و نالائقات و خیزاں مرہض کے غیمہ کی طرف دوڑ پڑے

حضرت ابو ذرؓ نے بیوی صاحبہ کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا اور فرمایا۔

”بیمبی ایک بکری ذبح کرو اور ذرا اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو۔

گھنٹھیں جہان آسے ہیں جب وہ مجھے دفن کریں تو تم ان سے کہنا کہ ابو ذر

نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک نہ کھائیں اپنی سواریوں پر

سوار نہ ہوں“

لے یہاں تک واقعات طبقات ابن سعد سے اخذ ہیں۔ مذاہد وغیرہ میں بھی موجود ہیں ۱۲

لے تاریخ طبری ج ۵۔ ص ۵۸ مطبوعہ مصر

اس کے بعد فرمایا کہ ہمانوں کی ایک اور جماعت آتے والی ہے جو کھاتی پیتی نہیں لیکن خوشبو سونگھتی ہے ایک نافہ مشک کا پڑا ہوا ہے اسی کو نص کر پانی میں ملاؤ۔ اور تمام خیمہ پر اسے چھڑک دو۔ عنقریب وہ آنے والے ہیں۔ روح جسم کو چھڑ رہی ہے سکرات کی حالتیں طاری ہیں لیکن اس وقت تک جو خیال علی صورت اختیار کر رہا ہے وہ وہی ہے جو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ علم پر منطبق ہو جائے۔

خیل ابوذر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا تھا کہ ہمانوں کا اکرام کیا؟ پس گوجان نکل رہی ہے لیکن جو قول اس میں منجذب ہو گیا تھا اس پر عمل کرنا بھی ضرور ہے۔

خیر ہیاں تو یہ سامان ہو رہے ہیں اتنے میں آہ و بکا کی غوغا میں مشتر سواروں کی جماعت خیمہ کے اندر آگئی، مسلمانوں کی اس جماعت کو دیکھ کر جاں لب ابوذر کے بدن نے گویا ایک جھر جھری سی لی۔ یکایک حجتہ اولیٰ علیہ السلام آخری وصیت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم صابہا

۱۱ اَلَا فلیبلغ الشاہدا الغائب | دیکھو جو یہاں ہو جو وہ غیر حاضر لوگوں کو میرا ولی پہنچا ہے موت کی تمام سختیوں پر غائب آگئی۔ ان لوگوں کو دیکھ کر فرمانے لگے۔

”تمہیں خوشخبری ہے تم لوگوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ثرود سنا گئے ہیں (یعنی فرمایا تھا) کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے

کفن و دفن میں شریک ہوگی“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تصدیق کہ فلاں شخص مسلمان ہے یا فلاں جماعت مسلمانوں کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ جان بخش گرانمایہ ثرود

اور کیا ہو سکتا ہے اس کے بعد حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا:-

”ایک اور مردہ سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان دو بچے مر گئے ہوں یا تین بچے مر گئے ہوں اور ان کی موت پر انھوں نے ممبرے کام لیا ہو اور صبر پر ثواب کی امید لگائی ہو تو یہ دونوں ہمیشہ کے لئے آگ کے شعلوں سے جدا ہو گئے۔“

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے جو یہ حدیث بیان کی عموماً اس پر براہِ نمکخستہ کرنے والا تبلیغ کا جذبہ دیرینہ تھا۔ تاہم یہ بات البتہ قابلِ غور ہے کہ آپ نے خاص کر اسی روایت کو یہاں پر کیوں بیان کیا، میں اس کا قطعی جواب تو نہیں دے سکتا، پھر بھی قرآن و قیاسات کا مقتضی ہے کہ آپ کو یہ بھی جانا منظور تھا کہ دیکھو ابو ذرؓ! اس دنیا سے جاتا ہے مگر اپنے اعمال و افعال پر بھروسہ کر کے نہیں جاتا۔ اپنی صدقات و خیرات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد نہیں کرتا۔ ان چیزوں میں سے اس کو کسی پر غرہ نہیں۔ کسی پر بھروسہ نہیں۔ اں صحت ایک آس ہے کہ اس کے چند بچے مر چکے ہیں! الرحمہ الرحمن شاید اسی کو بخشائش و مغفرت کا ذریعہ بنا دیں فقط ایک یہی چیز ہے کہ جو ممکن ہے کہ رحمتِ ایزدی کو اس کی طرف متوجہ کر سکے اور اسی وقت پر کیا موقوف ہے! بسا اوقات لوگوں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا۔

| | |
|---------------------------|--|
| واللہ لوددت ان اللہ عزوجل | خدا کی قسم میرے دل کی یہ آرزو ہے کہ کاش! حق تعالیٰ |
| خلقنی یوم خلقنی شجرة | نے جس دن مجھے پیدا کیا (جیسا آدمی کے اگر میں ایسا درخت |
| تعصدا و توکل ثمرها | بن کر پیدا ہوتا کہ جو کاٹ دیا جاتا ہے اور جب تک |
| | کھڑا نہیں ہوگا اس کے پھل کھاتے |

اور یہ تو ایک صوفیانہ نکتہ ہے کہ موت سے پہلے جس قدر خشیتہ و خوفِ خدا اپنے دل پر

غالب کر سکتے ہو کرتے رہو۔ پر جب موت کی گھڑیاں سر پر آجائیں اس وقت بیم و
دہشت کو سینے سے باہر نکال کر صرف امید نجات و فوز و رحمت و مغفران سے
دل کو لہریز کرؤ شیخ المجاذبہ اس وقت اسی شکل میں مصروف ہیں۔

اس کے بعد آپ کے دل سے ایک شورش انگیز روح فرما، حوصلہ
گسل آواز اٹھی اور بعد حسرت و یاس اٹھی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا!

”اے کاش کو میرے پاس اتنے کپڑے ہوتے کہ میں اس میں سہا کر اسے کفن
بنالیتا..... تو پھر میں اس کے علاوہ اور کسی کفن کی ضرورت محسوس
نہیں کرتا۔

مگر..... (یعنی جو خدا کی مرضی یہی ہے کہ اپنے کفن میں بیٹھنا نہ جاؤں
اور آپ لوگ اپنا کفن دیں) اب آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں
خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جو شخص بھی کفن دے وہ نہ تو کسی صوبہ کا
ہو انی ہو اور نہ عریف ہو اور نہ ڈاکہ باز ہو“

اتفاق تو دیکھو کہ اس جماعت میں جتنے آدمی تھے۔ قریب قریب ایک
ان عہدوں میں سے کسی ایک پر ممتاز تھا۔ صرف ایک انصاری جوان البتہ
ایسا تھا جس میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ وہی بول اٹھا کہ مجھ میں آپ کی تمام
شرطیں پائی جاتی ہیں اور میرے تھیلے میں دو چادریں بھی نئی رکھی ہوئی ہیں۔
جن کے سوت میری ماں کے ہاتھ نے کاٹے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان
چادروں کو میری ماں نے بنا ہے۔ اور ایک چادر یہ ہے جو میرے بدن پر پڑی
ہوئی ہے۔ ملا کر تین کپڑے ہو جاتے ہیں جو کفن کے لئے کافی دوانی ہیں۔

لے عریف ایک جگہ کے اس مایہ ناز کے کہتے ہیں جو حکمت کے سامنے جماعت کا ذمہ دار ہو ۱۲

حضرت ابو ذرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

”ہاں تو تم میرے حسبِ منشاء ہو۔ بس انھیں کپڑوں میں مجھے گھنٹا“
اس گفتگو کے بعد اور کیا کیا باتیں ہوئیں، مومنین ان سے ساکت ہیں
ہاں حقیقت ہی میں ایک اور روایت موجود ہے۔ جو بظاہر بلکہ یقیناً اس روایت
کے مخالف ہے، حافظ ابن قیم نے زاد المسعود میں اس کے تضاد پر تنبیہ بھی
کی ہے، اور بنیر کسی جواب کے آگے نکلی گئے ہیں۔
لیکن میرے نزدیک راویوں سے اس میں چوک ہوئی ہے اقرب
الی الصحت اس کی ترتیب یوں معلوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد آپ نے
فرمایا کہ۔

”مجھے نہلا دھلا کر کمن پینا کر شرک پر جا کر ڈال دینا“ اور دیکھتے رہنا
سب سے پہلے سواروں کی جو جماعت گزرے ان کو ٹھیکہ کو کھنا کہ یہ
ابو ذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تم لوگ ان کے ذوق
میری یاد کرو“

۸۔ مردی الحجۃ | انا لله وانا اليه راجعون“ خدا کی ہر چیز خدا ہی طرف
جلنے والی ہے آخر وہ وقت عظیم آگیا، آسمانوں سے فرشتے
۳۲ ہجری | اتر پڑے اور اس خستہ ذنار سوختہ و بریاں جان کر جس نے
خدا جانے اس عنصری دور میں نشیب و فراز عالم کے کتنے حوادث دیکھے اور
خود اس قفسِ خاکی میں بند ہو کر کیا کیا کیا تھا۔

اسی کو لینے کے لئے دنیاوی غمخوئوں سے نجات دینے کے لئے قدسوں
کی جھڑپ میں موت کا فرشتہ مشکِ بہرِ خیمہ میں اپنے میسر بان کے
پاس پہنچ گیا۔

اسلام کے بعد خدا کی مرضی میں اپنی خواہشوں کو جذب کر دیا تھا ایک غیر کے کپڑے میں کفنایا گیا۔ جب وصیت آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور عام گزرگاہ پر لا کر رکھ دیا گیا۔

ادھر کوفہ سے استاد المسلمین، معلم الامۃ، فقیہ الاسلام حضرت جبرائیل بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے مع ایک جماعت کے مکہ مکرمہ کے ارادے سے قشریف لا رہے تھے۔

آپ کو اس المناک سانحہ کا علم تھا یا نہیں مجھے کیا معلوم۔ تاہم ظاہر حال یہ تھا کہ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے اونٹ کو بھگاتے ہوئے لا رہے تھے۔ قریب تھا کہ جس کا جنازہ بیکسی کے ساتھ راستہ پر پڑا ہوا تھا وہ سواری کے نیچے آجائے۔ لیکن یکایک آپ ٹٹھک گئے۔

جنازہ کو اس طرح پڑا ہوا دیکھ کر اپنے اونٹ کو روک لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ٹھہرایا۔ لوگ سڑک کے نیچے آنے والوں کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں کو دیکھ کر سامنے آگئے۔ اور اگر کہا

”ابو ذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے دفن میں

ہم لوگوں کی مدد کیجئے“

ایک زبردست دھچکا تھا جس نے اچانک ابن مسعود کی روح میں زلزلہ ڈال دیا۔ ابن عبد البر کی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چمچ مار بی۔ اور مجنونا نہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے۔ روتے جاتے تھے اور حالت وارسی میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے ”میرے دوست میرے بھائی“ اخیر میں فرماتے:-

”مبارک ہو تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ابو ذر

اکیلا ہی چلتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھے گا۔“

حتیٰ کہ کم از کم مرنے والا اگر اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا تو اپنے گھر کا کفن یقیناً لے جاتا ہے۔ لیکن ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حکایہ عالم ہے کہ کفن بھی اس کے ساتھ اپنا نہ تھا لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے نماز کی درخواست کی جنازہ آگے رکھا گیا۔ اس وقت کا نظارہ کتنا عظیم الشان اور دل ہلا دینے والا نظارہ ہو گا۔ سامنے اس کا جنازہ رکھا ہوا ہے جو اپنے محبوب سے اسی طرح ملنے جا رہا ہے جس طرح اسے چھوڑ کر آپ تشریف لے گئے تھے۔

جنازہ کا امام وہ شخص ہے جس کی مرضی دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی مرضی قرار دی گئی۔ اور جن کے عہد و علوم پر اعتماد کرنے کی وصیت خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو فرمائی ہے۔

اد وصفوں میں بشرین کی وہ جماعت ہے جن کے اسلام کی تصدیق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔ اور جن کا بیشتر حصہ ان لوگوں پر شامل تھا جن کے ملک سے عرب کے بنی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی خوشبو آئی ابن سعد کا بیان ہے کہ پہلا گروہ کل یامنیوں پر مشتمل تھا۔ ابن اثیر نے دونوں گروہ کے آدمیوں کے ناموں کی تفصیل بھی لکھی ہے میں بھی ان کی تفصیل اسی سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ اسود بن یزیدؓ۔ علقمہ بن قیس نخعیؓ۔ مالک بن الاشتر نخعیؓ

سے بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ سائب

مذکور ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ”تذوین نعم“ ۱۲

سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی یہ عجیب خصوصیت ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

حلالِ مہنتی۔ مارٹ بن سوید مہنتی۔ عمر بن عتبہ السلی۔ ابن ربیعہ السلی۔ ابو لفرج مہنتی۔ ابو ثانی مہنتی۔ سوید بن شعبہ قیس۔ یزید بن معاویہ قیس۔ واثق القریظ القیس۔ ابو مصد انشیا بانی۔

الغرض میدان میں بعد یکسی جو دم توڑ رہا تھا محض اس کی خاطر تھی کہ کوفہ کی زمین ہلائی جاتی ہے اور فقیہ الاسلام معلّم الامتہ کو زیر دستی کھینچ کر جنازہ پر لا کر کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ جاننے والے جانیں کہ جو خدا کے لئے مرنے والا ہے خدا اس کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔

مجھے بار بار حیرت ہوتی ہے کہ حج کا موسم جب ختم ہو رہا ہے ایام حج بھی گزر رہے ہیں ایسے وقت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکہ آیا ایک محض بے موقعہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کو اگر آنا تھا تو پھر خواہ مخواہ چند دنوں کے لئے انھوں نے حج کو کیوں چھوڑا۔ میں اس معرکہ کو کھل نہیں سمجھ سکا۔ پھر اس پر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ دیکھتے رہنا کوئی آنا ہو گا، عجیب اسرار میں جو علت و معلول کے سلسلہ میں کسی طرح درج نہیں ہوتے۔ رہ رہ کر میری زبان پر یہ مصرعہ جاری ہو جاتا ہے کہ اے زائرِ حرم غرض زمین طوف خانہ مصیبت

نماز کے بعد جنازہ اٹھا، کن کا ندھوں پر اٹھا، اور کس کا اٹھا چشم بصریت

(بقیہ سلسلہ گزشتہ) عام طور پر لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ مہرے سے جنازے کی نماز کوئی عالم دین پڑھاتا، لیکن قدرت نے حضرت ابو ذر کے لئے اسی آرزو کو عجیب طرح سے پوری کی کہ اسلامی دنیا کی سب سے زیادہ معتبر ترین شکل یعنی ”مہنفیت“ جس صحابی اور تابعیوں کے لئے سے اس تک پہنچی ہے اسی فقہ کے تینوں امام یعنی عبد اللہ بن مسعود، علقمہ اور اسود اب اس میں شریک ہیں ان بزرگوں کے صحیح مقام اگر جاننا چاہتے ہوں تو میری کتاب مذہب ندین فقہ میں دیکھئے ۱۲

دیکھے اور رشک و غبطہ کی موجیں دونوں سے اچھل اچھل کر نجات کی راہیں
ڈھونڈنے والوں کو تر پائیں۔

سب سے پہلی منزل کے دہانہ پر غفار کے سب سے بڑے انسان
کو لایا گیا قرینہ سے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور لوگوں کے ساتھ قبر
میں اترے۔ اتر کر اس سرچشمہ صدق و امانت کو جس سے زیادہ سچی زبان کا
انسان پر آسمان نے کبھی سایہ نہیں ڈالا تھا۔ اور نہ جس سے زیادہ صدیق
و راست باز لہجہ کو زمین نے اپنی پشت پر کبھی اٹھایا تھا۔ ربذہ کی ایک سکنج
عافیت اور شکم زمین میں ہمیشہ کے لئے مستور و مخفی کر دیا گیا اور وہیں آج
تک موجود و مودع ہے عام زیارت گاہ ہے۔ پس جو تنہا ہی چلتا تھا۔
تنہا ہی رہتا تھا۔ وہ تنہا ہی عرصہ بلاد آزمائش سے ہمیشہ کے لئے نصرت
ہو گیا۔ اور ربذہ کے سمیرا میں تنہا ہی سویا ہوا ہے تا اینکه جب اٹھنے کا
دن آئے تو وہ اس وقت بھی تنہا ہی اٹھے!

حقیقی بذب و سرمستی کا چراغ گو اس کے بعد گل ہو گیا۔ لیکن اس کے
بد بھی جہاں کہیں اس کی کچھ روشنی پائی گئی یا اس وقت بھی پائی جاتی ہے
وہ اسی کے فیض ریز شاعروں کا نتیجہ ہے اور آئندہ عیسوی زہد و ورع کا
ہدی محمدی علی صاحبہا الف الف صلوة و تحیۃ کے ساتھ جہاں کہیں بھی
جمع ہوے وہ اسی اجتماع کا اثر جاری ہے فرضی اللہ تعالیٰ عنہ
وعن الذین اتبعوه باحسان۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روانگی
اور آپ کے اہل و عیال کا انتظام

الغرض قضا و قدر نے جو کچھ چاہا وہ ہوا
دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ اپنے رفقاء کے ساتھ باچشم تر آپ کے

خیمہ میں آئے۔

بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبہ راوی صاحبہ وہاں موجود تھیں آپ نے تسلی و تشفی کے کلمات ان کو کہے خود بھی سنبھلا ان کو بھی سنبھالا جب گونہ سکون پیدا ہو گیا تو چلنے کے ارادے سے اُٹھے۔

حضرت ابو ذر کی صاحبہ راوی صاحبہ نے پرچھا کہ کہاں تشریف لے چلے آئے دصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھا نہ لیں سوار نہیں۔ اُنھوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کر ان کے بچے کا حکم دے دیا تھا۔ جو چپک کر رکھی ہوئی ہے۔

یہ فرما کر کھانا پیش کر دیا کھایا تو کیا جاتا۔ لیکن مرنے والے کے اس خلوص کو دیکھ کر عبداللہ بن مسعود دنگ ہو گئے اور ہونا چاہئے تھا کہ حضرت ابو ذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اس وقت بھی عمل کیا جب دنیا میں وہ اپنی آخری سانس پوری کر رہے تھے تاکہ یہ دعویٰ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ملوں گا جس طرح آپ نے مجھ کو چھوڑا ہے“ علیٰ طرح پر مدلل ہو جائے۔

انفص جو کچھ کھایا جا سکا کھانے والوں نے کھایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا۔ جبری نے اس کے متعلق دو روایتیں درج کی ہیں ایک میں یہ ہے کہ حضرت ابو ذرؓ کے تمام اہل و عیال ساتھ لے لیا اور مکہ معظمہ میں جا کر حضرت عثمانؓ کے حوالے کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ نہیں ان لوگوں کو تسلی دلا سا دے کر آپ اُسی وقت کہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جانکام حادثہ کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ ہوا

اور بجائے اصلی راستہ کے آپ مدینہ ربذہ کی طرف سے نئے راستہ میں ربذہ میں
اترے اور تعزیت وغیرہ کے سب کرائے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔

انغرض خواہ یہ ہو یا وہ ہو۔ اس پر دونوں روایتیں متفق ہیں کہ
ضمہ عثمان الی اہلہ | حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کے بال بچوں کو اپنے بال بچوں کے ساتھ لے
فجزاہ اللہ عنی وعن المسلمین خیر الجزاء پھر دنیا نے ختم نبوت کے فیض
صحبت کے آثار کو سرشاری و ہشیاری بے کاری و باکاری خواب و بیداری نیتی
و ہستی کی اس عجیب و غریب ترکیبی وجود کو کبھی نہیں دیکھا۔ ؟ حیدر کرار
(کرم اللہ وجہہ) امام فن نحو حضرت ابو الاسودؓ دولی نے سچ فرمایا تھا۔

رُئیت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو میں نے
وسلم فمارئت لابی ذر شیہا | دیکھا لیکن ابوذرؓ جیسا تو کسی کو نہ دیکھا۔

(مسند احمد ص ۱۸۱)

سَمَاءُ

ہماری ہر دلعزیز مطبوعات

- مقام اقبال - سید اشفاق حسین تین روپیہ چودہ آنے
روح اقبال ڈاکٹر یوسف حسین خان پانچ روپیہ بارہ آنے
آشمار اقبال - غلام دستگیر رشید تین روپیہ بارہ آنے
تنقیدی جائزے - سید احتشام حسین - تین روپیہ بارہ آنے
تنقیدی حاشیے - مجنوں گورکھپوری تین روپیہ بارہ آنے
ترقی پسند ادب - عزیز احمد - دو روپیہ چودہ آنے
ادب اور انقلاب - ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری تین روپیہ آٹھ آنے
داستان اردو - نواب نصیر حسین خیال - ایک روپیہ بارہ آنے
افادات محمد علی - رئیس احمد جعفری - تین روپیہ بارہ آنے
نگارشات محمد علی " " " " تین روپیہ بارہ آنے
مقالات محمد علی اول " " " " تین روپیہ بارہ آنے
مقالات محمد علی دوم " " " " تین روپیہ بارہ آنے
طنزیات و مطایبات " " " " دو روپے آٹھ آنے
مکالمات ابوالکلام - عقیل احمد جعفری تین روپیہ بارہ آنے
فیصلہ ہندوستان - عبدالقدوس ہاشمی - پانچ روپیہ
محاشیہ پاکستان " " " " ایک روپیہ آٹھ آنے
تقاریر جناح - عثمان صحرانی - تین روپیہ چار آنے
سیاسی نظریے - اکرام قر - ایک روپیہ آٹھ آنے
مقام جمال الدین افغانی - مبارز الدین - تین روپیہ چار آنے

یقین و عمل - عبدالقدوس ہاشمی - دوروپہ آٹھ آنہ
 زندگی کی ٹھوکریں - رئیس احمد جعفری - تین روپہ چار آنہ
 قایدین کے خطوط جناح کے نام - سعید - دوروپہ
 ناسیت - شاہد حسین رزاقی - دوروپہ بارہ آنہ
 ان پڑھندوستان - فخرالحسن - تین روپہ چار آنہ
 اسلامی تہذیب کیا ہے - غلام دستگیر - دوروپہ آٹھ آنہ
 قصص و مسائل - مولانا عبدالماجد دریا آبادی - ایک روپہ بارہ آنہ
 ابوذر غفاریؓ - مولانا مناظر احسن گیلانی - دوروپہ بارہ آنہ
 کاروانِ علم - فیض محمد بادشاہ حسین - تین روپہ
 گھراور زندگی - بلقیس بیگم - تین روپہ
 بچوں کی نفسیات - شیر محمد اختر - ایک روپہ بارہ آنہ
 نفسیات زندگی - " " - ایک روپہ بارہ آنہ
 شخصیت و کردار - " " - دوروپہ چار آنہ
 کیا اور کیوں؟ افضل حسین فاروقی - بارہ آنہ
 نشر ریاض - ریاض خیر آبادی - دوروپہ بارہ آنہ
 میخانہ ریاض - تنیم بنائی - تین روپے چار آنہ
 نعمات ماہر - ماہر القادری - تین روپے
 محسوسات ماہر - ماہر القادری - دوروپہ بارہ آنہ
 اسرار - علی اختر - دوروپے بارہ آنہ
 کلیات حسرت - حسرت موہانی - تین روپے
 تاج سخن - فصاحت جنگ جیل تین روپہ
 شرح دیوان غالب - حسرت موہانی - ایک روپہ

ریاض رضواں - ریاض خیر آبادی اٹھ روپے
 الجھن - قیسی رام پوری دور روپے آٹھ آنہ
 دھوپ - " " تین روپے چار آنہ
 سراب - مخنوں گورکھپوری تین روپے چار آنہ
 صید زبوں " " دور روپے
 دوسوے - فضل حق قریشی دور روپے بارہ آنہ
 آجکل کے افسانے - فضل حق قریشی - دور روپے چودہ آنے
 دلوے - قدوس مہبائی - دور روپے بارہ آنہ
 جسلوہ رنگین - ڈاکٹر محمد نصیر الدین - تین روپے
 گرداب - احمد ندیم قاشمی - تین روپے چار آنہ
 لہریں - شفیق الرحمن دور روپے چودہ آنہ
 نرلزے - قدوس مہبائی - دور روپے بارہ آنہ
 نیگنہ - مظفر حسین شمیم دور روپے بارہ آنہ
 نقبیریں - محمد امین شہر قیومی دور روپے چودہ آنہ
 سکراہٹیں - کوثر چاند پوری - دور روپے بارہ آنہ
 رنگین کپڑے " " دور روپے بارہ آنہ
 کروٹیں - قدوس مہبائی - دور روپے بارہ آنہ
 افسانے ڈرامے - سعادت حسن منٹو دور روپے بارہ آنہ
 انگریزیاں - احمد ندیم قاسمی - تین روپے چار آنہ
 سیلاب " " تین روپے آٹھ آنہ
 اقبال کا تصور زمان - ڈاکٹر رضی الدین بارہ آنہ
 سیاست جاپان - علی امام بگرامی - دس آنہ

زندگی کے نئے زاویے - رئیس احمد جعفری - تین روپیہ
 جمہوریہ چین - میر عابد علی - ایک روپیہ بارہ آنہ
 ٹیگور اور ان کی شاعری - مخدوم محی الدین - ایک روپیہ آٹھ آنہ
 تقدیریں - منظور بخاری - ایک روپیہ
 پریم پجبارن - قدوس صہبائی - پندرہ آنہ
 تمدن عرب - سید علی بلگرامی - پینتیس روپے -
 جج زینب - عمن بن شیر - تین روپے
 مثنویوں کے خطوط - عطار الرحمن - دو روپیہ آٹھ آنہ
 کاشانہ نادر // ایک روپیہ بارہ آنہ
 خلیفہ دکن کی اردو خدمات - نصیر الدین ہاشمی - دو روپیہ
 ضیغم - سعیدہ منظر ایک روپیہ آٹھ آنہ
 غبار - قیسی رامپوری - دو روپیہ چار آنہ
 دل کی آگ - فخر واسطی - ایک روپیہ بارہ آنہ
 لال کوٹھی - تبسم نظامی - تین روپیہ چار آنہ
 چاند بی بی سلطانہ - وزیر حسن - تین روپیہ بارہ آنہ
 کامیاب انسا بنے - وزارت انصاری - ایک روپیہ آٹھ آنہ
 زرد چہرے - ابراہیم جلیس - دو روپیہ چار آنہ
 روسی ظرافت - ضیائی - دو روپیہ چار آنہ
 فلمی نستلیاں - بکلی جامپوری - تین روپیہ -
 سیاسی تقاریر - نواب بہادر یار جنگ بہادر - تین روپیہ -
 یورپ کے تاخرات - بدر شکیب - دو روپیہ آٹھ آنہ

ناخواندہ مہمان - بادشاہ حسین - ایک روپیہ
 مسٹر سمپسن " " ایک روپیہ
 اردو کا سب سے بڑا شاعر - ایک روپیہ آٹھ آنے
 جنات کی دنیا - مقبول احمد سیوہاروی ایک وپیہ چار آنے
 گاندھی جناح مراسلت - ضیائی - دس آنے
 اقبال کے خطوط جناح کے نام - چھ آنے
 ابن خلدون - عبدالقادر - چھ آنے
 ہٹلر کا نیا نظام - امتیاز حسین - دس آنے
 خدا اور کائنات - امیر القادری - نو آنے
 سیاروں پر زندگی - محمد عبدالرحمن - نو آنے
 شادی و محبت - مقصودہ فرحت - بارہ آنے
 تذکرہ یورپین شعرا اردو - محمد سردار علی - بارہ آنے
 بخارا کا جمہوری انقلاب - قدوس صہبائی نو آنے
 ترکستانی خاتون شاہراہ انقلاب پر - نو آنے
 مرد انقلاب - صہبائی - بارہ آنے
 گاؤ دی - عروج - چودہ آنے
 ستارے - نجم آفندی - دس آنے
 جنگل کا نفرنس - جرت بدایونی - دس آنے
 رسول پاک کی صاحبزادیاں - قدوسی - ساڑھے بارہ آنے
 کروارہ - امیر القادری - دو روپیہ چار آنے

